www.faiz-e-nisbat.weebly.com

یا اللہ

یا رسول اللہ

مت غیظا اے عدوِ عبدُ القادرؒ

(فاضل بریلوی)

کتابِ لاجواب

مُسمّٰی بہ

لطمة الغیب علٰے ازالة الرّیب

دربیانِ ایں کہ

کعب بن اشرف قُرظی سے
مولوی اشرف سیالوی تقریظی چار قدم آگے ہیں

از رشحاتِ قلم، فاضلِ حقیقت رقم، شہریارِ اقلیمِ قرطاس وقلم

علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گولڑوی

ناشر: مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف E-11 اسلام آباد، پاکستان

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

نامِ کتاب : لطمة الغیب علی ازالة الرّیب

نامِ مصنف : پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر (سجّادہ نشین)
آستانۂ عالیہ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف
اسلام آباد، پاکستان

کمپوزنگ وتزئین : شاہد اقبال، کھوڑ۔ نصیر احمد، اسلام پورہ جبر

نگرانِ طباعت : محمد ریاض قریشی۔ حاجی عبدالقیوم گولڑوی

ناشر : مہریہ نصیریہ پبلشرز، گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد

بار : دوم

سنِ طباعت : صفر المظفر ۱۴۲۴ھ، مطابق اپریل 2003ء

ISBN 969-8537-11-2

ملنے کا پتہ

مکتبۂ مہریہ نصیریہ، درگاہِ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف

E-11 اسلام آباد، پاکستان فون 051-2292814

انتساب

خالق و مالکِ کائنات کے اُن بندگانِ مخلص کے نام جنہوں نے ہر دور میں بالخصوص مسئلۂ توحید کے ابلاغ و افہام کے سلسلے میں طرح طرح کے مصائب و آلام برداشت کیے۔ مبتدعین و مشرکین کی ایذا رسانیوں، اشرار کی ریشہ دوانیوں، منافقین کی مکاریوں اور ملامتوں پر ایسے حیرت انگیز صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کہ زمانے بھر کی مخالفت کے باوجود اُن کے پائے استقامت میں ذرّہ بھر لغزش و لرزش تک نہ آ سکی۔ وہ قدسی نہاد و ستودہ صفات طبقہ جسے اُس کی مخلصانہ مساعیِ جمیلہ کے انعام میں بارگاہِ ربُّ العزّت سے یہ منصوص مژدۂ جانفزا ملا۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْآخِرَةِ

به آں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

حمدِ باری تعالیٰ

بِدھد زمانہ شہادتے کہ خدائے ارض و سما توئی
سُخن از عطائے تو می رود کہ بہ درد و غم ہمہ را تُوئی

ہمہ راست لطفِ تُو داد رس، چمن و طراوت و خار وخَس
لبِ خود کشودہ بہر نفس کہ خدا توئی بخدا تُوئی

بہ کمالِ ناز برآمدی، بہ صد اِہتزاز در آمدی
بہ شمیمِ نکہتِ گُل توئی، بخرامِ موجِ صبا تُوئی

من و جُرم کوشیَ پے بہ پے، تُو و پردہ پوشیَ دمبدم
بہ حصیرِ ننگِ خطا منم، بہ سریرِ لُطف و عطا تُوئی

بہ فلک ہمی رسد آہِ من، منم و ہجومِ گناہِ من
بہ عطائے تست نگاہِ من کہ ولیِّ روزِ جزا تُوئی

تب و تابِ حُسنِ ازل زتُو، تگ و تازِ موجِ عمل زتُو
کم و کیفِ بزمِ عِلَل زتُو، تپشِ دلِ من و ما توئی

چہ خیالِ جاہ و چہ فکرِ زر، نبود مرا ہوسِ دگر
بجز اینکہ خاکِ درت شوم، کرمے! کہ نازِ گدا تُوئی

بہ ورق زیبتِ نامِ تُو، سرِ خامہ لرزد و می تپد
چہ شوم بحمدِ تو لب کُشا، ہمہ داں توئی، ہمہ جا تُوئی

کرمت پناہِ شکستگاں، دمِ تست مرہمِ خستگاں
کہ عزیزِ جانِ حزیں تُوئی، اثرِ آفرینِ دُعا تُوئی

بِجَلَالِ وَجهِكَ شَاهِدٌ فَاِنِ استَقَرَّمَكَانَهٗ
بہ کلیم محوِ سُخن تُوئی، سرِ طُور جلوہ نُما تُوئی

دل و دیدہ کردہ اسیرِ تُو، بدرت نَشِستہ نصیرؔ تُو
مددے! کہ دافعِ مُشکلی، نظرے! کہ عُقدہ کُشا تُوئی

حمد گُزار:
سیّد نصیر الدّین نصیؔر گولڑوی

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
-1	رسالہ ''پیرانِ پیرؒ'' میں موجود عبارت کا خود ساختہ انطباق	1
-2	فتوح الغیب اور اُس کی شرح کا اقتباس	1
-3	میں نے بہت بڑا عالم و مُحقق ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا	2
-4	آفتاب آفاقی صاحب کا آفاقی کارنامہ	7
-5	نکاحِ سیّدہ کے موضوع پر سیالوی صاحب کو چیلنج	8
-6	میری تحریر پر اعتراض اور اُس کا جواب	11
-7	جوابِ اوّل	13
-8	جوابِ ثانی	14
-9	خوف کا پہلا طریقہ	15
-10	کیا یہ گستاخی نہیں؟	22
-11	جوابِ ثالث	23
-12	شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی عبارت کا خلاصہ	27
-13	بندگانِ خدا پر آزمائش و ابتلاء کی حکمتِ بالغہ	28
-14	نوٹ	30
-15	سیالوی صاحب کی غیرتِ ایمانی جوش کیوں نہیں مارتی؟' جوابِ رابع	37
-16	علامہ اسماعیل حقیؒ کے بارے سیالوی صاحب کا کیا فتویٰ ہوگا؟	38
-17	نوٹ	41
-18	فاضل بریلویؒ پر بھی تو سیالوی صاحب فتویٰ لگانے کی جسارت کریں	42
-19	محلِّ بحث عبارت اپنے سیاق و سباق کے آئینے میں	45

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
20-	پہلا اعتراض	45
21-	جواب	45
22-	مقالۂ مذکورہ کی غرضِ سیاق	45
23-	شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک مفہومِ شرک	47
24-	اہم نوٹ	48
25-	عبادت کی تعریف اور اُس کی اقسام	50
26-	احتمالِ اوّل	50
27-	احتمالِ ثانی	51
28-	مراتبِ توحید اور مراتبِ عبادت بندوں کے روحانی مراتب کی طرح متفاوت ہیں	52
29-	لمحۂ فکریہ	53
30-	اُمورِ شرعیہ کے جائز، مستحب اور واجب ہونے میں بہت فرق ہے	55
31-	دوسرا اعتراض	57
32-	جواب	57
33-	شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالویؒ کا نظریۂ توحید	59
34-	ایں چہ بوالعجبی ست	60
35-	لیجئے اور سنیئے	61
36-	خود اپنے آپ کو تُو نے نہ دیکھا دیکھنے والے!	63
37-	تحقیقِ اشرف سیالوی	64

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
38-	تحقیقِ حضرت شیخ الاسلامؒ	65
39-	مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گماں نبود	65
40-	معروف حدیث میں سیالوی صاحب کی تحریفِ معنوی	66
41-	حدیثِ شفاعت کا طبع پسند مفہوم	68
42-	جواب	74
43-	مقالہ نمبر 3	76
44-	حضرت پیرانِ پیرؒ مریدین کو کس دروازے پر بھیج رہے ہیں؟	79
45-	پیر مہر علی شاہؒ نے بابو جیؒ کو کیا نصیحت فرمائی؟	80
46-	حضرت بابو جیؒ کی اپنے فرزندوں کو تلقین	80
47-	بابو جیؒ کے کمالِ عجز کا سبق آموز منظر	82
48-	آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر بروں	83
49-	اعتراض	83
50-	گیلانی و رزّاقی سادات سیالوی صاحب کو مطمئن کریں	84
51-	دوسری بات	85
52-	تیسری بات	86
53-	چوتھی بات	87
54-	سرشکِ شوق کی موجوں سے کیوں گھبرا گئی دُنیا؟	88
55-	لفظ ''نیز'' کا استعمال اور مفہومِ شرک	89
56-	پہلا سوال	89
57-	دوسرا سوال	90

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
58-	تیسرا سوال	91
59-	دیکھنا یہ ہے کہ اب آگ کدھر لگتی ہے ، چوتھا سوال	91
60-	شرکیہ عبارت کو بے غبار ثابت کرنے کا چیلنج	92
61-	اِس عبارت کے اسبابِ فساد	93
62-	حضرتِ اعلیٰ گولڑویؒ نے اپنے خلاف فتویٰ کفر کا کیا جواب دیا	94
63-	سیالوی صاحب کو میرا چیلنج	95
64-	آیتِ کریمہ "فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا" کی صحیح تشریح وتفسیر	97
65-	جمہور مفسّرین کے مطابق اس سے مُراد بالاتفاق ملائکہ ہیں	98
66-	امام فخرالدین رازیؒ کی تصریح	102
67-	خاص نکتہ	103
68-	امام نسفیؒ نے بھی ہماری تائید فرمادی	105
69-	علاّمہ بیضاویؒ کی تحقیق	106
70-	تفسیر فتوحاتِ مکیّہ پر حضرت گولڑویؒ کا تبصرہ	107
71-	ایک نہایت اہم مسئلہ میں علاّمہ حقیؒ کی تصریح	110
72-	مولویوں کے مخصوص طبقہ کا واویلا کس خاص چُبھن کے تحت ہے؟	112
73-	مشہور ومعروف حدیث کی تشریح	112
74-	حدیث شریف انما أنا قاسم واللّٰہ یُعطی پر علاّمہ عینیؒ کی تفصیلی گفتگو ، پہلی بات	114
75-	وجہِ اوّل	116
76-	وجہِ ثانی	117

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
77-	دوسری بات	119
78-	نکتہ	121
79-	مُشتری ہُشیار باش!	122
80-	توجہ سے پڑھیئے	123
81-	تفسیر روح المعانی سے وضاحت	127
82-	نتیجۂ بحث	129
83-	فاضل بریلویؒ کا طویل ملفوظ مع عرضِ سائل	131
84-	فاضل بریلویؒ کے ملفوظ سے کیا ثابت ہُوا؟	133
85-	کیا سیالوی صاحب، حضرت غوثِ پاکؒ کے عقیدت مند ہیں؟ انتسابِ کتاب میں سیالوی صاحب کی چابک دستی	134
86-	پیرانِ پیرؒ کی فاسق جہنّمی کے ساتھ مثال (نعوذ باللہ منہ)	135
87-	یہاں چند باتیں قابلِ غور بھی ہیں اور قابلِ افسوس بھی	139
88-	گستاخِ غوثِ پاکؒ کو چیلنج	142
89-	تقریظ کسے کہتے ہیں	143
90-	لفظِ تقریظ کی لغوی تحقیق	145
91-	لفظِ تقریظ کا اصطلاحی مفہوم	147
92-	گستاخیِ غوثِ پاکؒ اور مولوی بصیر پوری c/o سیالوی صاحب	150
93-	گستاخی نمبر 2	151
94-	گستاخی نمبر 3، گستاخی نمبر 4	153
95-	گستاخی نمبر 5، تبصرہ	156

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
96-	تواضع کا معنی و مفہوم حاشیۂ ابوداؤد کی روشنی میں	158
97-	اعلانِ قدمی ھذہ کو مِن امرِ اللّٰہ تسلیم کرنے والی مشہور زمانہ شخصیات	159
98-	نوٹ، گستاخی نمبر 6، تبصرہ	162
99-	گستاخی نمبر 7، تبصرہ	164
100-	بوقتِ وصال حضرت غوثِ پاک ؓ کی اپنے فرزند کو وصیت	166
101-	خواجہ غلام فرید چشتی ؒ کے الفاظ میں شدّتِ سکرات کا بیان	167
102-	گستاخی نمبر 8	170
103-	گستاخی نمبر 9، تبصرہ	171
104-	گستاخی نمبر 10	172
105-	گستاخی نمبر 11، گستاخی نمبر 12	173
106-	گستاخی نمبر 13، گستاخی نمبر 14	174
107-	گستاخی نمبر 15، تبصرہ	175
108-	گستاخی نمبر 16، نوٹ، گستاخی نمبر 17	176
109-	گستاخی نمبر 18، گستاخی نمبر 19	177
110-	گستاخی نمبر 20	180
111-	گستاخی نمبر 21	181
112-	گستاخی نمبر 22	182
113-	گستاخی نمبر 23	183
114-	گستاخی نمبر 24، گستاخی نمبر 25	186
115-	گستاخی نمبر 26	188

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
116-	گستاخی نمبر 27	190
117-	گستاخی نمبر 28، تبصرہ	191
118-	گستاخی نمبر 29، تبصرہ	197
119-	گستاخی نمبر 30	198
120-	گستاخی نمبر 31	199
121-	مولوی اشرف سیالوی صاحب کی عبارتِ تقریظ میں موجود گستاخیاں' گستاخی نمبر 1	200
122-	گستاخی نمبر 2	201
123-	تبصرہ	202
124-	گستاخی نمبر 3	203
125-	گستاخی نمبر 4	204
126-	بنیادِ ایمان ہلا دینے والی سیالوی صاحب کی عبارت	205
127-	گستاخی نمبر 5	206
128-	تبصرہ، حاشیہ نمبر 5، حاشیہ نمبر 6	207
129-	کبرِ علمی میں مبتلا سیالوی صاحب کی حضرتِ غوثِ پاک ؓ پر جرأتِ بے جا	212
130-	ملفوظ نمبر 142	215
131-	تنبیہ	216
132-	سیالوی صاحب کو کھلا چیلنج	218
133-	اسے بھی پڑھیئے	219
134-	حضرت گولڑوی ؒ کے نظریات اور سیالوی صاحب	222
135-	ہُشیار نظر والو! اُٹھتا ہے نقاب اُن کا	223

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
136-	اختلاف نمبر 1	224
137-	محی الدّین ابنِ عربیؒ کے بارے میں حضرت گولڑویؒ کا نظریہ	225
138-	اختلاف نمبر 2	226
139-	شانِ غوثیہ بزبانِ مہریہ اور سیالوی صاحب کا نقطۂ نظر	228
140-	اختلاف نمبر 3	229
141-	ملفوظِ حضرت گولڑویؒ	230
142-	اختلاف نمبر 4	232
143-	اصحابِ رقبہ کے دو گروہ	233
144-	حضرت خواجہ معین الدّین اجمیریؒ کا اصحابِ رقبہ ہونا	234
145-	اختلاف نمبر 5	235
146-	اختلاف نمبر 6	236
147-	تبصرہ	240
148-	نفیِ نبوّت کے الفاظ	241
149-	نکتہ	242
150-	نفیِ رسالت کے الفاظ	243
151-	اختلاف نمبر 7	245
152-	ملفوظ نمبر 78، ملفوظ نمبر 163	246
153-	ہماری تحریر محض تفوقِ نسبی کے جذبے کا نتیجہ نہیں	247
154-	اختلاف نمبر 8	247
155-	تشریحِ فرمانِ غوثیہؒ از قلمِ مہریہؒ	248

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
156-	سوال، جواب	248
157-	فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کے ساتھ مولوی اشرف سیالوی صاحب کا شدید اختلاف اور ذومعنی عقیدت مندی کا پول	250
158-	دوغلہ پن نمبر 1، تبصرہ	251
159-	دوغلہ پن نمبر 2	252
160-	دوغلہ پن نمبر 3	254
161-	دوغلہ پن نمبر 4	255
162-	قدمِ غوثِ پاکؒ کے بارے فاضل بریلویؒ کا فتویٰ، دوغلہ پن نمبر 5	256
163-	دوغلہ پن نمبر 6	257
164-	خیانت نمبر 1، خیانت نمبر 2، خیانت نمبر 3	259
165-	دوغلہ پن نمبر 7، عرض، ارشاد	260
166-	دوغلہ پن نمبر 8	261
167-	سیالوی صاحب کا بزرگانِ دین سے اپنی عقیدت کا اظہار	262
168-	سیالوی صاحب کی تضادِ عملی	265
169-	سیالوی صاحب کی میرے متعلق ہرزہ سرائی	267
170-	احسانِ معیّت، بندہ نواز کون ہوا؟	268
171-	میری توحید پرستی اور سیالوی صاحب کی برہمی	269
172-	سیالوی صاحب کا مجھ پر بدعقیدہ ہونے کا الزام	274
173-	سیالوی صاحب کا اعتراض اور میرا مسلک	276
174-	جوابِ آں غزل	277

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
175-	مسلکِ وہابیہ	278
176-	خواجہ غلام فریدؒ کا ایک ملفوظ	280
177-	وہابی اور شیعہ مذہب	280
178-	ملفوظ نمبر 168	285
179-	بریلوی اور دیوبندی	286
180-	اَذان سے پہلے یا بعد درود و سلام	289
181-	ایک اہم نکتہ	290
182-	انگوٹھے چومنا' تقبیلِ ابہامین کے سلسلے میں حضرت گولڑویؒ کا معمول	291
183-	ملفوظ نمبر 36	291
184-	نکتہ	292
185-	قیام بوقتِ سلام ' دُعا بعد از نمازِ جنازہ	293
186-	مسئلۂ ایصالِ ثواب، تیجا، بیسواں، چالیسواں، سالانہ	295
187-	نکتہ، خصوصی نوٹ	297
188-	تبلیغی جماعت	299
189-	سپاہِ صحابہ کا تشدّد اور میری رائے	300
190-	اہلِ قبلہ کی تکفیر اور حضرت پیرانِ پیرؒ کا نقطۂ نظر	301
191-	پہلی خصلت	303
192-	شیعہ مسلک اور میرا معمول	304
193-	مسئلہ علمِ غیب	307
194-	تقبیلِ قبور' اکابر کی نظر میں	309

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
195-	مسئلۂ سماع اور میرا ذوق	314
196-	سماع کے متعلق حضرت گولڑویؒ کا مسلک	316
197-	مشائخ و علمائے عصر کے بارے میرا نقطۂ نظر	318
198-	بصیرپوری کی بے بصری	322
199-	تنبیہ نبیہ	325
200-	نتیجہ نمبر 1	326
201-	نتیجہ نمبر 2، نتیجہ نمبر 3، نتیجہ نمبر 4	327
202-	اللہ صفاتی نام ہے یا ذاتی	329
203-	نوٹ	333
204-	حضرت پیرانِ پیرؒ اور حضرت خواجۂ بزرگ اجمیریؒ کی منصبی ذمہ داریاں	340
205-	حضرت پیرانِ پیرؒ کی آفاقی شہرت اور مقبولیت	348
206-	مخلصانہ نسبت کے تقاضے	354
207-	یہ عقیدت ہے یا عداوت	358
208-	اختتامیہ	365

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ ذِی العِزَّۃِ وَالمَجدِ وَالعُلیٰ فَالِقِ الحَبِّ وَالنَّوٰی خَالِقِ الارضِ وَالسَّمَآءِ وَمابینھُمَا وَمَا تحتَ الثَّری ھُوَ الَّذِی یُصَوِّرُ نا فِی الاَرحَامِ کیفَ یَشآءُ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ علیٰ مَن اُرسِلَ بالحَقِّ وَالھُدیٰ الّذی کانَ نَبِیّاً وَّآدَمُ بینَ الطِّینِ وَالمآءِ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحیٰ o فَاَوحیٰ اِلَیہِ رَبُّہٗ مَا اَوحیٰ و عَلی آلِہِ المُجتَبیٰ وَاصحٰبِہِ البَرَرَۃِ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَعَلیٰ کُمَّلِ اَتباعِہٖ مِنَ الصِّدّیقِینَ وَالصّٰلِحینَ وَالشُّھَداء اَمّا بعدُ

فاعوذُ باللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجیم o

بِسم اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم o

اِنَّ الَّذِیٓ فَرَضَ عَلَیۡکَ القُراٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ قُل رَّبِّیٓ اَعلَمُ مَن جَآءَ بِالھُدٰی وَمَن ھُوَ فِی ضَلٰلٍ مُّبِینٍ o

ترجمہ: جس نے حکم بھیجا تجھ پر (اے پیغمبرؐ) قرآن کا وہ پھیرنے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ، تو کہہ! میرا رب خوب جانتا ہے کون لایا ہے راستے کی صحیح نشاندہی اور کون پڑا ہے صریح گمراہی میں

(سورۃ القصص، آیت 85)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

قارئین سے معذرت کے ساتھ

جہاں اُستاد سعدیؒ شیرازؒ نے انسانی معائب ومحاسن کے اظہار کا ذریعہ تکلّمِ لسانی قرار دیا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

جب تک کوئی شخص بات نہ کرے معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ کیا ہے اور کتنے پانی میں ہے' کیوں کہ خوبیاں اور خامیاں زبان کھلنے کے بعد ہی ظاہر ہُوا کرتی ہیں۔ تصنیف وتالیف کی دُنیا میں قلم بھی زبان کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ آپ کسی شخص کی تحریر پڑھ کر ہزاروں میل دُور بیٹھے ہوئے بھی اُس کی شخصیت' لیاقت' علمی حیثیت' اہلیت اور طبیعت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ زبان سے نکلا ہُوا لفظ سماعتوں پر اثر انداز ہو کر فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ اُس کی اچھی یا بُری تاثیر سامعین کی کیفیّات و جذبات کو مجروح یا محظوظ تو ضرور کرتی ہے اور ایک وقت تک اُس کا اثر بھی طبائع پر رہتا ہے' اسی لئے نبّاضِ فطرتِ انسانی ومُعالجِ امراضِ روحانی سیّدنا علیؓ المرتضٰی نے فرمایا تھا۔

جراحاتُ السِّنانِ لھا التیامُ
وَلَا یلتامُ ما جرحَ اللِّسانُ[۱]

لیکن بالواسطہ یا بلاواسطہ جو سماعتیں اُس لفظ سے آشنا ہوئی ہوں' وہ صرف اپنی حیات تک متاثّر رہتی ہیں' پسِ مُردن یہ سلسلہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ جبکہ نوکِ قلم سے ظہور پذیر ہونے والا کلمہ' تاریخ کے سینے پر نقش ہو جاتا ہے اور اُس کلمے کی خوشگوار یا

[۱] ترجمہ: نیزوں کے زخم تو (پھر بھی) مل جاتے ہیں لیکن زبان سے لگائے جانے والے زخم کبھی نہیں ملتے۔

ناخوشگوار تاثیر کسی نہ کسی حوالے سے رہتی دُنیا تک قائم رہتی ہے۔ یعنی جب تک وہ تحریر باقی ہے، اُس کی اچھی بُری تاثیر بھی باقی ہے۔ بقولِ عارفے ؎

یَلُوحُ الخطُّ فی القِرطاسِ دهراً　　وَ کاتِبُهٗ رمیمٌ فِی التّرابِ[1]

لہٰذا آج تک میں نے جو کچھ لکھا اور جس موضوع پر بھی لکھا، بقدرِ استطاعت اُس موضوع کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی اور اپنی پوری توجّہ اِسی بات پر مرکوز رکھّی کہ کوئی جُملہ ایسا استعمال نہ ہونے پائے جو پایۂ اخلاق سے گرا ہوا ہو۔ اِس بات کی صداقت آپ کو میری اب تک منصّۂ شہود پر آئی ہوئی تصانیف کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن زیرِ نظر کتاب لطمة الغیب علی ازالة الرّیب میں آپ کو اُسلوبِ بیان کے اعتبار سے کچھ تبدیلی ملے گی۔ علمی گرفت، ادبی چاشنی اور تحقیقی گہرائی کے ساتھ ساتھ کچھ سخت اور دُرشت کلمات بھی آپ کو اِس کتاب میں نظر آئیں گے۔ اِس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن دو مولوی صاحبان کی طرف میرا رُوئے سُخن ہے، اُنہوں نے تمام اخلاقی و ادبی اقدار کو بے دردی سے پامال کرتے ہوئے، عالمِ اسلام کی ایک ایسی شخصیّت پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی ہے، جسے زمانہ غوثِ پاک، محبوبِ سبحانی اور پیرانِ پیرؒ کے بلند القاب سے یاد کرتا ہے اور جسے احیائے اسلام سے متعلّق اپنی مخلصانہ اور غیر معمولی خدمات پر بارگاہِ ایزدی سے محی الدّین کا زندۂ جاوید لقب بھی عطا ہوا۔ ہر زندہ دِل اور باضمیر قوم اپنے محسنین کو خراجِ تحسین پیش کرنا اپنا قومی و ملّی فریضہ سمجھتی ہے مگر مقامِ تأسّف ہے کہ

[1]: ترجمہ: کاغذ پر قلم کے نقوش ایک عرصے تک رہ جاتے ہیں، حالانکہ اُن کا لکھنے والا مٹی میں مل چکا ہوتا ہے۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا اُمید

حضرت پیرانِ پیرؒ ایسا محسنِ اسلام، بطلِ جلیل، جس پر فقط اہلِ اسلام ہی کو نہیں، بلکہ خود اِسلام کو بھی ناز ہے، کے خلاف دورِ حاضر کے دو مولویوں نے ایسی ہرزہ سرائیاں کیں، ایسی گندی زبان استعمال کی اور ایسا اندازِ بیان اختیار کیا، جو نہ صرف کسی مُسلمان سے غیر متوقّع و محال ہے، بلکہ غیر مُسلم بھی اُنہیں دیکھ کر بقولِ اقبالؒ ورطۂ حیرت میں پڑ جائیں۔ ع

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اِن دو حضرات میں ایک مولوی احمد بصیر پوری صاحب اور دوسرے مولوی اشرف سیالوی صاحب ہیں، اوّل الذّکر نے باقاعدہ کتاب لکھّی، جس کا نام ''حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ'' رکھا، ثانی الذّکر سیالوی صاحب نے اُس پر تقریظ لکھّی اور اُس کتاب کے مندرجات سے مکمّل اتّفاق کیا۔ ہم اُس کتاب اور موصوف کی تقریظ میں سے پیرانِ پیرؒ کی ذات کے متعلّق روا رکھّی گئی گستاخیوں کے مفہوم کی ایک اجمالی فہرست آپ کے سامنے صفحہ وار رکھتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

سیالوی صاحب کے قلم سے ظہور پذیر ہونے والی گُستاخیاں

1: شیخ عبدالقادر الجیلانی نے اپنے ہم عصر اور ہم مرتبہ و منصب لوگوں پر برتری اور فضیلت ظاہر کی، بلکہ اپنے سے بلند مرتبہ لوگوں پر بھی دعوئِ برتری کیا، جبکہ یہ سُوءِ ادب یعنی طریقت کی دُنیا میں بے ادبی ہے۔ (حکایتِ قدمِ غوث ص 41)

2: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اُن حضرات میں سے تھے، جنہوں نے اولیاء اور انبیاء پر اپنے حال کے مطابق حق کی صورت میں شطح سے کام لیا، پس وہ محفوظ اور معصوم زبان والے نہ تھے۔ (حکایتِ قدمِ غوث ص 42)

3: صاحبِ فتوحات نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے مُرید اور شاگرد کو بھی اُن پر فضیلت دے ڈالی۔ (کتابِ مذکور ص42)

4: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے دعوٰی کی مثال ایسے ہے، جیسے آخری آخری شخص دوزخ سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ کے فضل سے مشرّف ہو کر پکارنے لگے گا کہ جو مرتبہ مجھے ملا کسی کو نہ مل سکا، حالانکہ حقیقت میں اُس کا مرتبہ سب سے کم ترین ہوگا۔ (کتابِ مذکور ص44)

5: فتوح الغیب اگرچہ حضرت غوثِ پاک کے خطبات کا مجموعہ ہے، مگر اِس میں کچھ باتیں ایسی ہیں، جنہیں کلام باطل نظام کہتے ہیں۔ (ازالۃ الرّیب ص70)

6: حضورِ اکرم ﷺ غارِ حرا میں جبرئیلؑ کے وحی لانے سے پہلے نہ نبی تھے اور نہ ہی رسول تھے۔ (حکایتِ قدمِ غوث ص291)

بصیرپوری صاحب کے قلم سے صادر ہونے والی گستاخیاں

1: حضرت غوثِ پاکؒ نے اپنے مرتبے کا اظہار کیا، جبکہ دوسرے بزرگ خاموش رہے۔ اظہار کرنے والوں سے خاموش رہنے والے افضل ہوتے ہیں۔ (حکایتِ قدمِ غوث ص53)

2: صاحبِ سکوت، صاحبِ کلام سے افضل ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقادر صاحبِ کلام تھے۔ (کتابِ مذکور ص58)

3: حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار بننے والے قادری حضرات (صدیوں سے آنے والے اولیاء) بھی اِس موضوع پر رطب و یابس (کمزور اور جھوٹی

باتیں کرنے) سے گریز نہیں کرتے۔ (کتابِ مذکور ص60)

4: موت سے کچھ دیر پہلے شیخ عبدالقادر اپنے دعووں کی وجہ سے شرمندہ ہو کر توبہ کرنے لگے۔ (کتابِ مذکور ص62)

5: آپ نے قدمی ھذہٖ 'اللہ کے حکم سے نہیں فرمایا (نفس کی خواہش کے پیچھے چلے) (کتابِ مذکور ص62)

6: حضرت غوثِ پاک آخر عُمر تک نشے اور فخر و ناز میں پھنسے رہے، موت سے کچھ دیر پہلے آپ کی اِس حالت سے خلاصی ہوئی۔ (کتابِ مذکور ص62)

7: آپؒ نے نفس کی خواہش پر عمل کیا، اِسی لئے شرمندگی ہوئی۔ (کتابِ مذکور ص63)

8: آپ کا یہ دعوٰی نفس کی چوری کی ہوئی بات تھی، مگر آپ سمجھ نہ سکے۔ (ص64)

9: غوثِ پاک خود پسندی کا شکار رہے۔ (ص64)

10: غوثِ پاک کا فرمان اپنی تعریف آپ کرنے (عُجب) کے مترادف ہے۔ (ص65)

11: شیخ عبدالقادر سُکر والے ہیں اور ایسے لوگ انبیائے کرام کے برخلاف ہیں۔ (ص67)

12: شیخ عبدالقادر کامل ولی نہیں تھے، کیونکہ جو کامل ہوتے ہیں، وہ راز ظاہر نہیں کرتے آپ نے راز ظاہر کردیا۔ (ص68)

13: حضرت بایزید بسطامی نے آخری عمر میں فرمایا کہ میں اب تک یہودی تھا۔ (ص69)

14: جو شخص حضرت شیخ جیلانی کے سُکر (نشے) کا انکار کرے، وہ جھوٹا اور جھٹلانے والا ہے۔ (ص 71)

15: متعصّب قادری (کئی سو سال کے بزرگانِ دین خصوصاً حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولٰنا احمد رضا خان بریلویؒ) حضرت شیخ کے سُکر کا انکار کرتے ہیں۔ (ص 76)

16: حضرت شیخ شطح سے کام لینے والے تھے حالانکہ یہ بے ادبی ہے۔ (ص 78)

17: حضرت شیخ ادلال میں پھنسے رہے، نہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کے قُرب خاص کا پتہ تھا اور نہ اُن میں اِس کی اہلیّت تھی۔ (ص 79)

18: حضرت شیخ اولیاء کے علاوہ انبیاء پر بھی اظہارِ شطح (انبیاء کی بے ادبی) کرتے رہے۔ (ص 79)

19: ہر مُدِل بقدرِ ادلال خود معرفت باللہ میں ناقص ہوتا ہے (گویا غوثِ پاک نے بہت زیادہ ادلال کیا لٰہذا وہ اللہ کی معرفت میں بالکل ناقص تھے)۔ (کتابِ مذکور ص 81)

20: حضرت شیخ کو اعلیٰ مقام وفات کے وقت ہی نصیب ہوا۔ (حکایتِ قدمِ غوث ص 81)

21. صاحب ادلال اپنے بہت سے سانس ضائع کردیتا ہے، حضرت شیخ صاحب ادلال تھے۔ (ص 84)

22: شیخ عبدالقادر تامدّتِ حیات صاحب حال رہے، صاحب مقام نہ تھے۔ (ص 85)

23: عراق والے بزرگوں پر مکر غالب ہوتا ہے اور مکر یہ ہے کہ احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کے باوجود اُن پر نعمتیں جاری رہیں۔ (ص 86)

24: جو شطح کرتا ہے وہ اللہ کی معرفت سے بھی جاہل اور اپنی ذات سے بھی جاہل ہوتا ہے (معاذ اللہ شیخ عبدالقادر بھی شطح کرتے رہے لٰہذا وہ بھی جاہل ہوئے)۔ (ص 87,86)

25: شیخ ابوالسعود (پیرانِ پیر کے مُرید) کو جو مقامِ رفیع عطا ہوا، اُس کے مقابلے میں شیخ جیلانی کا مقام ناقص ہے۔ (ص 93)

26: تمام مقامات سے اعلیٰ مقام عبودیّتِ محضہ ہے (جو حضرت شیخ کو صرف موت سے تھوڑے دِن پہلے نصیب ہوا)۔ (ص 94)

27: اپنے آپ کی پاکیزگی بیان نہ کرو اللہ جانتا ہے جو جتنا پرہیزگار ہے (حضرت شیخ کو بصیرپوری کی تنبیہ)۔ (ص 106)

28: حضرت شیخ مقامِ ادلال میں رُکے رہے۔ (ص 113)

29: ایک بزرگ نے کہا: اللہ کی قسم مَیں عبدالقادر کے حال کو خوب جانتا ہوں، وہ اپنے اہل کے ساتھ کیسا تھا اور وہ اب اپنی قبر میں کیسے ہے۔ (ص 114)

30: حضرت شیخ کا کلام ”قدمی ھذہٖ“ ایسا ہے، جس سے خود بینی ظاہر ہوتی ہے (جو فقر میں قابلِ گرفت ہے)۔ (ص 117)

31: متعصّب غالیو! بتاؤ کہاں ہے تمہارا عرفِ قبیح و شنیع، جس نے صحابۂ کرام و ائمۂ عظام کو اسمِ ولی سے محروم کردیا (یہ عُرف کی بات کرنے والے متعصب اور غالی پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ ہیں معاذ اللہ)۔ (ص 133)

32: صحابہؓ کی روش کی پیروی ضروری ہے، اُنہوں نے نہ تو دعوے کیے اور نہ کرامتیں ظاہر کیں، اِسی طریقہ میں سلامتی ہے، باقی اِس سے ہٹ کر دوسرے طریقوں میں سلامتی نہیں

بہت خطرہ ہے (جبکہ شیخ عبدالقادر نے معاذ اللہ دعوے کر کے اور کرامتیں ظاہر کر کے صحابہ والا محفوظ اور سالم طریقہ چھوڑ دیا)۔ (ص140)

33: حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ کا وہ مکتوب جس میں حضرت غوثِ پاک کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے، وہ جعلی، خود ساختہ اور مسترد کیا ہوا ہے۔ (ص150,149)

34: یا تو سارے قطبوں کو اصلی قطب مان لو یا پھر حضرت غوث پاک بھی اصلی قطب نہ رہیں گے، صاحبِ فتوحات نے ایسی بات کہہ دی، جس سے سارے قادریوں کو نقصان اٹھانا پڑا ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے (ص178)

35: شیخ عبدالقادر صاحبِ حالِ صدق تھے، صاحبِ مقامِ صدق نہ تھے۔ (ص185)

36: حضرت شیخ صاحبِ حال تھے اور صاحبِ حال مغلوب العقل ہوتا ہے، جو مجنون کی طرح ہے، اُن سے قلم اُٹھالیا جاتا ہے۔ نہ اُن کے گناہ لکھے جاتے ہیں، نہ نیکیاں (چلو جان ہی چھوٹ گئی)۔ (ص185)

37: ایک بزرگ نے فرمایا ''شیخ عبدالقادر مرتبہ میں مجھ سے پیچھے ہیں''۔ (ص201)

38: سلسلہ چشتیہ میں محبوبِ سبحانی کی طرح کے بے شمار محبوب ہیں۔ (ص202)

39: حضرت شیخ کا یہ قول بچگانہ ہے، ہمارے سامنے کوئی قادری دم نہیں مار سکتا۔ (ص203)

40: غوثِ پاک کے قدم کی فضیلت ہر زمانے میں ماننے والے جاہل اور متعصب ہیں (ص204)

41: اِس قول کا صرف صدق ثابت ہوا، حق ہونا بھی ثابت نہ ہوا، چہ جائیکہ

حضرت شیخ قدس سرّہٗ کا براہِ راست مأمور ہونا ثابت ہوتا۔ (ص233)

42: حضرت جیلانی پیالے پی کر مست ہو جاتے ہیں اور راز ظاہر کر دیتے ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ دریا نوش کر کے بھی کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ (ص250)

43: غوث پاک کی کیفیت دریا کے شور والی ہے، جبکہ ہمارے مشائخِ چشت سمندر کی طرح خاموش ہیں۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اُتنا ہی وہ خاموش ہے (ص251)

44: حیرت ہے جن غالی لوگوں (قادری بزرگوں) کے شیخ (پیرانِ پیرؒ) تمام عمر بوجہ سکر وفنا وعروج وحال وادلال وزہو وعموم دعاوِی طویلہ وعریضہ وشطحیاتِ کثیرہ کا بکثرت اظہار فرماتے رہے اور وہ ہمارے مشائخ کو جو تا مدّتِ حیات مقامِ عبودیّتِ محضہ میں رہے اور کامل ترین اصحابِ صحو تھے، کم قرار دیتے ہیں، ایسے ہی موقع کے لئے کسی نے یہ شعر کہا تھا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے (ص251)

45: حضرت محبوبِ سبحانی قدس سرہٗ ساری زندگی صاحب سُکر وحال وادلال ہی میں رہے اور عُمرِ شریف کے آخری چار دِن میں عبدیّت ونزول کی طرف کسی قدر رجوع نصیب ہوا، مگر مقامِ عبدیّت ونزول تام نہ ہوسکا (ص251)

46: اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک ایسا شیخ جس کی ساری زندگی فخر وادلال اور سکر وحال میں

گزری ہے' اُس کی زندگی کے آخری ایّام میں یک لخت تغیر وانقلاب کیوں واقع ہوگیا؟ اُس کی زندگی کے آخری ایّام میں کس ایسی مقدّس ہستی کا فیض ہوا کہ ساری زندگی کے ادلال وناز کو چھوڑ کر مقامِ عبدیّت ونیاز کی طرف آگئے (ص278)

47: ابراھیم قندوزی مجذوب ایک رات غوثِ پاک کے ساتھ مسجد میں اکٹھے ہوئے ...... حضرت غوثِ پاک کے سرہانے ایک بڑا پتھر لے کر کھڑے ہوگئے اور کہا جی چاہتا ہے کہ سر کچل دُوں' مگر تیری ماں ضعیف ہے' اُسے صدمہ ہوگا (ص279)

48: حضرت شیخ اپنی شان میں قصیدوں پر قصیدے لکھتے رہے اور ساری زندگی دعاویِ طویلہ وعریضہ وکثیرہ کا اظہار فرماتے رہے' مگر آپ بوجہِ سکر وحال معذور تھے (ص280)

49: اِسے زیادہ سے زیادہ مباح کے درجہ میں شمار کرو گے' جبکہ متّقین کا ورع وتقوٰی تو مباحات میں ہی ہوتا ہے (یعنی حضرت شیخ متّقی بھی نہ ہوئے معاذ اللہ) (ص280)

50: حضرت پیرانِ پیرؒ تا مدّتِ حیات صاحب مقام نہ ہو سکے' صاحب حال رہے اور صاحب حال پردے میں ہوتے ہیں' اُن کی آنکھوں سے پردے نہیں اُٹھ سکتے۔ (ص282)

51: حضرت شیخ سے کسی ایسی عجیب وغریب کرامت کا صدور نہیں ہوسکا' جس کا ظہور کسی اور سے نہ ہوسکا ہو (ص282, 283)

52: البتہ ہمارا جوابی دعوٰی بدستور باقی ہے' جسے کوئی غالی تاقیامت توڑ نہیں سکے گا' یعنی سب قادریوں کو سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوجانا چاہیئے (ص311)

53: جس قادری کو بھی فیضِ غوثیہ ملے گا' بوساطتِ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ ہی ملے

گا۔ (ص311)

54: سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی قدّس سرّہٗ جیسے بزرگ موجود تھے' جن سے سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی فیض حاصل کرتے رہے' روحانی مشکلات حل کرواتے رہے (ص312)

55: سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ معین الدّین اجمیری قدّس سرّہٗ جیسے مُرید موجود تھے' جو مقامِ ادلال وناز میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نکال کر مقامِ عبدیّت ونیاز پر پہنچا دیتے (ص312)

56: ثابت ہوا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو ایک نقشبندی بزرگ نے غوثِ اعظم بنایا (ص315)

57: شیخ عبدالقادر جیلانی کی زندگی نے وفا نہ کی کہ آپ منصبِ ولایت کی تکمیل کر پاتے (ص316)

گستاخیوں کی اِس مجمل فہرست پر نگاہ ڈالنے سے آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ ہم نے اِن ہر دو مذکورہ مولوی صاحبان کے متعلّق ناروا سختی کا مظاہرہ بالکل نہیں کیا' بلکہ ایسے موقع پر اِن جیسے لوگوں سے سختی نہ برتنا بجائے خود ایک گناہ ہوتا ہے۔ بقولِ سعدیؒ شیرازی ؎

نکوئی بابداں کردن چنان است   کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اگر جوابِ آں غزل کے طور پر میری تحریر میں آپ کو کچھ سختی نظر آئے تو ذرا اُن آیات پر بھی نگاہ ڈال لیجئے گا' جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے گستاخوں کو

ڈانٹتے ہوئے اُنہیں حرام زادہ تک قرار دے دیا اور پھر اِسی تناظر میں مندرجہ ذیل حدیث شریف کے الفاظ بھی قابلِ غور ہیں کہ جب یہودِ بنُونضیر و بنوقُریظہ کی اسلام دُشمن پالیسیاں واضح طور پر سامنے آگئیں اور اُنہوں نے پیغمبرِ اسلام کے اہلِ بیتؓ عظام کے بارے غلط زبانی اپنا شیوہ بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا کہ غزوۂ خندق سے فراغت کے فوراً بعد اِن سے بھی نمٹ لیں۔ چنانچہ آپؐ اُن کے قلعوں کے پاس تشریف لائے‘ ایک طرف اُس مُجسّم شرافت وحیاء‘ رحمت وشفقت اور تہذیب وادب کے نقطۂ کمال پر فائز شخصیّت کو دیکھئے‘ جس کے فرقِ اقدس پر وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ کا منصوص تاج رکھا گیا اور دوسری طرف اِن کلمات پر بھی ذرا غور فرمائیں۔ آپ نے یہودِ بنُو قریظہ کو مخاطب فرماتے ہوئے بآوازِ بلند فرمایا: یااِخوَةَ القِرَدَةِ وَالخنازیرِ کہ اے بندروں اور سُؤروں کے بھائیو! جب یہودیوں نے آپ کی زبانِ اقدس سے خلافِ توقُّع ایسے سخت کلمات سُنے تو حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے یا أبا القاسم لم تكُ فحّاشاً ترجمہ: کہ اے ابوالقاسم ﷺ آپ اِس سے پہلے تو ایسے غیر مہذّب الفاظ بولنے والے نہ تھے۔ (ملاحظہ ہو ''المُستدرک للحاکم'' الجزء الثالث ص 37 مطبوعہ بیروت سنِ طباعت 1990)

اب غور فرمایئے کہ آخر وہ کیا کیفیّت تھی‘ جس نے آپ جیسی سراپا حلم وحیا اور مُجسّم مہر و وفا ذات کو ایسی گفتگو پر مجبور کر دیا تھا‘ لہٰذا اِس معاملے میں میری طرف سے بھی معذرت قبول کیجئے۔

بقولِ علاّمہ بوصیریؒ ؎

يا لائمى فِى الهَوَى العذُرِىِّ معذِرَةً
منّى اِليكَ وَلَو اَنصَفتَ لَم تَلُمِ[1]

اِسی طرح کچھ ایسے گندے ذہن کے لوگوں پر تنکیل وتادیب کے حوالے سے آپ نے صحابۂ کرامؓ کو فرمایا کہ من تعزّی بعزاءِ الجاهليّةِ فأعضوه بِهَنِ أبيهِ وَلَا تكنُوا (مشکوٰۃ شریف ' باب المفاخرة والعصبيّة ' الفصل الثانی حدیثِ رابع) یعنی جو شخص تمہارے سامنے آکر اندازِ جہالت اپناتے ہوئے تمہارے مؤمن وشریف آباء واجداد کی توہین کرے اور اپنے نسب پر فخر ومباہات کرے تو اُسے کہو کہ تُو اپنے باپ کا سرمایۂ مَردی مضبوط کر کے دانتوں میں پکڑ لے۔ (اِس کلمہ کی مزید وضاحت مقصود ہو تو اپنے علاقے کے کسی مُستند عالمِ دین کی طرف رجوع کیا جائے)۔

جس طرح اِس کائناتِ بسیط میں موسم بدلتے رہتے ہیں‘ گرمی‘ سردی‘ خزاں اور بہار اپنے اپنے وقت پر نمودار ہوتی ہے‘ اِسی طرح انسان کے اندر کا موسم بھی بدلتا رہتا ہے۔ غم‘ خوشی‘ قبض وبسط‘ نرمی ودرشتی اور دیگر طبعِ انسانی سے متعلّق تمام جذبات‘ یہ سب ایسی کیفیّات ہیں‘ جو خارجی وداخلی مختلف النوع اسباب کے زیرِ اثر انسان پر طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اِن بدلتی کیفیّات کے ساتھ آدمی کا لب ولہجہ بھی ضرور بدلتا ہے‘ نتیجتاً گفتگو کے تیور بھی مدّ وجزر کا شکار رہتے ہیں۔ کیوں کہ گفتگو دو طرح کی ہے۔ ایک وہ گفتگو جو زبان سے کی جاتی ہے جبکہ دُوسری وہ گفتگو‘ جو زبانِ قلم سے ادا ہوتی ہے۔ لہٰذا قلم پر داخلی کیفیّات کا اثر انداز ہونا بھی ایک فطری امر ہے اور پھر یہ حقیقت بھی تو نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ جس طرح گفتگو کا

---

[1] اے مجھے عشق ومحبت کے معاملے میں ملامت کرنے والے! اگر تُو انصاف سے کام لیتا تو مجھے ہرگز ملامت نہ کرتا۔

لب ولہجہ موضوعِ بحث کا مرہونِ منّت ہوتا ہے‘ اِسی طرح بطنِ قلم سے جنم لینے والے اَطفالِ نقوش بھی موضوعِ زیرِ بحث کی تاثیر اپنے دامن میں لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جبکہ کسی ایسی تالیف میں یہ باتیں اور بھی زیادہ ملحوظِ نظر رکھنا ضروری ہو جاتی ہیں‘ جو کسی کے جواب میں منصۂ شہود پر آ رہی ہو۔ فقیر کی یہ ادنیٰ کاوش بھی چونکہ سیالوی صاحب کی سلسلہ جنبانی کا منطقی نتیجہ ہے‘ لہٰذا تالیفِ ہٰذا میں قارئین کو یہ سب فطری لوازم پیشِ نظر رکھنا ہوں گے۔

علمی گفتگو کا جواب علمی پیرائے میں ہوگا اور ادبی چوٹوں کا جواب‘ جوابِ آں غزل کے طور پر اُسی لہجہ میں دیا جائے گا۔ چوں کہ سیالوی صاحب نے اپنے موقف کے اثبات میں اشعار سے استناد اور مسائل کا استنباط فرمایا ہے‘ اِسی لیے دورانِ تحریر سلطانِ ادب نے اپنے خُم خانۂ بیان سے ہمیں بھی بادۂ نظم کا ایک جُرعہ بخش دیا‘ جس کی مستی سے سرشار ہو کر ہمارا قلم از خود اساتذۂ سُخن کے متعدّد جواہر دامنِ قرطاس میں ڈالتا چلا گیا۔ ہمارے اِس مسکنت کدۂ گفتار و تحریر کے صحنِ معانی میں آپ کو جو بزمِ سُخن سجی نظر آئے گی‘ اِسے ہرگز تکلّفانہ سعی گمان نہ کیجئے اور ظنّوا المؤمنین خیراً پر نظر رکھتے ہوئے‘ اِسے مُوھبِ اسرار و نکات کا محض سلسلۂ بذل و عطا خیال فرمائیے گا۔ بقولِ راقم؎

پیغام رسائی سے پتہ چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتہ چلتا ہے
طاقت ہے مِرے ذہن کے پیچھے کوئی
اِلقائے معانی سے پتہ چلتا ہے

ہوسکتا ہے کل کلاں کسی اور موضوع پر قلم اُٹھاتے ہوئے ہمارے اندر کا موسم کچھ اور ہو‘ جس کے سبب ہمارے اُسلوبِ سُخن میں آپ کو مزید کچھ رنگ بھی نظر آ جائیں۔ کیوں کہ ہم عالمِ خلق سے تعلّق رکھتے ہیں‘ جو ارتقائی مراحل سے گزر کر ہی کمال پذیر ہوتا ہے‘ چنانچہ کسی استاد کے درجِ ذیل شعر میں ذرا مدارجِ سکون کی ارتقائی صورتیں ملاحظہ ہوں۔

بہ قدرِ ہر سُکوں‘ راحت بود‘ بنگر تفاوت را
دویدن‘ رفتن‘ استادن‘ نشستن‘ خُفتن و مُردن

اِسی مرحلہ وار سفرِ اقلیمِ سُخن کی وجہ سے آپ کو میری تصانیفِ منظومہ و منثورہ میں بھی مضامین و معانی کا تنوّع نظر آئے گا‘ جو عند العقلاء قابلِ تعزیر نہیں‘ بلکہ لائقِ تحسین ہے۔ لہٰذا میری ایسی جُملہ علمی کاوشوں پر نظر ڈالنے سے پہلے اِس امرِ فطری کو بھی ضرور ملحوظ رکھا جائے‘ کیونکہ اکثر انہی باتوں کی وجہ سے عوامُ النّاس میں میرے متعلّق مختلف غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے‘ لیکن اگر طبیعت متلاشیِ حق اور قبولِ حق کے لیے آمادہ بھی ہو تو پھر آپ کو ان شاء اللہ میری کسی بھی تحریر میں ابلاغِ مفہوم کی کہیں کمی نظر نہ آئے گی اور کسی صاحبِ قلم کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنا مافی الضّمیر جس اسلوبِ بیان میں اپنے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہو بہ تمام و کمال پہنچا دے۔ اِسی کو تبلیغ کہتے ہیں اور یہی ہماری ذمّہ داری ہے۔ وَما علینا اِلّا البلاغ المُبین کا جملہ جو اکثر خطباء حضرات اختتامِ خطاب پر فرماتے ہیں‘ اُس کا بھی یہی مفہوم ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ جب اُس کی محبوب ترین چیز کے بارے کوئی شخص ناشائستہ زبان استعمال کرے تو آدمی حُبّكَ الشیئ یُعمِی وَیُصِم کے تحت

بہت کچھ کرگزرنے پرآمادہ ہوجاتا ہے۔مگر میں نے پھر بھی ایسا نہیں کیا' بلکہ ایک محدود دائرے میں رہتے ہوئے بات کی ہے'لیکن بصیر پوری صاحب کا مکمّل علاج بالمثل ہونا ابھی باقی ہے۔اِس کتاب میں تو ضمناً اُن کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اِن شاء اللہ فرصت نکال کر اُن کی تمام یاوہ گوئیوں اور بیہودہ گفتاریوں کا مدلّل جواب دُوں گا۔کیوں کہ ؎

ابھی لا انتہا ذرّوں کو ہے پرواز کی حسرت
کوئی آندھی بقدرِ ظرفِ ویرانہ نہیں اُٹھی

آخر حضرت پیرانِ پیرؒ میرے رُوحانی وایمانی بزرگ ہونے کے علاوہ میرے جدِّ اعلیٰ بھی ہیں اور میرے اتصالِ نسب کی صحّت کا یہ تقاضا بھی ہے کہ میں اُن کے دُشمنوں کے دانت ضرور کھٹّے کروں۔اگر کوئی یہ کہے کہ بصیر پوری صاحب کی کتاب کو شائع ہوئے تو پانچ سال گزر گئے' مگر آپ نے اِس انداز میں اُن کے خلاف اب تک قلم کیوں نہیں اُٹھایا اور اب ایسی کیا ضرورت آن پڑی کہ آپ اُن پر یوں برس پڑے۔جواباً گزارش ہے کہ بصیر پوری صاحب کے جواب میں جب میرے اُستاد بھائی مولنا ممتاز احمد چشتی صاحب نے کتاب ''قدمِ الشیخ عبدالقادرؒ علٰی رقاب الاولیاء الاکابر'' لکھّی اور مُجھے مسوّدہ بھجوایا کہ اِس پر اپنا تبصرہ تحریر کردیجئے تو میں نے اُس وقت بھی اُنہیں کہہ دیا تھا کہ آپ نے ہر چند تحقیقی انداز میں جواب تو لکھ دیا ہے'لیکن گستاخانِ غوثِ پاکؒ کا علاج بالمثل ضروری ہے اور وہ مجھے کرنا ہے۔اُسی وقت سے میں نے اپنی مصروفیتوں کے باوجود بصیر پوری صاحب کی گستاخیوں کے جواب میں متعدّد کُتب سے نوٹس لگا کر رکھ دیئے' تا کہ بوقتِ ضرورت کام آسکیں اور وہ ذخیرۂ دلائل بحمد اللہ تعالیٰ اب بھی میرے

پاس موجود ہے' جسے میں لحاتِ فرصت میں ترتیب دے کر منظرِ عام پر لاؤں گا اور دُنیائے تصوّف کی جن عظیم شخصیّات کو جبراً گھسیٹ کر پیرانِ پیرؒ کے جُرمِ گستاخی میں شریک کرنے کی جو ناپاک سازش کی گئی ہے' اُسے بےنقاب کروں گا۔ ع

مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

قارئینِ ذی قدر! مجھے اعتراف ہے کہ سیالوی صاحب کے کتابچے ''ازالۃ الرّیب'' کا جواب قدرے تاخیر سے منظرِ عام پر آرہا ہے'اِس کے متعدّد اسباب ہیں۔جن میں سے پہلا اور اہم سبب تو میرا خانقاہی ماحول ہے۔اندرون و بیرونِ مُلک سے آنے والوں کو ملاقات کا وقت دینا اور اُن کا مدّعیٰ سُن کر دُعا کے ساتھ مناسبِ موقع کلمات سے اُنہیں مطمئن کرنا' دوسرا سبب میرے وہ سفر ہیں' جو مُجھے ملک کے اندر اور باہر دینی اور تبلیغی سلسلے میں کرنا پڑتے ہیں' تیسرا سبب یہ بھی ہے کہ ایسے حسّاس موضوع پر قلم اُٹھانے سے پہلے موافق ومخالف تمام کتب کا کھنگالنا' مخالفین کے دلائل پر غور وفکر کے بعد کتاب وسنّت اور اسلاف کی کُتبِ معتبرہ سے اُن کا جواب نکالنا ضروری ہوتا ہے' جو خاصا وقت اور محنت طلب کام ہے۔ورنہ پھر کتاب کی وہی حالت بنتی ہے' جو سیالوی صاحب کی ''ازالۃ الرّیب'' کی بنی ہے۔ایسے لگتا ہے اُنہوں نے یہ کتاب اُونگھتے' سوتے یا چلتے پھرتے لکھّی ہے۔جب کہ مَیں نے یہ کتاب بحمد اللہ بقائمِ ہوش' بعالمِ بیداری اور پھر نگارِعلم کے چرنوں میں باقاعدہ مؤدّب بیٹھ کر تالیف کی ہے۔اِس کے باوجود میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میری یہ کاوش کتابی دُنیا میں ایک علمی اضافہ ثابت ہوگی' البتّہ انصاف پسند حضرات اِس میں بہت سے ایسے حقائق ضرور موجود پائیں گے' جنہیں عام طور پر دانستہ یا نادانستہ پردۂ خفا میں رکھا جاتا ہے۔اگر مُجھے صرف لکھنے پڑھنے کی ذمّہ داری نبھانا ہوتی

جیسا کہ علمائے کرام کو اس نعمتِ غیر مترقبہ سے نوازا گیا ہے تو اس سے کہیں بہتر اور جلد تر یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہوتی' مگر میرے خانقاہی عوارض اور ہزاروں متعلّقین کے سبب پیش آنے والی ھمہ قسمی مصروفیات مجھے بہت کم لحاتِ فرصت میسّر ہونے دیتی ہیں۔ اِس کے باوجود بھی میرا اِتنا کچھ کر لینا' میرے خالق و مالک کا مُجھ پر فضلِ خاص نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر سیالوی صاحب کی طرف سے یہ سلسلہ مزید آگے چلایا گیا تو ان شاء اللہ یہ فقیر بھی ما حضر پیش کرتا رہے گا' اگرچہ بہ دیر ہی سہی' لیکن ''دیر آید دُرست آید'' کے مطابق مشتاقانِ علم وادب کے ذوق کی تسکین کا خاطر خواہ سامان فراہم کیا جاتا رہے گا۔ فارسی کے عظیم صوفی شاعر میرزا عبدالقادر بیدلؔ کے بقول ؎

بہر کجا ناز سر بر آرد' نیاز ہم پائے کم ندارد
تُو و خرامے و صد تغافل' من و نگا ہے و صد تمنّا

جس طرح بنو قُریظہ کے گستاخ یہودیوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اور حضور علیہ السّلام نے اپنے شاعرِ دربار حضرت حسّان بن ثابتؓ سے ارشاد فرمایا تھا کہ تُو اِن بدزبانوں کو اِنہی کے موافقِ طبع لب و لہجے میں جواب دے' چنانچہ بخاری شریف میں وہ کلمات اِن الفاظ میں موجود ہیں۔ قال النبی ﷺ لحسّان أُهجُهم أوهَاجِهم وجبرئيلُ معكَ (نبیِ اکرم ﷺ نے حضرت حسّانؓ کو حُکم دیا کہ تو اِن گستاخوں کی ھجو (مذمّت) کر کہ جبریلِ امینؑ تیرے ساتھ ہیں) یا اِسی مقام پر یہ الفاظ بھی ہیں: قال النبی ﷺ یوم قريظة لحسّان بن ثابت أُهجُ المشركينَ فانّ جبرئيلَ معكَ' یعنی بنو قریظہ کو سزا دینے کے دِن حضور علیہ السّلام نے حضرت حسّان بن ثابتؓ سے فرمایا کہ تُو مشرکین کی ھجو کر' کیونکہ تائید و تقویت کے لیے

جبرئیلِ امینؑ بھی تیرے ساتھ ہے[1]۔

یوں سمجھئے کہ اِسی طرح گویا مجھے بھی دربارِ غوثیہ سے حُکم دیا گیا ہے کہ میں اِن گستاخوں اور بدزبانوں کو لگام ڈالوں اور کعب بن اشرف یہودی قُرظی (بحوالۂ حاشیۂ بخاریؒ[2]) جو اپنے ہجو یہ اشعار اور کفّارِ مکّہ کے ساتھ اندرونی ساز باز کے ذریعے اسلام اور بانیٔ اسلام کو نقصان پہنچانے کی ناپاک سازش کرتا اور آنحضرت ﷺ کے خلاف گندی زبان استعمال کرتے ہوئے آپ کو اذیّت پہنچاتا رہا' اُس کے خاتمے کے لئے بھی دربارِ رسالت سے یہ حکم جاری ہوا' مَن لكعب بن الاشرف فانّهٗ قد اٰذى اللهَ ورسولَهٗ[3] یعنی آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کو اِس کارِ ثواب پر آمادہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے' کیونکہ اُس نے یقیناً اللہ اور اُس کے رسُولؐ کو تکلیف پہنچائی ہے۔

وہ اشرف کا بیٹا کعب تھا' جس نے اپنی ناپاک زبان کے ذریعے اللہ کے رسولؐ اور رسولوں کے سردار کو تکلیف پہنچائی' یہاں تو اُس کعب کے بھی باپ خود اشرف صاحب ہیں' جنہوں نے اپنے گستاخ قلم سے نہ صرف اللہ کے ایک ولی' بلکہ ولیوں کے شہنشاہ کو ایک دوزخی سے کھُلی تشبیہ دیکر آپؓ کو' آپ کی اولاد اور آپ کے سچّے نیاز مندوں کو دِلی تکلیف پہنچائی ہے' وُہ کعب بن اشرف قُرظی[4] تھا اور یہ اشرف تقریظی ہیں۔ قُرظی اور تقریظی لفظی مشابہت کے علاوہ بہ اعتبارِ مادۂ اشتقاق بھی قریب قریب ہیں' لہٰذا میرے لیے اُنہیں اِس انداز اور لہجے میں جواب دینا ضروری ہوگیا ہے۔

---

1. ملاحظہ ہو: بخاری شریف' جلد ثانی' ص591' مطبوعہ کراچی
2. ملاحظہ ہو: حاشیہ بخاری شریف' جلد ثانی' ص576' مطبوعہ کراچی
3. ملاحظہ ہو: بخاری شریف' جلد ثانی' ص576' مطبوعہ کراچی
4. ملاحظہ ہو: حاشیہ بخاری شریف' جلد ثانی' ص576' مطبوعہ کراچی

یہ تو کوئی غیرت والی بات نہ ہوئی کہ ایک شخص آپ کے ماں باپ کو گالیاں دے' اُنہیں مجنون' مغلوب العقل اور دوزخی تک کہہ ڈالے اور آپ اُس کے ماں باپ کے لئے بلند القاب استعمال کرتے ہوئے کہیں کہ جناب کے والدِ محترم نے یوں فرمایا اور قبلہ کی والدۂ عفیفہ نے فلاں ارشاد فرمایا۔ لہٰذا جنہوں نے میرے دادا کو گالیاں دی ہیں' اگر میں اُن کے متعلق قدرے سخت جملے بھی استعمال کر دوں تو میرا یہ عمل کتاب و سنّت اور تاریخِ اسلامی کے مطابق بجا ہوگا۔ اِس کے باوجود بھی اگر کچھ قارئین کو مجھ سے شکوۂ تُند نگاری و دُرُشت نویسی ہو اور وہ مجھے نصیحتِ ملائمت گفتاری فرمانا چاہیں تو مَیں اُن سے امام بوصیریؒ کی زبان میں یوں عرض کروں گا۔

مَحَضْتَنِی النُّصْحَ لٰكِن لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِی صَمَمٖ [له]

نیازمندِ بارگاہِ محبوبِ سُبحانی
سیّد نصیرالدّین نصیرؔ کان اللہ لہٗ
از درگاہِ غوثیہ مہریہ
گولڑہ شریف' اسلام آباد
۱۵ذی الحجّه ۱۴۲۳ھ مطابق
19فروری 2003ء

له: ترجمہ: اے ناصح! اگرچہ تُو نے مجھے اچھی نصیحت کی' لیکن میں نے اُسے سنا ہی نہیں' کیوں کہ عاشق محبّت کے معاملے میں ملامت گروں کی باتوں سے بہرا ہوتا ہے۔

حرفِ خواندنی

کوششِ بسیار کے باوجود بھی لطمة الغيب علیٰ ازالة الرّيب کی اشاعتِ اوّل میں کچھ اغلاط رہ گئیں' اگرچہ وہ اغلاط معمولی نوعیّت کی تھیں' مثلاً کہیں صفحہ نمبر لکھتے وقت کمپوزر (Composer) کی عدمِ توجہ کے سبب 32 کو 23 یا 79 کو 97 لکھ دیا گیا۔ اِسی طرح بہ سلسلۂ ضبطِ حرکات کہیں زبر' زیر' پیش اپنی جگہ سے کچھ آگے پیچھے ہوگئے جو فہمِ مراد میں خلل انداز ہوتے تھے۔ اِسی طرح کہیں نقطہ' شدّ اور مدّ چھوٹے بڑے ہوکر مفہوم کی وضاحت میں مانع ہوئے' جب کہ کہیں کہیں 'کا' 'کو' کی وغیرہ کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ لکھے گئے اِسی طرح یہ اور اِس جیسی کچھ اور اغلاط اگرچہ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل میں بہ تقاضائے بشریّت رہ گئیں' لیکن بحمد اللہ تعالیٰ کوئی غلطی ایسی نہ تھی' جو ترکیبِ عبارت' اندازِ بیان یا توضیحِ عقائد کے سلسلے میں فاش غلطی تصوّر کی جائے جیسا کہ قبلہ سیالوی صاحب کی کتاب میں متعدّد مقامات پر ایسی اغلاط کی بھرمار ہے۔

ہم نے سیالوی صاحب کی کتاب ازالة الرّيب کا فقط ایک صفحہ قارئین کے سامنے رکھا تھا اور اُس میں بھی ہماری گرفت اُن کلمات و تراکیب پر تھی' جو عند العلماء قابلِ مؤاخذہ ہوسکتی ہیں' ورنہ ہماری کتاب لطمة الغيب میں محوّلہ بالا اغلاط کی طرح تو ازالة الرّيب کے تقریباً ہر صفحہ پر اغلاط موجود ہیں' بلکہ بعض اغلاط ایسی بھی ہیں' جو سیالوی صاحب کے مقصودِ تحریر کی نفی کر دیتی ہیں' یعنی وہ جو کچھ فرمانا چاہتے ہوتے ہیں' اُس کے برعکس اُنہی کی تحریر مفہوم کو کسی اور طرف کھینچ رہی ہوتی ہے۔ گویا:

من چہ می سرایم و طنبورهٔ من چہ می سراید

والی بات بن جاتی ہے۔ حالانکہ بہ سلسلۂ تحریر و تصنیف جو فُرصت و معاونت سیالوی صاحب

کو مل سکتی ہے' وہ مجھے حاصل نہیں' کیونکہ (بزبانِ سیالوی صاحب) مشاغلِ متکاثرہ ومتنوّعہ کے سبب مُجھے تصنیف وتالیف اور پھر پروف ریڈنگ کے لیے بہت کم لمحاتِ فرصت میسّر آتے ہیں' ایسے میں اگر مجھ سے کوئی فروگزاشت ہوبھی جائے تو اُسے ع

والعذر عند کرام النّاس مقبولٌ

کے تحت قابلِ گرفت نہیں سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں احباب کا شدید اصرار تھا کہ ازالۃ الرّیب کا جواب جلد از جلد منصّۂ شہود پر آنا چاہیئے' چنانچہ تساہلِ کتابت کا ایک سبب یہ بھی بنا' جب کہ سیالوی صاحب کو ایسی کوئی صورتِ حال درپیش نہ تھی۔ نیز اِس حقیقت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اکثر کمپوزر حضرات عربی' فارسی کی تعلیم سے نابلد ہونے کے سبب بار بار اصلاح کے باوجود بھی اپنی کرامات دکھاتے ہیں' مگر پھر بھی اربابِ فہم قارئین بخوبی اندازہ کرلیتے ہیں کہ کون سی اغلاط سہوِ کاتب کا نتیجہ ہیں اور کون سی خطائے مؤلّف کا۔ اِس کے باوجود میں نے بساط بھر کوشش کی ہے کہ لطمۃ الغیب کی اشاعتِ دوم میں اغلاط کی تصحیح کردی جائے' اگر پھر بھی قارئین کو کتابت سے متعلّق کہیں کوئی غلطی نظر آجائے تو ہمیں مطّلع فرما کر مشکور ہوں۔ آخر میں ایسے کرم فرماؤں کی خدمت میں علّامہ سیمابؒ کا درجِ ذیل شعر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں' جو ایک عیب دیکھ کر سینکڑوں خوبیاں نظر انداز کردینے کے عادی ہوتے ہیں ۔

تری اِس بھول کا احساں' تری اِس یاد کا شُکر
کہ مجھے بھول گیا' میرے گُنہ یاد رہے

(ازمصنف)

14 اپریل 2003ء' مطابق ۱۱ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

رسالہ ''پیرانِ پیرؒ'' میں موجود عبارت کا خودساختہ انطباق

بحمداللہ تعالیٰ میرے عقائد اہلِ سُنّت وجماعت والے ہیں اور میرے اکابرینِ عظام نے کتاب وسنّت کی روشنی میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے مَیں اُنہی پر کاربند ہوں۔ اِتنا ضرور ہے کہ مَیں کسی بزرگ سے بزرگ شخصیّت کی ہر بات کو بے چون وچرا تسلیم کرنے سے پہلے اُسے فرمانِ خُدا اور ارشاداتِ مصطفیٰ ﷺ کے آئینے میں ضرور دیکھ لیتا ہوں۔ کیونکہ فردّوہُ اِلَی اللّٰہِ والرّسولِ ......الخ اور مَا اٰتکُمُ الرّسُولُ فخذوہُ وَما نھاکُم عنہ فانتھُوا کا مقتضیٰ ومفہوم یہی ہے۔ اہلِ حقیقت وطریقت میں سے کوئی بزرگ شخصیّت بھی ایسی نہیں گزری' جس نے اپنی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی ہر بات کو علی الاطلاق علی العموم اور غیر مشروط طور پر مان لینے کا حکم صادر فرمایا ہو' بلکہ ''کُل طریقۃٍ ردّتھا شریعۃٌ فھی زندقۃٌ'' اور ''قولِ شیخ حجت نیست' دلیل باید از کتاب وسُنّت'' جیسے واضح اعلانات اُن بزرگوں کی صداقت شعاری اور حق پرستی کا کُھلا ثبوت ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ شرحِ فتوح الغیب میں نقل کرتے ہیں۔ لہٰذا ملاحظہ کیجیے۔

فتوح الغیب اور اُس کی شرح کا اقتباس: پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں

کلّ حقیقۃٍ لا یشھدلھا الشّرع فھی زندقۃٌ شاہ عبدالحقؒ فرماتے ہیں ہر حقیقتے کہ گواہی ندہد وثابت نگرداند اُورا شریعت' پس آں حقیقت زندقہ است یعنی کفر والحاد وانکارِ دین وآخرت ونفیِ احکامِ ربوبیّت است وباید دانست کہ حقیقت امرے مبائن ومخالف نیست شریعت را بلکہ حقیقتِ حقیقت شریعت است .... واگر یکے را چیزے کشف شود

کہ شریعت مخالف است دروغ وباطل باشد واگر آنرا اعتقاد کند کافر گردد[1] الخ

میں نے بہت بڑا عالم ومحقّق ہونے کا دعوٰی کبھی نہیں کیا

اور نہ اپنے ملنے والوں سے تقاضا کرتا ہوں کہ وہ مُجھے اِن القابات واعزازات سمیت تسلیم کریں۔ اگر سیالوی صاحب کو اشتہارات و اعلانات میں عمدۃُ الاذکیاء‘ اُستاذ العلماء‘ سرمایۂ اہلِ سنّت‘ رئیس المحقّقین‘ امام المناظرین‘ اُستاذ الاساتذہ‘ شیخ الحدیث والتفسیر اور حضرت علاّمہ ابوالحسنات کے القابات سے نوازا جائے بلکہ اُن کی اپنی کتاب کے سرِ ورق پر یہی القاب لکھ کر اُن کا اسمِ گرامی لکھا جائے تو نہ یہ تعلّی ٹھہرے‘ نہ بہ زعمِ خویش علاّمہ ومحقّق العصر بننے والی بات ہو اور نہ اِسے خودستائی پر محمول کیا جائے‘ لیکن اگر کوئی متعلّق وعقیدت مند مُجھ ہیچ میرز کے لیے کچھ الفاظ لکھ اور بول دے تو یہ بات معیوب ٹھہرے۔ یہ کیسا دوہرا معیار ہے؟ میرے آباء واجداد علم وعرفان کے مینارۂ نور رہے ہیں جن کی علمی‘ ادبی اور روحانی عظمتوں کو ایک زمانہ تسلیم کرتا ہے‘ جبکہ سیالوی صاحب قبلہ کے والدِ محترم کا شاید نام بھی کوئی نہ جانتا ہو‘ اور یہ پتہ بھی نہ ہو کہ وہ کیا کام کرتے تھے اور اُن کا مسلک ومذہب کیا تھا؟ ایسی باتیں لکھنے‘ لکھوانے اور شائع کرانے سے پہلے آدمی اپنے حسب‘ نسب اور دامن کو اچھی طرح دیکھ لے‘ ورنہ جب حقائق منظرِ عام پر آتے ہیں تو جگ ہنسائی ہوتی ہے۔

مَیں تو رضائے الٰہی اور تبلیغِ دینِ متین کی نیّت سے جو کچھ کتاب وسنّت اور فرمودات صحابہؓ وسلف صالحینؒ میں سے سمجھ پاتا ہوں‘ تحریرًا اور تقریرًا عوام النّاس تک

[1]: فتوح الغیب مقالہ نمبر 40 وشرحِ اُوازشاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ص 181,180 مطبوعہ لاہور سنِ طباعت 1282ھ

پہنچا دیتا ہوں۔ بے جا نیازمندی‘ خوشامدانہ جُملے اور ریاکارانہ ادب وآداب کے کلمات بولنے اور لکھنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اللہ والوں کی تعریف کرنا باعثِ ثواب سمجھتا ہوں‘ جس پر میرے مجموعہ ہائے کلام گواہی دے رہے ہیں۔ لیکن فیّاضِ ازل نے محض اپنے فضل وکرم سے مُجھے جس ذوقِ توحید اور سرمستیٔ محبّتِ ذات کی نعمت سے نوازا ہے‘ اُس کی واضح چھاپ میرے معمولاتِ شب وروز‘ نجی محافل‘ منبر کی گفتگو اور تحریرات وخطبات پر نظر آئے گی اور کسی کلمہ گو کا محبّتِ محبوبِ حقیقی میں یوں مست ہونا کہ اُس کے دِل ودماغ پر بجز اُس ذات کے اور کچھ نقش نہ رہے‘ مذموم نہیں‘ بلکہ محبوب ہے۔ کتاب وسنّت کے علاوہ صوفیائے کرام اور سلف صالحین کے ارشادات اِس پر شاھد ہیں‘ جیسا کہ رسالۂ قشیریہ میں ہے: سمعت الاستاذ (الدّقاق) یقولُ ذٰلِك وحُكی عن ابی سعید الخرّازؒ انّه قالَ: رأیت النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی المنام فقلتُ یا رسُول اللّٰه أ عذرنی فانّ محبّة اللّٰه شغلتنی عن محبّتِكَ فقالَ یا مبارَكُ من أحبّ اللّٰه فقد احبّنیؕ[1] الخ ترجمہ: میں نے اپنے استاذ ابوعلی دقّاقؒ سے سُنا‘ اُنہوں نے حضرت ابوسعید خرّازؒ سے حکایت بیان کی وہ فرماتے تھے‘ میں نے خواب میں رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی‘ پس میں نے آپؐ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم مُجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسا مست کیا کہ میں اور محبّتوں کو بھول گیا یہاں تک کہ میں آپؐ کی محبت سے کہیں زیادہ اپنے خالق کی محبت اپنے دِل میں پاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اے برکت والے: ایک ہی بات ہے جس نے

[1]: حاشیہ شرح رسالۂ قشیریہ جزءرابع‘ ص 177 مطبوعہ بیروت

اللہ سے محبت کی گویا اُس نے مجھ سے محبت کی (کیونکہ میں یہی تعلیم دینے کے لئے ہی تو آیا ہوں)۔ بہرحال مَیں بزرگانِ دین کی کرامات کے بجائے اُن کی تعلیمات کے فروغ کے لیے زیادہ کوشاں رہتا ہوں' اِسی لیے مَیں نے جب ماہِ ربیع الآخر میں بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر ''طلوعِ مہر'' میں مضمون ''پیرانِ پیرؒ کی شخصیت' سیرت اور تعلیمات'' لکھا تو پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کے مختصر حالاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ اُن کی تعلیمات پر بھی کُھل کر لکھا اور آپؒ کی تصنیفات وخطبات کے حوالے دے کر آپ کا عقیدہ اور تعلیم اپنے قارئین تک پہنچائی۔

حضرت پیرانِ پیرؒ کی تصانیف اور خطبات ومواعظ کا تھوڑا بہت مطالعہ رکھنے والے بیدار مغز اہلِ علم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ آپؒ نے توحیدِ باری تعالیٰ کے بیان میں جس قدر سعیِ بلیغ فرمائی' ردِّ شرک وبدعات میں جس قدر جدّ وجہد کی اور افراط وتفریط سے ہٹ کر دینِ متین کا جس طور پر تعارف کرایا وہ انداز بزرگانِ دین میں سے شاید ہی کسی کے حصے میں آیا ہو؟ لہٰذا مَیں نے بھی بطورِ تبرّک ونمونہ اپنے مضمون میں حضرت پیرانِ پیرؒ کے خطبات میں سے کچھ اقتباسات نقل کیے' جن میں ایک اقتباس وہ بھی تھا۔ جس پر برانگیختہ ہوکر مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب نے ایک عدد کتاب' ایک عدد غیر مطبوعہ مقالہ اور متعدّد تقاریر میں میرے خلاف زہر اُگلا' مجھ پر وہابیت وگمراہی کے الزام لگائے اور مزید برآں اپنا علمی رُعب جمانے کے لئے مجھے کھوکھلا' بے معنیٰ اور نام نہاد چیلنج بھی کر دیا' جس کا مکمّل جواب آپ میری اِس کتاب میں وضاحت سے پڑھیں اور انصاف کریں کہ حق کدھر ہے۔

ہم اپنی اِس تصنیف میں سیالوی صاحب کے قائم کردہ اعتراض کا جواب تفصیل اور دیانت داری سے دیں گے اور صفحہ وار بالترتیب اپنا معلوماتی ماحضر پیش کریں گے۔

ہر منصف مزاج' صاحبِ علم و دیانت اور دُنیائے ادب سے شناسائی رکھنے والا شخص سیالوی صاحب کی کتاب دیکھ کر یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ بوقتِ تصنیف آپ کسی ذہنی دباؤ' دماغی اُلجھن اور غیر یقینی کیفیت کا شکار تھے' یا پھر خود اُن کے بقول اُنہوں نے یہ کتاب اُونگھتے اور سوتے ہوئے تحریر فرمائی ہے۔ کیونکہ عبارات کا باہمی ربط نہیں۔ فقرات بے ترتیب اور اُردو قواعدِ انشاء کی رُو سے غلط' غیر ضروری کلمات کا استعمال' لمبے لمبے عطف اور بے جوڑ اضافتیں یہ سب کچھ آپ کو جابجا سیالوی صاحب کی کتاب میں ملے گا۔

افسوس کا مقام ہے کہ جو شخص فی البدیہہ ایک صفحہ بھی ادبی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر نہیں لکھ سکتا' وہ مجھے اُردو سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے۔ میرے اُردو' عربی اور فارسی کے اشعار جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے۔ میری اُردو دانی اور اُردو فہمی کی واضح دلیل ہے۔

بے چارے سیالوی صاحب تو دُنیائے شعر وادب سے بہت دُور ہیں' اُن کے لئے شعر گوئی تو محالاتِ عادیہ تک ناممکن ہے' البتہ اگر وہ اساتذۂ متقدّمین کے اشعار اُن کے مقررہ اوزان ہی میں پڑھ لیں تو ہم شعر وادب پر اُنکا احسانِ عظیم سمجھیں گے۔

شعر پڑھ سکتا نہیں اور مجھ کو کہتا ہے غلط
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

(اکبر الٰہ آبادیؒ)

بحمد اللہ تعالیٰ دہلی' لکھنؤ' حیدر آباد دکن' رامپور' گلبرگہ شریف اور بریلی کے اہلِ زبان

میرے کلام پر عش عش کر اُٹھیں اور میری اُردو رُباعیات وغزلیات سُن کر برسرِ محفل دہلی کے رئیس الشّعراء اُٹھ کر اعلان کریں کہ ہم آپ کو شعرائے ہند کی طرف سے بالاتّفاق ثانیٔ خاقانیِ ہند کا لقب پیش کرتے ہیں‘ میرے اشعار اور ادبی نثر پارے دُنیائے ادب کے اساتذہ سے داد وصول کر چکے ہیں‘ جب کہ سیالوی صاحب جچی تلی اُردو لکھنے اور بولنے کی جتنی صلاحیت رکھتے ہیں اور آپ کے کلام کا جس قدر باہمی ربط ہوتا ہے اُس کا ہر وہ اُردو ادب شناس اور ماہرِ لُغت اندازہ کر سکتا ہے‘ جس نے آپ کا خطابِ پُر عتاب سُنا ہے‘ یا جس نے آپ کی کتاب ازالۃ الرّیب کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ پھر بھی حیرت ہے کہ وہ مجھے اُردو کے ایک پیرے کے سمجھنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ بقولِ راقم ؎

بر بند لب‘ اے خود سرِ تلقیں آغاز
با مصدرِ فہم و ہوش ایں پندِ دراز
یعنی کہ دہی بادِ صبا را اے کور!
از کم نظریِ عقل‘ درسِ پرواز

اگر ہم پروف ریڈنگ کے اُصول پیشِ نظر رکھ کر اُن کی کتاب کا مطالعہ کریں تو صفحہ نمبر 1 تا 90‘ ہر صفحہ میں کئی کئی غلطیاں نکل سکتی ہیں۔ لیکن یہاں ہم صرف موٹی موٹی باتوں کا جواب دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور یہی مقصدِ تالیفِ کتاب ہے۔

آفتاب آفاقی صاحب کا آفاقی کارنامہ

سیالوی صاحب کی مؤلّفہ ازالۃ الرّیب کا ابتدائیہ تحریر کرنے کی سعادت کے۔بی آفتاب آفاقی صاحب کے حصّے میں آئی۔ اُنہوں نے مندرجاتِ کتاب کی جو تعریف کی وُہ اُن کا حق ہے‘ کیونکہ مؤلّفِ محترم اُن کے اُستاذِ گرامی ہیں‘ البتہ اُنہوں نے مجھے ضالّ و مُضلّ ثابت کرنے کے لئے جو سعی فرمائی ہے اور میری گمراہی کا سلسلہ جہاں جہاں جوڑا ہے وُہ خلافِ حقیقت و دیانت ہے اُن کا ابتدائیہ اور مؤلّف کی کاوش باہم یوں ہم کنار محسوس ہوتے ہیں کہ ان کی منزلِ مقصود احقاقِ حق نہیں‘ بلکہ فقط میری تذلیل و تحقیر ہے۔ ہر بیدار مغز اور منصف مزاج قاری اِس ابتدائیہ اور کتاب کا مطالعہ کر کے یقیناً اِس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اہلِ سنّت کے عقائد کی اصلاح کی آڑ میں فقط میرے خلاف زہر اُگلنے کا بہ بطورِ خاص پروگرام بنایا گیا ہے اور وہ بھی مخصوص افراد کی شہ پر۔ جبکہ وہ افراد میرے خاندان کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بقولِ راقم ؎

میری رسوائی کی عالمگیر ہے یہ تحریک
یہ منصوبہ مجُھ کو سوچا سمجھا لگتا ہے

حالانکہ میرے افرادِ خاندان کو شرم کے مارے ڈوب جانا چاہئیے کہ وہ ایک ایسے شخص کی سرپرستی کرتے ہوئے اُس پر الطاف وعنایات کی بارش برسا رہے ہیں‘ جو اُن کے جدِّ اعلیٰ حضرت پیرانِ پیرؒ کے خلاف لکھّی جانے والی ایک خُبث آئین و دنائت آگیں کتاب پر تقریظ لکھ کر بُغضِ سادات و غوثیّت مآب کا کُھلا مظاہرہ کر چُکا ہے۔ جس کی وضاحت ہم اِس کتاب میں ضرور کریں گے۔ نیز اگر سیالوی صاحب کے حواس نے ابھی

جواب نہیں دیا تو وہ خود سوچ سکتے ہیں کہ اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں میری بدعقیدگی کی فہرست گنواتے ہوئے اُنہوں نے اِس سلسلۂ ضلالت کی پہلی کڑی مسئلۂ نکاحِ سیّدہ کو قرار دیا ہے۔ حالانکہ اِس مسئلہ کا اُن کے موضوع سے کوئی تعلّق ہی نہ تھا معلوم ہوا کہ مسئلۂ نکاحِ سیّدہ میں بھی سیالوی صاحب میرے متضاد نظریہ رکھتے ہیں' جبکہ سیالوی صاحب کے اُستادِ محترم ملک العلماء حضرت علاّمہ عطا محمد بندیالویؒ نے اپنی حیاتِ دُنیوی میں اس مسئلہ پر میری مکمّل تائید فرمائی' بلکہ اپنی پیرانہ سالی اور تدریسی مصروفیّات میں سے وقت نکال کر خاص اِسی مسئلہ (نکاحِ سیّدہ) پر ایک مدلّل کتاب ''سیف العطاء'' بھی تحریر فرمائی اور کمالِ شفقت سے میرے کچھ شذرات اور تحقیقی کلمات کو اپنی اس تالیف میں شامل فرما کر میری طرف سے گویا ایک چیلنج بھی دیا کہ اِس مسئلہ پر معاندانہ رویّہ اپنا کر اختلافات کی خلیج وسیع کرنے کے بجائے سیّد نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی کے ساتھ مخالف علماء بحث کرلیں' نتیجہ خود سامنے آجائے گا۔

نکاحِ سیّدہ کے موضوع پر سیالوی صاحب کو چیلنج

میں بھی بفضلہٖ وعونہٖ تعالیٰ سیالوی صاحب کو کُھلا چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اگر شوق فرمانا چاہیں تو اِس موضوع پر میرے ساتھ مناظرہ فرمالیں اور جن دو حضرات (علاّمہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور علاّمہ غلام رسول سعیدی) کو سیالوی صاحب نے حَکم تسلیم کیا ہے' میں بھی اُنہی کو حَکم تسلیم کرتا ہوں' وقتِ مناظرہ اور مقامِ مناظرہ کا تعیّن فرما کر مجھے اطّلاع دیں' میں انتظار کروں گا اور اگر مناظرہ شرعی عدالت میں کرنا چاہیں تو اور بھی زیادہ بہتر ہوگا' تاکہ میرے افرادِ خاندان بھی عدالتی فیصلہ کی رُو سے سکون حاصل کرسکیں۔

ویسے ممکن ہے علاّمہ سیالوی صاحب سادہ لوح بریلوی عوام کی بے جا خوش اعتقادیوں اور اکابر علماء کے انتقالِ پُرملال کی وجہ سے اپنے آپ کو ابوحنیفۂ وقت سمجھے ہوئے ہوں اور ستون کو سونے کا ثابت کرسکنے کے زعم میں خم ٹھونک کر میدانِ مناظرہ میں اُتر آئیں۔ لہٰذا وہ اِس ادّعائے ہمہ دانی کی رَو میں بہنے سے پہلے اپنے اُستادِ محترم علاّمہ بندیالویؒ کی کتاب ''سیف العطاء'' کا مطالعہ ضرور فرمالیں اور گولڑہ شریف کے واقفِ حال مُریدین (جو کہ ادارۂ غوثیہ مہریہ مُنیر الاسلام سرگودھا کے بانی و مُہتمم اصلی بھی ہوسکتے ہیں) سے ضرور دریافت فرمالیں کہ اِس موقف (نکاحِ سیّدہ) پر میری حمایت و تائید اور ''سیف العطاء'' کی تالیف و تصنیف پر آپ کے اُستادِ محترم حضرت بندیالویؒ کی سرِ مجلس جو عزّت میرے افرادِ خاندان نے کرائی تھی' وہی آخر کار آپ کی بھی ہوگی۔ کیونکہ حقِ شاگردی ادا کرتے ہوئے آپ کے اُستاد مرحوم حضرت علاّمہ عطا محمد بندیالویؒ کو برسرِ محفل بے عزّت کروانے کی مثال گولڑہ شریف میں قائم کی جاچکی ہے۔ حتّٰی کہ ''سیف العطاء'' میں مندرجہ تقریباً تمام مسائل کے خلاف گولڑہ شریف کا سٹیج آج تک استعمال ہورہا ہے۔

میں اس بات پر حیران رہ جاتا ہوں کہ نکاحِ سیّدہ' جیسے اہم مسئلہ میں سیالوی صاحب کے اُستادِ محترم علاّمہ بندیالویؒ نے مِن کُلِّ الوجوہ اور ہر پہلو سے میری حمایت فرمائی جبکہ اسی حمایتِ حق کے جُرم میں اُنہیں رُسوا کرانے کی پوری کوشش کی گئی' اُنکے گولڑہ شریف آنے پر پابندی لگا دی گئی اور یہاں کے درباری خطیبوں نے اُن کی علمی و تدریسی بزرگی کے ساتھ ساتھ اُن کی کبرسنی کو بھی پسِ پُشت ڈال کر اُن کے

خلاف گندی زبان استعمال کی اور آج یہی درباری خطیب مع چمچگانِ خود سیالوی صاحب
(بندیالوی صاحبؒ کے شاگرد) کی مدح سرائی میں رطب اللّسان ہو کر صدقے وارے
ہوئے جا رہے ہیں، یہ کرامت میرے بُغض کی ہے، جس نے یہ اجتماعِ لیل و نہار کا
حیرت انگیز نظارہ دکھایا ہے یا پھر مُشترک اقدار کی قوّتِ جاذبہ ہے ع

خدا کی شان کہ یکجا ہیں آج لیل و نہار

بحمد اللہ آپ ایسوں کی دشمنی اور بُغض میرے پائے ثبات میں سرِ مُو تزلزل پیدا
نہیں کر سکتا، بلکہ اگر کوئی دشمن آدابِ عداوت ملحوظ رکھتے ہوئے میرے خلاف اپنا
فریضۂ عداوت ادا کرے تو کم از کم مجھے یہ شرمندگی نہیں ہوتی کہ میرا دشمن نا آشنائے
آدابِ عداوت ہونے کے سبب نہایت گھٹیا ہے، لہٰذا مجھے ایسا دشمن چاہیئے کہ ؎

شکست کھائے ذرا بھی تو پانی پانی ہو
میں چاہتا ہوں کہ دشمن بھی خاندانی ہو

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

میری تحریر پر اعتراض اور اُس کا جواب

رسالہ طلوعِ مہر میں ''حضرت پیرانِ پیرؒ کی شخصیّت، سیرت اور تعلیمات'' کے عنوان
سے میرا مضمون چھپا، جس میں آپؒ کے خطبات و مواعظ کے مجموعے ''فتوح الغیب'' میں
سے کچھ اقتباس نقل کیے گئے، جس اقتباس پر سیالوی صاحب چراغ پا ہوئے اور ایک عدد
مقالہ (غیر مطبوعہ) اور ایک عدد کتاب (ازالۃ الرّیب) جو غالبًا اُسی مقالے کی کچھ
اضافے کے ساتھ مطبوعہ شکل ہے، میں میری تردید، تنقیص، بلکہ تفسیق و تکفیر تک کر ڈالی،
وہ پیشِ خدمت کر کے کچھ تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے رسالہ اور پھر کتابی شکل کے
مقالہ مطبوعہ میں متنازعہ فیہ اقتباس یوں درج تھا۔ فاذا وصلت الی الحق عزّوجلّ
..........واجعل الخليقة أجمع كرجل كنفهٔ سلطانٌ عظيم ملكهٔ
شديد امرهٔ مهولة صولتهٔ وسطوتهٔ ثم جعلَ الغل فی رقبتهٖ مع رجليه
ثم صلبهٔ علی شجرة الارز علی شاطئ نهر عظيم موجهٔ فسيح عرضه
عميق غوره شديد جريه............الخ۔

ترجمہ: جب تُو بایں طریق اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لے تو پھر تمام ماسوی اللہ
سے ہمیشہ کے لئے مُستغنی ہو جا اور کارخانۂ وجود میں سوائے وجودِ واجب و ازلی کے کسی کی
طرف مت دیکھ۔ نہ تو نفع و نقصان کے معاملے میں[1] ....

مَیں نے یہ اقتباس نقل کر کے اپنی طرف سے کہیں بھی یہ بات نہیں لکھی کہ
<u>الخليقة أجمع كرجل ....الخ سے مُراد اولیائے کرام اور رُسلِ عظام ہیں</u>

[1]: رسالہ پیرانِ پیرؒ کی شخصیّت، سیرت اور تعلیمات، ص 9، 10، مطبوعہ ادارہ طلوعِ مہر گولڑہ شریف

اور پورے مقالے میں کہیں بھی بزرگانِ دین یا انبیائے کرام کے متعلّق مصلوب' مغضوب' مقہور یا مغلول کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ البتّہ سیالوی صاحب نے محض سینہ زوری اور تحکّم و تعدّی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب کے مندرجہ ذیل صفحات پر متعدّد بار ایسے الفاظ اِن مقبولانِ بارگاہِ ربِّ قدیر کیلئے نہ صرف استعمال کیے' بلکہ اُنہیں جبرًا مجھ پر ٹھونسنے کی ناجائز کوشش کی۔ ملاحظہ ہو (ازالۃ الرّیب از علاّمہ اشرف سیالوی صفحہ 3,16,19,23,24,25,26,27,32,33,34,36,47,51,63,79,82,88)

اگر سیالوی صاحب سے سوال کیا جائے کہ جناب! مَیں نے تو کہیں بھی نہیں لکھا کہ مصلوب و مغلول شخص سے مُراد انبیائے کرام یا اولیائے عظام ہیں تو آپ جواب میں فرماتے ہیں ''جناب شاہ نصیرالدین صاحب نے اِس عبارت ''اذا وصلت الی اللّٰہ ....اجعل الخلیقة أجمع کرجل کنفۂ سلطان ....الخ'' کو اِس صورتِ حال پر محمول کیا ہے کہ ''جن لوگوں نے محض جہالت اور بے خبری کی وجہ سے مختلف انسانوں اور نیک ہستیوں کو نفع اور ضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا اور قضاء و قدر جیسے اہم اور مخصوص باللہ مسائل اور معاملات کو بھی مخلوق سے وابستہ اور منسوب کر دیا تھا' انہیں شیخ کے خطباتِ حق آشکار نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا' چنانچہ آپ ایک مقام پر یوں لب کشا ہوتے ہیں'' یہ الفاظِ مندرجہ بالا اِس بات پر قرینہ ہیں کہ میری مُراد مصلوب و مغضوب شخص کی مثال سے وہی مختلف انسان اور نیک ہستیاں ہیں' جن کو لوگوں نے بے خبری اور جہالت کی وجہ سے نفع و ضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا اور قضاء و قدر جیسے مسائل اُن سے وابستہ کر رکھے تھے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ نیک ہستیاں انبیاء و اولیاء ہی ہیں' لہٰذا

میرے پہلے الفاظ میری اِس غلط مُراد پر قرینہ ہیں۔ گویا سیالوی صاحب کے مجھ پر اعتراض کی دلیل اور شخصِ مصلوب و مغضوب سے میری مُراد انبیاء و اولیاء ہونے پر قرینہ میرے یہی الفاظِ سابقہ ٹھہرے' جو فرمودۂ غوثِ پاکؒ سے پہلے مَیں نے لکھّے۔

میری طرف سے اِس اعتراض کے متعدّد جواب ہیں' جو اربابِ دیانت و انصاف کے رُوبرُو پیش کیے جاتے ہیں۔

جوابِ اوّل: اگر میرے مقالے میں موجود یہ کلمات اِس بات پر قرینہ بن رہے ہیں کہ میری مُراد مصلوب و مغلول شخص سے انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں تو ذرا اِس سے ایک صفحہ پہلے میرے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں ''بلاشبہ مدرّسِ توحید ہونے کے حوالے سے آپؒ اولیائے اُمّت کے ایک بے نظیر مربّی اور بے مثال اُستاد ہیں' درسِ توحید کے دوران مقاماتِ انبیاء و مُرسلین کا پاس رکھنا آپؒ ہی کا حصّہ تھا[1]''

میرے اِن کلمات کو بار بار اور بغور پڑھیں' کیا یہ اِس بات پر قرینہ نہیں ہیں کہ دورانِ بیانِ توحید آپؒ جو تشدیدی کلمات استعمال فرماتے تھے' اُن میں آپؒ انبیاء کا استثنائی مفہوم ضرور ملحوظ رکھتے تھے' ورنہ تو مُجھے بدمذہب و کافر ثابت کرنے کے لئے اِس سے تھوڑا پہلے میرے یہ الفاظ ہی کافی ہیں ''اللہ تعالٰی کی کبریائی نے آپؒ کے قلبِ اطہر پر ایسا غیر معمولی اثر ڈال دیا تھا کہ آپؒ کی نظر میں ماسوی اللہ پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے تھے''۔

حیرت ہے سیالوی صاحب نے (بزعمِ خویش) میری اِس گستاخی پر کیوں چشم پوشی

---

[1]: مقالہ پیرانِ پیرؒ کی شخصیت' سیرت اور تعلیمات ' ص 7 ' مطبوعہ گولڑہ شریف

اختیار فرمالی۔ جانِ من! یہ کلماتِ محرّرہ بالا اِس لئے گستاخی اور مُوجبِ کفر نہیں کہ پرِ کاہ سے کم حیثیت معاذ اللہ انبیاء و اولیاء کی ہرگز نہیں' بلکہ اِس سے اُمرائے دنیا' سلاطینِ جور و جفا' اعدائے اسلام' کینہ پرور اور کینہ فطرت انسان' نفسانی خواہشات کے اسیر' سفلی اُمنگوں اور مناصب و مراتب کے خواستگار اور ہر وہ شے جو عبد و معبود کے مابین حجاب بن سکتی ہو' مراد ہے۔ بقولِ اکبرؔ

اُسے ہم آخرت کہتے ہیں جو مشغولِ حق رکھے
خُدا سے جو کرے غافل' اُسے دنیا سمجھتے ہیں

اگرچہ یہاں کوئی استثنائے لفظی موجود نہیں' مگر تعلیمات و عقائدِ پیرانِ پیرؒ اِس استثناء پر شاہدِ عادل ہیں۔ اِسی طرح وہاں بھی یہ استثناء خود بخود موجود ہے کہ شخصِ مصلوب و مغلول سے مقبولانِ خُدا ہرگز مُراد نہیں۔

جوابِ ثانی: اگر میرے اُن الفاظ کو قرینہ بنا کر میری مُراد شخصِ مصلوب و مغلول سے مقبولانِ خُدا کا تعیّن کیا جا رہا ہے تو علیٰ وجہ التّسلیم یہاں لفظِ کر جُلٍ ہے اور اِس میں کاف تمثیلیہ (تشبیہیہ) ہے۔ مُمثّل اور ممثّل لہٗ میں من کُلّ الوجوہ مناسبت و مماثلت ضروری نہیں۔ بلکہ اگر ایک وجہِ تمثیل بھی پائی جائے تو تمثیل صادق آجاتی ہے۔ جیسے زیدٌ کَالاسدِ (زید شیر کی طرح ہے) ضروری نہیں کہ زید میں چیرنے پھاڑنے' دھاڑنے' چار پاؤں اور پنجوں کے علاوہ شیر کے دوسرے تمام اوصاف بھی پائے جاتے ہوں' تو تمثیل درست بیٹھتی ہو' بلکہ اِن میں صرف شجاعت اور بہادری کی ایک وصف صدقِ تمثیل کا سبب ہے۔ اِسی طرح کرجُلٍ میں

اگر کوئی استثناء بھی ملحوظ نہ رکھا جائے اور ساری مخلوق کو بہ شمولِ مقبولانِ خدا اِس میں رکھ کر تمثیل و تشبیہ دی جائے تو یہاں وجہِ مماثلت فقط یہی بات ہوگی کہ جس طرح اُس بادشاہ کے ارادہ و اختیار کے سامنے اُس قیدی کا ارادہ و اختیار نہ ہونے کے برابر ہے' اِسی طرح ارادۂ الٰہیہ کے سامنے ارادۂ خلق غیر مؤثّر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یفعَلُ مَا یُرید، یفعل اللّٰہ ما یشاء o وما تشآء ون اِلَّا اَنْ یّشآءَ اللّٰہ o ماشآءَ اللّٰہ کانَ وما لَم یشأ لم یکُن کی نصوص اِس امر پر دال ہیں۔

ارادۂ الٰہیہ اور اختیاراتِ خداوندی کو اُس سلطانِ صاحب سطوت و جبروت کے اختیار و ارادہ کی مثال اور مخلوق کے ارادوں اور اختیارات کو اُس قیدی کے اختیار و ارادہ سے تمثیل دینا کوئی گستاخی نہیں' آخر یہ بھی تو دیکھنا چاہئیے کہ خالق کے سامنے مخلوق کی کیا مجال ہے۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمّد غزالیؒ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں

''یکے بہ علم و معرفت کہ چوں خود را وحق تعالیٰ را بشناخت بضرورت بترسد کہ ہر کہ در چنگالِ شیر افتاد ووی شیر راشناسد اُورا ہیچ علاج وحیلت حاجت نبود تا بترسد' بلکہ عینِ خوف بود و ہر کہ خدایتعالی را بکمال وجلال وقدرت و بے نیازی از خلق بشناخت وخود را بہ بیچارگی و درماندگی بشناخت بہ حقیقت خود را در چنگالِ شیر دید' بلکہ ہر کہ حکم خدائے تعالیٰ را بشناخت کہ ہر چہ خواہد بود تا بہ قیامت حکم کردہ' بعضے را بسعادت بے وسیلتے وبعضے را بشقاوت بے جنایتے' بلکہ چنانکہ خواست وآں ہرگز نگردد لابُد بترسد[1]''

ترجمہ: خوف کا پہلا طریقہ: پہلا طریقہ علم و معرفت ہے' یعنی بندہ خود کو اور

---

[1]: کیمیائے سعادت ' ص 337 ' مطبوعہ بمبئی ' سنِ طباعت 1321ھ

خدا کو پہچانے گا تو یقیناً اُس سے ڈرے گا' کیونکہ جب کوئی شیر کے پنجے میں پھنس جاتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ شیر کو کسی ضرورت و حیلہ کی حاجت نہیں بلکہ درندگی اُس کا خاص وصف ہے۔ لہٰذا وہ ضرور ڈرے گا' اِس کا یہی ڈرنا عینِ خوف ہے۔ پس جس نے حق تعالیٰ کے قہر و جلال' اُس کی قدرت اور بے نیازی کو معلوم کرلیا اور اپنی عاجزی و بیکسی سے بھی آگاہی پا گیا وہ حقیقت میں شیر کے پنجے میں پھنسے ہوئے کی طرح ہے۔ بلکہ جو اللہ تعالیٰ کا مختار و قادرِ مطلق ہونا جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے' سب اُسی کے حکم سے ہے' اُس نے بعض کو بغیر کسی وسیلے کے سعادت مند بنایا اور بعض کو بغیر خطا کے شقی بنایا ہے' وہ جیسا چاہتا ہے' حکم کرتا ہے اور اُس کا حکم بدلتا نہیں' ایسی معرفت کا رکھنے والا یقیناً اُس ذاتِ بے نیاز سے ڈرے گا۔ بقولِ میرزا بیدلؔ ؎

بیدل! بہ دو روزہ عُمر مغرور مباش　　　بنیادِ تو نیستی ست معمور مباش
ہر چند ابدال و قطب و غوثت خوانند　　　اے خاک! بہ ایں غبار مسرور مباش

ہاں جناب! یہاں بندوں کو ربِّ تعالیٰ کے مقابلے میں ایسا دکھایا گیا ہے' جیسے کوئی شیر کے پنجے میں پھنسا ہوا ہو۔ بلکہ خوفِ خُدا جو نہایت ضروری ہے' اُس کے حصول کا پہلا طریقہ ہی یہی معرفت ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر تو صراحتًا انبیائے کرام کو مخصوص کر کے ایسا خوف دلایا گیا۔ چنانچہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں "وہر کہ حکم چناں کند کہ خود خواہد واز تو باک ندارد از وے ترسیدن لابُد باشد وازیں گفت داؤد را علیہ السّلام کہ ازمن چناں بترس کہ از شیرِ غرّندہ بترسی کہ شیر اگر ہلاک کند باک ندارد ونہ بسببِ جنایتِ تو کند لکن تا سلطان شیرے او چناں حکم کند واگر دست بدارد نہ از شفقت و قرابت بود کہ با تو دارد لیکن از بے وزنی تو باشد نزدِ اُو وہر کہ ایں صفات از حق تعالیٰ بدانست ممکن نبود کہ از خوف خالی شود[1]"

ترجمہ: وہ ذات کہ جس طرح وہ چاہے حُکم کرے تیری کچھ پرواہ نہ کرے اُس سے ڈرنا ضروری اور لازمی ہے۔ اِسی لیے (اللہ تعالیٰ نے) حضرت داوٗد علیہ السّلام کو فرمایا کہ اے داوٗد! مُجھ سے ایسا ڈر' جیسے شیرِ غرّاں سے ڈرے گا' کہ اگر شیر تجھ کو ہلاک کر دے تو اُسے کچھ پرواہ نہ ہوگی اور وہ تمہیں تمہاری کسی تقصیر کی بنا پر ہلاک نہیں کرے گا' بلکہ اُس کا شیر ہونا ہی اِس بات کا تقاضا (حکم) کرتا ہے کہ تم کو ہلاک کر دے اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو اِس کا سبب یہ نہیں کہ تم سے کوئی قرابت ہے یا تم پر شفقت اِس کا باعث ہے۔ بلکہ اُس نے تم کو محض ناچیز خیال کر کے چھوڑ دیا' پس جس نے خداوندِ تعالیٰ کی ایسی صفتیں معلوم کر لیں یقیناً اُس کے دِل میں خوف جاگزیں ہوگا۔

بلکہ جوں جوں قربِ الٰہی بڑھتا جائے گا توں توں خوفِ خُدا میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ انبیائے کرامؑ جس طرح ساری مخلوق سے زیادہ مقرّبینِ بارگاہِ خُدا ہیں' اِسی طرح وہ مقامِ خوف میں بھی سب کے پیشوا ہیں۔ چنانچہ امام غزالیؒ اِسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

امّا معرفتِ دوم آں بود کہ از صفتِ اُو نخیزد لکن از بیبا کی وقدرتِ آں خیزد کہ از وی می ترسد' چنانکہ کسیکہ در چنگالِ شیر فتد و بترسد نہ از گناہِ خود' لکن از انکہ صفتِ شیر میداند کہ طبعِ اُو ہلاک کردنِ وی است و آنکہ از وی و ضعیفیِ وے ہیچ باک ندارد و ایں خوف تمام تر و فاضل تر بودہ وہر کہ صفاتِ حق تعالیٰ بشناخت وجلال و بزرگی و توانائی و بینائی بدانست کہ اگر

---

[1]: کیمیائے سعادت ' ص336 ' مطبوعہ بمبئی ' سنِ طباعت 1321ھ

ہمہ عالم ہلاک کُند و جاوید دردوزخ دارد' یک ذرّہ ازمملکتِ وی کم نشود وآنچہ آں را رقّت وشفقت گویند از حقیقتِ آں ذاتِ اومنزّہ است' جائی آں بود کہ بترسد وایں ترس انبیاء رانیز بود اگر چہ دانند کہ از معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالیٰ عارف تر بود ترساں تر باشد و رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم ازیں گفت من عارف ترینِ شما ام بخدائے وترساں ترین وبرائے ایں گفت اِنّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمآء ہر کہ جاہل تر بود بوی ایمن تر باشد ووحی آمد بداوٗد علیہ السّلام کہ یا داوٗد علیہ السلام ازمن چناں ترس کہ از شیرِ خشمگین ترسی[1]۔

ترجمہ: معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معصیت کے باعث یہ خوف نہ ہو' بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اُس کی بیبا کی اور قدرت اُس کی معرفت کا سبب بنی ہو' مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پنجے میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اُس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب نہیں ڈرتا' بلکہ اِس بات سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اُس کو پنجے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پرواہ نہیں ہے' یہ خوف بہت فضیلت رکھتا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدرت کو پہچانا' اُس کی بزرگی' قوّت اور بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رکھے تو اُس کی بادشاہت سے ایک ذرّہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا نرمی وشفقت بے جا سے اُس کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا ایسا خوف انبیائے کرام کو بھی ہوتا ہے اگر چہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس قدر

[1]: کیمیائے سعادت ' ص334 ' مطبوعہ نامی گرامی بمبئی ' سنِ طباعت 1321ھ

زیادہ حاصل ہوگا وہ اُسی قدر (اُس ذاتِ بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا ہوگا اِسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں یقیناً تم سب سے زیادہ اپنے ربّ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اُس سے ڈرنے والا بھی ہوں۔ اِسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جز ایں نیست اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اُس کی ذات سے زیادہ ڈرنے والے اہلِ علم ہی ہیں۔ اور جو اُس کے عرفانِ ذات وصفات سے جس قدر بے بہرہ اور جاہل ہوگا وہ اُس کی ذات سے اُتنا زیادہ بے خوف ہوگا۔ حضرت داوٗد علیہ السّلام کی طرف وحی آئی کہ اے داوٗد! مجھ سے ایسا ڈر جیسے (بپھرے ہوئے) شیر سے ڈرتا ہے۔

امامِ غزالیؒ کی علمی وروحانی وجاہت اہلِ فکر ونظر پر مخفی نہیں' لہٰذا اُن کے مرتبہ اور شخصیّت کا انکار کوئی پرلے درجے کا احمق ہی کر سکتا ہے۔ جب آپ ایسے شخص نے شیر، درندے اور بے بس شکار کی مثالیں دی ہیں اور پھر بلا استثناء بحث کی ہے' بلکہ خوف کے اعلیٰ درجے پر اخصّ الخواص عباد اللہ انبیائے کرام کو فائز کیا ہے تو اب قیدی والی مثال میں کون سی گستاخی کا پہلو نکل آیا۔ لہٰذا یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اُس کے سامنے مخلوق کی بے بسی کا بیان ہے اور غوثِ پاکؓ کے خطبات میں بھی اُس کے ارادے کی ہمہ گیریت وغلبہ اور بندوں کے ارادے کی کمزوری ومجبوری ہی کا بیان ہے۔ نہ یہاں گستاخی اور نہ وہاں۔

مزید برآں ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ فرماتے جایئے کہ حضرت شیخ یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں کہ مؤمن کا گناہ' خوفِ عذاب اور اُمّیدِ رحمت کے درمیان اُس روباہ (لُومڑی) کے مانند ہوگا' جو دو شیروں کے درمیان ہو۔ امامِ غزالیؒ کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ "یحییٰ بن معاذؒ میگوید گناہِ مؤمن میانِ بیم وعقوبت واُمّید ورحمت چوں روباہے بود میانِ دو شیر[1] .... الخ

[1]: کیمیائے سعادت ' ص334 ' مطبوعہ نامی گرامی بمبئی ' سنِ طباعت 1321ھ

یہ سب کیا ہے؟ اُس کی بے نیازی وصمدیّت کے سامنے بندوں کی کیفیّت' ورنہ اُس کی رحمت وعنایت کا سمندر تو بے پایان و بے کراں ہے۔ لیکن الایمانُ بین الخوف والرّجاء ہی ہمارا مذہب وعقیدہ ہے۔ جہاں اُس کی بے پروائی و بے نیازی کا بیان ہوگا وہاں کیا عوام' کیا خواص اور کیا اخص الخواص سب خشیت ومخافت کی تصویر بنے الامانُ والحفیظ پکارتے نظر آئیں گے۔ حکیم الامّت حضرت شیخ سعدیؒ شیرازی اُس بے نیاز کی بے نیازی کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

بتہدید اگر برکشد تیغِ حُکم
بمانند کرّ و بیاں صُمّ و بُکم
وگر دردہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے بَرم

(بوستانِ سعدیؒ صفحہ 4)

پنجابی کے عظیم صوفی شاعر حضرت میاں محمد بخشؒ کھڑی شریف کی مشہورِ زمانہ تصنیف ''سیف الملوک'' میں درج ذیل مصرعہ اِسی موقف کی غمّازی کر رہا ہے ع

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اُچیاں شاناں والے

اور پھر خود سیالوی صاحب کی مصدّقہ ومقرّظہ کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ'' میں بحوالۂ انتخابِ مناقبِ سلیمانیہ یہ شعر اور اُس کا ترجمہ انتہائی قابلِ غور ہے۔

بے نیازی گر بخواہد آں الٰہ
انبیاء و اولیاء را نیست راہ

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ بے نیازی فرمائے تو انبیاء واولیاء کے لئے کوئی راہ نہیں ہے[1]۔
قابلِ غور امر یہ ہے کہ ''نیست راہ'' سے کیا مُراد ہے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اگر وہ بے نیاز ذات اپنی بے نیازی پر آجائے تو انبیاء واولیاء کو بھی بچ کر نکلنے یا اِدھر اُدھر ہونے کا راستہ نہیں ملتا۔ اب مَیں پوچھتا ہوں کہ کیا مندرجہ بالا شعر اور اِس کا یہ ترجمہ معاذ اللہ انبیاء واولیاء کو مجبور اور بے بس ثابت نہیں کر رہا؟ اگر کر رہا ہے تو کیا اِس میں اِن مقدّس ذواتِ عالیہ کی گستاخی نہیں ہے؟ اگر گستاخی نہیں ہے تو پھر میرے مقالے میں کونسی گستاخی داخل ہوگئی' جس پر سیالوی صاحب محافظتِ عقائدِ اہلِ سنّت اور تحفّظِ ناموسِ مقبولانِ خُدا کے جذبہ سے سرشار ہو کر میدان میں کُود پڑے اور مُجھے بدمذہب، گستاخ اور زندیق ومُلحد ثابت کرنے کے لئے پوری علمی وتحقیقی قوّت صَرف کر ڈالی۔ اور اگر اِس شعر اور ترجمہ کے مفہوم میں گستاخی کا پہلو ہے تو پھر اِس کتاب کے مؤلّف کو بھی اِن تمام القاب سے نوازا جاتا' جو میرے لئے منتخب کئے گئے' لیکن وہاں سیالوی صاحب نے ایسا کرنے کے بجائے اُس کتاب کی تصدیق کر ڈالی۔ متعدّد صفحات پر مشتمل تقریظ لکھ ماری اور مؤلّفِ کتابِ مذکور کو علاّمہ' محقّقِ دوراں' فاضل اور معلوم نہیں کیا کیا بنا دیا۔

تم جسے چاہو چڑھا لو سر پر
ورنہ یوں دوش پہ کاکُل ٹھہرے

یہ دوہرا معیارِ پسند و ناپسند چہ معنی دارد؟ کیا سیالوی صاحب کے پاس کوئی ایسا منصوص منصب ہے جس کی بنا پر وہ کسی کے گستاخ ہونے یا نہ ہونے کی سند جاری فرما سکیں۔

---

[1]: ملاحظہ ہو: حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ' ص 127

کیا یہ گستاخی نہیں؟

بقولِ داغ ؎

ہم اگر چُپ ہوں تو کہلائیں سڑی
آپ چُپ ہوں تو تغافل ٹھہرے

معلوم ہوا کہ نہ تو میرے رسالہ میں کوئی گستاخانہ بات تھی اور نہ ہی سیالوی صاحب کی مجھ سے مخالفت کا سبب یہ رسالہ بنا۔ بلکہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصّہ ہے‘ جیسا کہ پہلے بہ صورتِ اشتہارات و رسائل مجھ پر کیچڑ اُچھالنے کی کوششیں ہوتی رہیں‘ لیکن میرا کچھ بھی نہ بگاڑا جا سکا اور نہ ہی ان شاءاللہ اب کچھ بگاڑا جا سکے گا‘ کیونکہ اپنے قدیم وکریم مولائے نِعَم کی کرم نوازیاں میرے شاملِ حال ہیں اور ان شاءاللہ رہیں گی۔

بقولِ راقم ؎

کیا بند درِ فضلِ خدا کر لو گے؟
مسدود کرم کا راستہ کر لو گے؟
ہے سر پہ مرے‘ ہاتھ مرے مالک کا
دیکھوں تو ذرا تم مرا کیا کر لو گے؟

لہٰذا میں ایسے اوچھے ہتھکنڈوں سے گھبرانے والا نہیں اور نہ میدانِ تحقیق سے بھاگنے والا ہوں، ایک سیالوی صاحب کیا اگر ہزار ہا مولویان و مشائخ زادگان اکٹھے ہو کر میرے ساتھ بحث و تمحیص کا شوق پورا فرمانا چاہیں تو میں ہمہ وقت حاضر

ہوں۔ الحق یعلو ولا یُعلٰی۔........ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جُنبش میں
جسے غُرور ہو‘ آئے کرے شکار مجھے

جوابِ ثالث: اگر ساری مخلوق کو مصلوب و مغلول شخص کے ساتھ مثال دی جائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو صاحبِ سطوت و ہیبت سلطان کہا جائے‘ قید و بند سے مُراد تقدیرِ الٰہی اور احکامِ سلطانی لیے جائیں۔ تیر و پیکان سے مُراد ابتلاء و آزمائشِ متنوّعہ ہوں۔ جو ہر شخص پر حسبِ درجۂ ایمان و عرفان آتی رہتی ہیں۔ (کفّار پر بہ لفظِ عذاب اور اہلِ ایمان و عرفان پر بہ الفاظِ امتحان و ابتلاء) تو ایسے میں بھلا کونسی گستاخی سرزد ہوتی ہے۔ کفّار و فجّار کو ایک طرف رکھیے۔ اہلِ ایمان اور اربابِ عرفان کے بارے بسلسلۂ ابتلاء کتاب و سنّت اور ارشاداتِ سلف صالحین کی روشنی میں ایک وافر ذخیرۂ دلائل موجود ہے‘ جسے بالاختصار عرض کیے دیتا ہوں۔

نمبر1. ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوفِ والجوعِ و نقصٍ مّن الاموالِ والأنفسِ والثّمراتِ وبشّرِ الصّبرینَ الّذینَ اِذَآ اَصابتهُم مُصیبةٌ قَالُوا اِنّا لِلّٰهِ وَاِنّا اِلیهِ راجعُونَ[1]۔

ترجمہ: اور البتّہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوش خبری دے اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے اُن کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کا مال ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ

---

[1]: سورۃ البقرہ آیت 156,155

کر جانے والے ہیں۔

نمبر2. وَاِذِ ابتَلٰی ابراھیمَ رَبُّہٗ بکلمٰتٍ فَا تمھُنّ[1]۔

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب ابراھیمؑ کو اُس کے ربّ نے متعدّد باتوں میں آزمایا، پس اُس نے سب کو پورا کردکھایا۔

اِس ابتلاء وآزمائش کا مضمون حدیث شریف میں یوں موجود ہے۔عن سعدِ ابن ابی وقّاص رضی اللّٰہ عنہ قال: قلتُ یا رسول اللّٰہ! ایّ النّاسِ أشدّ بلاءً؟ قال: الانبیاء ثم الصّالحُون ثمّ الآمثلُ یُبتلَی الرّجلُ علٰی حسبِ دینہٖ فان کَان فی دینہٖ صَلَابۃٌ زیدَ فی بلائہٖ وَان کان فی دینہٖ رقّۃ خُفِّفَ عنہ وما یزال البلاء بالمؤمن حتّی یمشی علی الارضِ وَلیسَ علیہ خطیئۃٌ[2]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب کس پر ہوتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیائے کرام پر، پھر صالحین پر، پھر جو مرتبہ میں ان کے قریب ہیں۔آدمی کو اُس کے دین کے موافق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔اگر اُس کے دین میں صلابت (پختگی) ہو تو اُس کی آزمائش میں اضافہ کردیا جاتا ہے اور اگر اُس کے دین میں خفّت (ناپختگی) ہو تو اُس سے آزمائش کم کردی جاتی ہے۔بندۂ مؤمن آزمائش میں مبتلا رہتا ہے۔یہاں تک کہ وہ زمین پر اِس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

---

[1]: سورۃ البقرہ آیت124

[2]: سنن الترمذی وغیرہ کتبِ حدیث

یعنی سب سے زیادہ امتحانات اور آزمائشیں انبیائے کرام پر آتی ہیں، جس پر وہ صبر کر کے صابرین کے سردار کہلاتے ہیں۔حضرت ایوّب علیہ السّلام کی آزمائشیں اور اُن کا صبر تو ضرب المثل بن چُکا ہے۔کیونکہ بلیّات وتکالیف پر اُنہوں نے جو صبر کیا اُس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا اِنّا وجدنٰہُ صَابرًا نعم العبد انّہٗ اوّابo[1]

أی انّا امتحنا أیّوب بالمصائب والمحن، فوجدناہ صابرًا علٰی بلائنا، مستسلمًا لقضائنا مطیعًا لأوامرنا۔

مزید برآں ملاحظہ فرمائیے اِسی محوّلہ بالا حدیث شریف کو جسے حضرت پیرانِ پیرؒ فتوح الغیب میں متعدّد مقامات پر بیان فرما چکے ہیں بلکہ آپ نے متعدّد مقالات وخطبات میں اِس سے استدلال بھی فرمایا ہے:

نمبر1. المقالۃ الثانیۃ والعشرُون قال رضی اللّٰہ عنہ لَا یزالُ اللّٰہ یبتلی عبدہ المؤمن علی قدرِ ایمانہٖ فمن عظُمَ ایمانُہٗ وکثر وتزاید عظم بلاءُہٗ الرّسُولُ بلاءُہٗ اعظم من بلاء النبی لان ایمانہٗ اعظم والنبی بلاءُہٗ اعظمُ من بلاء البدل وبلاء البدلِ اعظمُ من بلاء الولی کل وَاحدٍ علٰی قدرِ ایمانہٖ ویقینہٖ وأصلُ ذٰلک قولُ النّبی ﷺ انا معاشر الانبیاء اَشدّ النّاسِ بلاءً ثمَ الامثلُ فالا مثلُ فیدیمُ اللّٰہ تعالٰی البلاء لھٰؤلاءِ السَّادۃِ الکرامِ حتّٰی یکونُوا ابدًا فی الحضرۃ ولا یغفلُوا عَن الیقظۃ لانَہٗ تعالٰی یحبّھم فھُواھلُ المحبۃِ و محبُوبُوالحق وَالمحبّ

---

[1]: سورہ صٓ آیت44 پارہ23

آبـدًا لَا یـختـارُ بُـعـد مـحـبـوبهٖ فالبلاءُ خطّافٌ لقلُوبهم وقیدٌ لنفوسهم یـمـنـعـهـم عـن الـمـیـلِ الٰـی غیـر مـطـلـوبهم والسّکون والارتکـان اِلٰی غیرِ خالقهمؕ ....الخ۔

اِس کی شرح میں محقّق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے بڑی مفصّل گفتگو فرمائی' ہم بالاختصار پیش کر کے آخر میں یہ بھی ثابت کریں گے کہ محدّثِ دہلویؒ کے نزدیک حضرت غوثِ پاکؒ کا یہ مقالہ کن بزرگوں کے بارے ہے۔فرماتے ہیں ''ہمیشہ است حکمِ الٰہی وجاریست سُنّتِ وے جلّ وعلا برآنکہ مبتلا میگرداند بندۂ مومنِ خود را کہ مخصوص است برحمت ومحبّت وے براندازۂ ایمانِ وے' پس کسیکہ بزرگ وقوی است مادۂ ایمانِ اُو وبسیار است' صُدورِ آثار واحکامِ ایمان از وے وافزون است ظہورِ انوار ونتائجِ آں در وے بزرگست بلاءِ اُو بدانکہ آنچہ از احکامِ ارادیہ ونوازلِ قدریہ بر بندہ نازل شود آنچہ ملائمِ طبع وموافقِ شہوتِ نفسِ بندہ افتد آنرا بزبانِ عُرف لطف وعطا خوانند وآنچہ مکروہِ نفس ومخالفِ طبع بود قہر وبلا گویند ونظر بحقیقت ہر دو از قبیل لطف وعطا است تفاوت در ظہور واخفائی لطف است ہم بنسبتِ عامّہ وہم بنسبتِ خواص وبہ نسبتِ اخصِّ خواص، اما بنسبتِ عامّہ بجہتِ کفارۂ ذنوب ومنع از معاصی وانہماک در شہوات ولذّات ووقوع در مہاویِ نفس وعصیان، ونسبت بخواص رفعِ درجات ومزیدِ ثواب وحصولِ کمالات وکرامات ودر ہر دو قسم تزکیہ وتربیتِ بندہ مقصود است، ونسبت باخصِّ خواص دوامِ شہود وحضور وبیداری وانقطاع از التفات بماسوٰی مطلقًا در لمحات واللّحظات کہ بحکمِ جبلّت وبشریّت طاری گردد

ؔ: فتوح الغیب' مقالہ نمبر 22' ص 104,105,106' مطبوعہ مطبع ہوپ لاہور' سنِ طباعت 1282ھ

واشراقِ انوارِ محبّت وابرازِ اسرارِ قربت است، وازسیاقِ عبارت چناں ظاہر می شود کہ کلامِ وی رضی اللہ عنہ دریں مقالہ از قسمِ ثالث است واللہ اعلمؕ .....الخ

شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی عبارت کا خلاصہ

خلاصۂ مفہومِ مندرجہ بالا عبارت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور سنّت بندوں کے بارے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو بہر حال تکالیف وبلیّات کے ذریعے آزماتا ہے اور اُس کا یہ آزمانا بندوں پر رنجیدگی کے سبب نہیں' بلکہ اُس کی اپنے بندوں کے ساتھ محبّت ہی اِس کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اُن پر تکالیف بھیج کر اُن کا ایمان واذعان مضبوط کرے ۔لہٰذا جس کا ایمان جتنا زیادہ قوی ہوگا' اُس کا امتحان بھی اُسی قدر سخت ہوگا۔اگر اُس کے طبع پسند اُمور کے ذریعے اُس کو آزمایا جائے تو ایسی آزمائش لطف وعطا کہلاتی ہے اور اگر خلافِ مزاج باتوں میں آزمایا جائے تو اُسے قہر وبلا کہا جاتا ہے۔جبکہ حقیقت میں یہ دونوں لطف وعطا ہی ہیں ۔پس فرق اظہار میں ہے اور یہ فرق ، فرقِ مراتب کے مطابق بھی ہوتا رہتا ہے۔

ؔ: فتوح الغیب ' ص 104

بندگانِ خدا پر آزمائش وابتلاء کی حکمتِ بالغہ

چنانچہ بندگانِ خُدا کی تین اقسام ہیں' عام بندے' خاص بندے' اخص الخواص بندے۔ عام بندوں پر آزمائشیں اِس لیے ڈالی جاتی ہیں کہ اُن کے گناہوں کا کفارہ متحقق ہو سکے، اُنہیں دُنیوی لذّتوں ،شہوتوں اور نفس کی پیروکاری سے باز رکھا جائے۔ خواص پر حکمتِ ابتلاء یہ ہے کہ اُن کے درجات بلند کئے جائیں' اُنہیں ثواب، کمالات اور کرامات میں مزید اضافہ عنایت کیا جائے۔ جبکہ اخص الخواص بندگانِ خُدا پر یہ آزمائش وابتلاء اِس لیے بھیجی جاتی ہے کہ اُن کو دائمی مشاہدہ' مستقل حضوری اور ماسوی اللہ سے کلیّۃً انقطاع نصیب ہو۔ ہر لمحہ ہر لحظہ اور ہر آن اُن کے انوارِ قلبیہ اور تجلیّاتِ روحانیہ میں ترقّی ہو قرب وحضور کا وہ درجہ اُنہیں عطا کیا جائے کہ اُن کی نظر ہر آن جمالِ مطلق پر ٹھہری رہے۔ اور حضرت پیرانِ پیر رضی اللہ عنہ کے سیاقِ عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ یہ مقالہ اِس تیسرے گروہ عبادِ اخص الخواص کے بارے ارشاد فرما رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

قارئینِ محترم! اخص الخواص پر جب اِس قدر بلیّات کا نزول ہوتا ہے تو پھر پہلے دونوں گروہ کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اگر چہ جو جس قدر زیادہ قرب میں ہے' اُسی قدر زیادہ آزمائش میں ہے۔ اِسی لیے حضرت پیرانِ پیرؒ اِسی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام سے زیادہ آزمائش رُسلِ عظام کی' ابدال سے زیادہ انبیاء کی، ابدال کی اولیاء سے زیادہ اور پھر آپ تین مقامات پر یہ حدیثِ پاک قدرے اختلافِ الفاظ سے لائے۔

نمبر 1. قولُ النبی ﷺ انّا معاشر الانبیاء اَشدّالنّاسِ بلاءً ثمّ الامثل فالامثل[1]۔

لہ : ملاحظہ ہو: فتوح الغیب ' مقالہ نمبر 22' ص 105' مطبوعہ ھوپ لاہور ' سنِ طباعت 1282ھ

نمبر2. کلّ ذٰلِك (انوار وتجلیّاتِ عرفانی) نتیجۃ البلایا و ثمرتُھا قال النبی ﷺ انّا معاشرُ الانبیاء اشدّ النّاسِ بلاءً ثمّ الامثل فالامثل .... الخ

علّامہ شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ہمہ ایں انوار واسرار وعجائب وغرائب نتیجۂ ورود ونزولِ بلاہا است وثمرِ آنست، ماگروہِ پیغمبراں سخت ترین آدمیانیم از روئے بلا پستر ہر فاضلتر وبخیر وصلاح نزدیک تر۔ وقال ﷺ أنا اعرفکم باللّٰہ من شناساترینِ شما ام بخدا واشدّکم لہٗ خوفًا وسخت ترینِ شما ام از روئے بیم وترس داشتن مر خُدا را فکلّ مَن قَرُبَ منَ الملكِ اِشتدّ خطرہٗ[1]۔

پس ہر کسے کہ نزدیک است از بادشاہ' سخت است بہلاک رسیدن وترسیدن و پرہیزیدن[2] ....الخ۔ یعنی حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ مَیں تم سب سے زیادہ عارف باللہ ہوں اور تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھنے والا ہوں' کیونکہ جو شخص بادشاہ کے جتنا قریب ہوگا اُسی قدر اُس کے دل میں خوف وخطرہ زیادہ ہوگا' اِس لیے کہ ہر لحہ اُس کی سب حرکات وسکنات بادشاہ کی نظر میں ہوتی ہیں۔

اِسی بات کو امام غزالیؒ نے بھی بایں انداز بیان فرمایا'' سہل تستریؒ میگوید کہ صدّیقان در ہر نفسے از سوئے خاتمت میترسند.....الخ۔ حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ صدّیقین کی جماعت اپنے خاتمے کے متعلّق ڈرتی رہتی ہے کہ ہمارا خاتمہ بالخیر ہو۔ مزید فرماتے ہیں'' وسہل تستریؒ میگوید کہ مریداز اں ترسد کہ در معصیت اُفتد و عارف

لہ : فتوح الغیب' مقالہ نمبر 27 ' ص 134,133 ' مطبوعہ ھوپ لاہور سنِ طباعت 1282ھ

ے : شرح فتوح الغیب ' از شاہ عبدالحق دہلویؒ ' ص 134

ازاں ترسد کہ درکفر افتد‘‘ ......الخ۔ حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ مرید تو اِس بات سے ڈرتا ہے کہ گناہوں میں مبتلا نہ ہوجائے‘ جبکہ عارف لوگ اِس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ کہیں کفر میں پڑکر ہلاک نہ ہوجائیں اور دولتِ ایمان ہی ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ مزید فرماتے ہیں ’’ عیسیٰ علیہ السّلام باحواریاں گفت شما از معصیت ترسید و ما پیغمبراں از کفر ترسیم‘‘ .....الخ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ تم نافرمانی اور گناہوں سے ڈرتے ہو‘ جبکہ ہم پیغمبرانِ خُدا کُفر کا خوف رکھتے ہیں۔ (یعنی باوجود معصوم ہونے کے ہم درجۂ خوف میں تم سب سے زیادہ ہیں[1])

نوٹ : کیمیائے سعادت‘ امام غزالیؒ کی وہ کتاب ہے جس پر صدیوں سے علماء وصوفیاء اعتماد کرتے چلے آئے ہیں اور اصلاحِ باطن کیلئے اِس کتاب کا مطالعہ اکسیر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سلسلۂ چشتیہ کے معروف بزرگ حضرت خواجہ غلام فریدؒ (چاچڑاں شریف) نے اپنے ایک مُرید کو تلقینِ وظائف کے بعد بطورِ خاص تاکید کرتے ہوئے فرمایا ’’ کیمیائے سعادت مصنّفہ امامِ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کرتا رہے اور اِس پر حتّی الوسع عمل کرتا رہے[2] ‘‘۔

نیز مستند ذرائع سے یہ روایت مجھ تک پہنچی یا میں نے کہیں پڑھی ہے کہ حضرتِ اعلیٰ خواجہ شمس الدّین سیالوی قدّس سرّہٗ فرمایا کرتے تھے‘ مبتدی لوگوں کے لیے امام غزالیؒ کی کیمیائے سعادت کا اور منتہی حضرات کیلئے احیاء العلوم کا مطالعہ نہایت فائدہ مند ہے (واللہ اعلم)

نمبر3. وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتحقیق گفتہ است پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انا معاشر الانبیاء

[1] : ملاحظہ ہو: کیمیائے سعادت ‘ ص336

[2] : مقابیس المجالس ‘ ص806 ‘ مقبوس نمبر 90

اَشد النّاس بلاءً ما گروہِ پیغمبراں سخت ترین مردمانیم از روئی محنت وبلا وآزمائشِ حق ثم الامثل فالامثل بعد از انبیاء ہر کہ فاضل تر وگرامی تر بخیر نزدیک تر‘ بلا ومحنت وریاضتِ وے سخت تر وافزوں تر وقال صلی اللہ علیہ وسلم أنا اعرفکم باللّٰہ و اَشدّکم منہ خوفًا من شناساترینِ شمام بخدا وسخت ترینِ شمام در ترسیدن از وے تعالیٰ ودر حقیقت خوف وہیبت از معرفت خیزد و بصفاتِ حق کہ لا ابالی ولا یسال است وہرگز ایں خوف باوجود مواعیدِ صدق بیرون نرود بیت ؎

کرشمہائے تو از بس کہ ہست رنگ آمیز
نہ آشتیِ تو داند کسے نہ جنگِ ترا[1]

یعنی اگرچہ انبیائے کرام ودیگر عبادِ صالحین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت اور مقاماتِ رفیعہ کا وعدہ سچّا اور برحق ہے لیکن اِس کے باوجود بھی وہ لوگ اللہ کی بے نیازی سے ڈرتے اور عرض کناں رہتے ہیں ؎

براوجِ غنایت نرسد ہیچ کمندے
بیہودہ رسن تابِ خیال اند فُغاں ہا
(بیدلؔ)

ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات اپنے جوابِ ثالث کی تائید میں پیش کئے جن کا مفہوم یہ ہے کہ متنازعہ عبارت میں اگر سلطانِ عزّت وجلالت سے مُراد اللہ تعالیٰ‘

[1] : ملاحظہ ہو: شرح فتوح الغیب از محدّث دہلویؒ و فتوح الغیب مقالہ نمبر 71 ‘ ص286,285,284

مصلوب سے مُراد مخلوق' طوق و غلّ سے مُراد اللہ کا ارادہ وحُکم' تیر و پیکان سے مُراد ابتلاء و تکالیف لی جائیں اور پھر یہ ابتلاء و آزمائش درجۂ ایمان کے مطابق تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ بے نیاز ذات اپنے اخص الخواص بندوں کو قربِ دائمی اور مشاہدہ وحضور میں ترقّی کے لئے آزمائش میں ڈال دیتی ہے تو اِس میں بھلا کونسی گستاخی ہے؟ نیز یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ ہمیشہ آلام وبلیّات عذاب دینے کے لیے نہیں بھیجے جاتے' بلکہ اپنوں اور محبوبوں کو محبّت میں پختگی کے لیے بھی آزمایا جاتا ہے۔لیکن سیالوی صاحب نے باوجود شیخ الحدیث والتفسیر ہونے کے کتاب وسنّت پر غور نہیں فرمایا؟ صرف ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھّی کہ محبوب لوگ مصلوب ومغلول نہیں ہوسکتے۔چلو بقولِ سیالوی صاحب میرے مشاغل متکاثرہ بھی ہیں اور متنوعہ بھی[1]۔

مَیں غور سے سیالوی صاحب کے مقالہ کا مطالعہ بھی نہیں کرسکا اور عبارتِ فتوح الغیب پر بھی کماحقہٗ غور نہیں کرسکا' مگر قبلہ سیالوی صاحب کا مشغلہ اور شغل تو صرف پڑھنا پڑھانا ہے۔(یہ الگ بات ہے کہ کثرتِ تقاریر، زیادتیٔ اسفار اور قلّتِ حاضریٔ مدرسہ کی بنیاد پر سیال شریف سے آپ کو نکال دیا گیا) پھر آپ نے کتاب وسنّت اور کتبِ سلف صالحین پر غور کیوں نہیں فرمایا' تا کہ آپ کو ازالۃ الرّیب میں بار بار یہ گردان نہ دہرانا پڑتی کہ جو مقبول ومحبوب ہوتے ہیں' اُنہیں نہ دُنیا میں عذاب دیا جاتا ہے نہ آخرت میں اور بطورِ دلیل آپ نے یہود و نصاریٰ والی آیت پیش کی اور لکھا'' چنانچہ جب یہودیوں نے دعوٰی کیا، ہم اللہ تعالیٰ کے (ہاں مثل) ابناء اور بیٹوں کے ہیں اور اُس کے

لہ: ازالۃ الرّیب ' ص67

محبوب ہیں تو اُن کے دعوے کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (قُل فَلِمَ یُعذبکم بِذنوبکم) اے محبوب ﷺ اُنہیں فرمادیجئے کہ اگر تم محبوب ہونے کے دعوے میں سچّے ہوتے تو تمہیں اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں پر عذاب نہ دیتا[1]'' اور پھر جنگ میں اجتماعِ جمعہ کے موقع پر خطاب فرماتے ہوئے آپ نے بنی اسرائیل پر ہونے والے تشدّد ومصائب کا ذکر بھی اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ میں کیا کہ فرعون اُن کی عورتوں کو زندہ رکھتا' حمل ضائع کرادیتا' بچّوں کو مروادیتا وغیرہ وغیرہ فیہِ بلاءٌ من رّبکُم عظیمٌ o لہٰذا یہود پر ہونے والے اِن مظالم کے ساتھ آزمائشِ مقبولانِ خدا کو سلکِ عذاب میں منسلک کرنا بعید از دانشمندی ہے۔سیالوی صاحب کو اِتنا بھی پتہ نہیں کہ عذاب اور ہوتا ہے' آزمائش اور ہوتی ہے۔اور بہ فحوائے حدیث شریف آزمائش کی تکلیفیں محبوبین پر زیادہ آتی ہیں۔
جن سے محبّت ہوتی ہے' اُنہی کو آزمایا جاتا ہے اور پھر آزمانے والا بھی وہ بے نیاز کہ ع

ترے دشمنوں کو امان ہے اور دوست کُش تری شان ہے

اِسی بات کو حضرت پیرانِ پیرؒ نے بہ طورِ سوال وجواب یوں بیان فرمایا فکیف یُبتلی المحبوب و یُخلف المدلّل المُراد پس معلوم شد کہ چگونہ مبتلا گردانیدہ مے شود کسے کہ محبوبِ درگاہِ اُوست و ترسانیدہ میشود آنکہ بہ ناز ونعمت پر وردہ شدہ است ومُراد ومطلوبِ حضرتِ الٰہ است۔یعنی یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو محبوب بنائے پھر اُسے تکلیف بھی دے اور جس کو مُراد بنالے اُسے پریشان بھی کرے؟ یہ تو متصوّر نہیں ہوسکتا پھر حضرت غوثِ پاکؒ خود اس کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ولم یکن

لہ: ازالۃ الرّیب ' ص51

ذٰلكَ اِلّا بِما اَشرنا اِلیهِ مِن بُلوغِ المنازل العالیة فی الجنّةِ لاَنّ المنازلَ فِی الجنّةِ لَا تشیّد وَلَا تُرفَعُ اِلّا باعمالٍ فی الدّنیا اَلدّنیا مزرعة الآخرة واعمال الانبیاءِ وَالاولیاء بعداداء الاوامرِ وانتهاء النّواهی الصّبر والرّضا والموافقة فی حالة البلاء ......الخ۔[1]

شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے قلم سے اِس کی تشریح بھی ملاحظہ ہو' ونیست آں ابتلاء وتخویف مگر ازجہتِ آنچہ اشارہ کردیم بآں از رسیدن مرتبہ ہائے بلند درقرب ووصول نزدِ خداتعالیٰ واگر دردُنیا درظہورِ آں توقف وتاخیرے رود وجودِ آں در بہشت متیقّن ومتعیّن است زیرا کہ مرتبت ہا در بہشت برافراشتہ نمی شود وبلند گردانیدہ نمی شود' مگر بعمل ہائے کہ در دُنیا کردہ اند ہر چند اعمال در دُنیا بیشتر درجات در آخرت زیادہ تر وہر چند اعمال صاف تر وپاکیزہ تر' درجات بلند تر وبرافراشتہ تر' دُنیا کشت زارِ آخرت است ہر چہ ایں جا بکاری در آنجا بدروی وکار ہائے پیغمبراں ودیگر دوستانِ خدا کہ پیروانِ ایشاں اند بس از گزاردن وبجا آوردنِ فرمودہ ہائے خدا وباز آمدن از نافرمودہ ہائے وی سبحانہٗ صبر کردن وراضی بودن وموافقت نمودن است درحالتِ بلا وآزمایشِ خدا لتحقیق ایں صفات نیز واجب اند چنانکہ نماز وروزہ وواجباتِ دیگر' زیرا کہ امر بہ ہمہ واقع شدہ ووعید برترکِ آنہا واردگشتہ ومعنیِ وجوب وفرضیّت ہمیں است ولیکن مراد باوامر ونواہی در ینجا اعمالِ جوارح است[2]۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبوبان ومقبولان کو جو تکلیفیں دیتا ہے وہ اُن کے درجات ومراتب

[1] ملاحظہ ہو: فتوح الغیب مقالہ نمبر 71 ' ص286' مطبوعہ ھوپ لاہور سنِ طباعت 1286ھ

[2] شرح فتوح الغیب از محدّثِ دہلویؒ ' ص286

کی بلندی کے لئے ہوتی ہیں۔ انبیاء واولیاء کو دنیا میں ستایا جاتا ہے' اُن پر آرے چلتے ہیں' اُنہیں طرح طرح کے مصائب جھیلنے پڑتے ہیں' لیکن وہ پھر بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہیں' یہ سب کچھ امتحان وآزمائش کہلاتا ہے، عذاب نہیں کہلاتا۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی اُمّتوں اور رسولوں کی آزمائشوں کے متعلّق فرمایا ام حسبتم ان تدخلوا الجنّة ولمّا یأتکم مثلُ الّذین خلوا من قبلکم مسّتهم البأساءُ وَالضّرّاءُ وَزُلزِلُوا حتّٰی یقولَ الرّسولُ والّذین اٰمنُوا معهٗ متٰی نصرُ اللّٰهِ اَلآ اِنّ نصرَ اللّٰه قریبٌ ٥[1] ترجمہ: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یونہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی مُشکلات پیش آئی ہی نہیں، اُن کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکالیف پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیئے گئے، یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو اُن کے ساتھ تھے، سب پُکار اُٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی، خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد نزدیک ہی ہے۔

اِسی کے موافق ایک حدیث شریف بھی ملاحظہ ہو:

قال عبداللّٰه (ابن مسعودٍ رضی اللّٰه عنه) کأنّی انظُر اِلی رسُولِ اللّٰه ﷺ یحکی نبیًّا من الانبیاء صلوات اللّٰه و سلامُهٗ علیهم ضَرَبهٗ قومهٗ فأدموه وهُو یمسح الدّم عَن وجههٖ یقولُ (اللّٰهمّ اغفر لقومی فانّهم لا یعلمُونَ[2] (متفقٌ علیه) ترجمہ: حضرت عبداللہ

[1] سورہ البقرۃ آیت نمبر 214

[2] بخاری شریف' جلداوّل' ص495' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ' سنِ طباعت 1961ء

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: گویا کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انبیائے کرام سے کسی نبی کی حکایت بیان فرما رہے ہیں' جن کو اُن کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا وہ (نبی علیہ السّلام) اپنے چہرۂ مبارک سے خون صاف کرتے جا رہے تھے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کرتے جا رہے تھے، اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما' کیونکہ یہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں)۔

ہاں جناب! اب سمجھ میں آیا کہ تکالیف صرف عذاب کے لئے ہی نہیں ہوتیں' آزمائش کے لئے بھی ہوتی ہیں' ایسی تکالیف سے انبیاء واولیاء بھی مستثنیٰ نہیں ہیں' بلکہ اُن پر سب سے زیادہ آزمائشیں آئیں' ہمیں پھر بھی یہ مناسب نہیں کہ اُن کے حق میں خلافِ ادب کوئی بات کہیں' یہ تو اُس بے نیاز کا معاملہ ہے' وہ جسے جس طرح آزما لے۔ لیکن اگر اُسی بے نیاز ذات کے سامنے اِن مقبولانِ خُدا کا ذِکر بحیثیتِ مخلوق کیا جائے اور یوں کہہ دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق امتحان وآزمائش کے جال میں جکڑی ہوئی ہے تو یہ کوئی گستاخی نہیں۔ بقولِ مولٰنا حسرت موہانیؒ ۔

اسیرِ زلف کرے' قیدیِ کمند کرے
تری نگاہ' جسے جس طرح پسند کرے

سیالوی صاحب کی غیرتِ ایمانی جوش کیوں نہیں مارتی

جوابِ رابع: مَیں نے مصلوب شخص والا مقولہ حضرت پیرانِ پیرؒ درج کر کے چھوڑ دیا' اپنی طرف سے مُراد کا تعیّن بھی نہیں کیا اور اُس عموم سے خصوص بھی نہیں کیا، جس پر سیالوی صاحب جوش وغضب میں آ کر بمباری فرمانے لگے۔ شاید سرگودھا ایئر بیس قریب ہونے کی وجہ سے یہ ایف سولہ طیارہ بن کر مجھ پر بم برسانے لگے۔ حالانکہ جھنگ' جہاں آپ جمعہ پڑھاتے ہیں' اُس علاقے میں متعدد دربار ایسے ہیں' جہاں واضح طور پر قبروں کے سامنے سجدہ ہوتا ہے۔ مزارات کے طواف ہوتے ہیں۔ لوگ درختوں کے نیچے کپڑے پھیلا کر اولاد مانگتے ہیں اگر چادر پر بیر آ پڑے تو بیٹا اور اگر پتہ آ گرے تو بیٹی (معاذ اللہ) اُنہوں نے کبھی اس شرکِ صریح اور بدعتِ قبیح کے خلاف کوئی کتاب لکھی ہو تو منظرِ عام پر لائیں' کبھی اہتماماً اِس موضوع پر تقریر فرما کر اِن رسومِ جاہلیّت کے خلاف جہاد فرمایا ہو تو وہ کیسٹ مجھے ضرور ارسال فرمائیں' کیا وہاں غیرت جوش نہیں مارتی جب کہ شورکوٹ ایئر بیس پر لینڈنگ اور فلائنگ کی جملہ سہولیات موجود ہیں تو پھر وہاں یہ سب ولولے کیوں سرد پڑ جاتے ہیں۔

چلتی نہیں زبان تمہاری' دہن میں کیا
مہندی لگائے بیٹھے ہو پائے سخن میں کیا

حضرت! کبھی اِنّ الشّرك لظلمٌ عظیمٌ اور اَلَا لعنةُ اللّٰهِ علی الظّٰلمین کے مفہوم پر بھی غور فرمالیا کریں۔ خیر یہ توضمنی بات تھی مَیں نے خصوص واستثناء نہ کر کے اگر گستاخی کی

ہے تو ذرا درج ذیل حدیث شریف پر بھی غور ہو۔ لیکن پہلے علاّمہ اسمٰعیل حقّیؒ کی تفسیر میں سے ایک نکتہ اور پھر روح البیان ہی سے ایک حدیث شریف ملاحظہ ہو' جس سے عموم، خصوص اور استثناء والا معاملہ سمجھنے میں مدد ملے گی۔

مولوی اشرف صاحب کا یہ کہنا کہ اجعل الخلیقۃ کے تحت ہم نے تمام انبیاء وصالحین کو مصلوب قرار دیا ہے' حالانکہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے اور نہ ہم نے کسی نبی یا ولی کا نام لیا اور نہ اِس طبقہ کو بہ طورِ خاص اِس عموم میں شامل کیا۔ اس کے باوجود بھی اگر اُن کے نزدیک اولیاء وانبیاء کی گستاخی ہوگئی، تو ایسی ایک دو مثالیں ہم اور بھی پیش کرتے ہیں' پھر ذرا مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اب آپ کا اِن کے بارے کیا فتویٰ ہوگا۔

علاّمہ اسماعیل حقّیؒ کے بارے سیالوی صاحب کا کیا فتویٰ ہوگا

علاّمہ اسماعیل حقّیؒ اپنی مشہور ومعتبر تفسیر روح البیان میں آیۂ مایفتح اللّٰہ للناس من رحمۃٍ فلا ممسک لھا کے تحت رقم طراز ہیں أی لا احدٌ من المخلوقات یقدر علیٰ امساکھا وحبسھا فانّہ لا مانع لماعطاہ اِسی طرح وما یمسک کے تحت لکھتے ہیں أی لااحدٌ من الموجودات یقدر علی ارسالہ واعطائہٖ فانہٗ لا معطی لما منعہٗ۔[1]

آپ نے دیکھا کہ علاّمہ حقّیؒ نے لااحد من المخلوقات کے الفاظ لکھ کر مفہوم کو عموم پر چھوڑا' اور اِس طرح مخلوقات میں انبیاء واولیاء بھی آتے ہیں۔ تو کیا اِس طرح لکھ کر اُنہوں نے انبیاء واولیاء کی گستاخی نہیں کی اور وہ بھی اسماعیل دہلوی سے دو قدم آگے

[1]: ملاحظہ ہو: روح البیان' جلد ثالث ' ص 207' مطبوعہ مصر

نہیں نکلے؟ مولوی صاحب علاّمہ حقّیؒ کی محوّلہ عبارت کی کیا تاویل فرمائیں گے۔ اِس سے بڑھ کر ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں اور وہ دلیل سب سے اہم ہے۔ اِسی آیت کے تحت لکھتے ہوئے علاّمہ حقّیؒ نے ایک حدیث شریف کے الفاظ نقل فرمائے کہ حضور سیّد عالم ﷺ یہ دعائیہ الفاظ بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کرتے تھے۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجدّ منك الجد۔ کیا اِن الفاظِ دُعائیہ میں عموم نہیں ہے اور پھر کیا خود حضور ﷺ نے لا مانع اور لا معطی کے الفاظ میں وارد عمومِ نفی سے اپنے سمیت جملہ انبیائے ماسبق کو خارج فرما کر طبقۂ مرسلین کی توہین نہیں فرمائی؟ ایسی متعدّد مثالیں کتبِ سلف صالحین سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

بلکہ خود حضرت پیرانِ پیرؒ نے مقالہ نمبر 71 ارشاد فرمایا ہی اِسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے ہے کہ بندگانِ خُدا پر ابتلاء وآزمائش ہر حال میں آتی ہے' چاہے وہ مُرید ہوں یا مُراد۔ آپؒ فرماتے ہیں لا تخلو اما آن تکون مریدًا او مُرادًا فان کنت مُریدًا فانت محمّلًا وحمال تحمل کل شدیدٍ وّ ثقیلٍ لانّك طالبٌ والطّالب مشقوقٌ علیه متعوبٌ فی النّفس والمال والاھل والوَلد الٰی ان تحطّ عنك الاحمالُ ویزالُ عنك الاثقال ویرفع عنك الآلام ویزال عنك الاذی والاذلال فتصانُ عن جمیع الرّذائل الادرانِ والاوساخِ والمهاناتِ والادواء والاوجاعِ والافتقارِ الی الخلیقة والبریّات فتدخُل فی زُمرَةِ المحبوبین المدلّلین المُراد ین[1]۔ حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ

[1]: فتوح الغیب مقالہ نمبر 71 ' ص نمبر 283 ' وشرح فتوح الغیب صفحہ مذکورہ

اِس مقالہ کی شرح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: خالی نیستی توزیں دوحال یامُریدی یامُراد ومُریدانٔ طالبانِ درگاہِ حق وجوئندگانِ قربِ اُوکہ ایشاں رامخلص خوانند بکسرِ لام کہ بکوشش واجتہادوریاضت بدرگاہِ حق تقرّب میجویندومُرادان ومحبوبان ومطلوبانِ حضرتِ حق کہ ایشانرا مخلص گویند بفتحِ لام کہ مخصوص بعنایتِ حق اند کہ بجذب وکشش از آنجناب بایں جانب میرسندپس میفرمایند کہ بر ہر تقدیر بارِشدّت ومحنت می بایدکشید واز پیشِ بلا نباید گریخت پس اگر ہستی تومُریدپس تو باردار گردانیدہ شدہ وبسیار بار بردارندہ کہ برمیداری ہر بارِگراں وسخت زیرا کہ بدرستی تو طالبی وہر طالب مشقّت انداختہ شدہ است بروے......ع

ہر کس کہ طلبگار شُد اُو دربدر افتاد

رنج وماندگی کشندہ تابرسد بسوئے مطلوبِ خودوفیروزی یابدبمحبوبِ خودودریابد چیزے راکہ میجوید۔

من عجب دارم ز جویانِ صفا
کہ گریزد وقتِ صیقل از جفا

نمی بایدونسزدترا کہ بگریزی از بلائے کہ فرودمی آید بتو درذات ومال وکسانِ خانہ وفرزندان تا آنوقت کہ فروگرفتہ شود از تو بارہاو دُور کردہ شود از تو گرانیہا کہ شکستہ است پشتِ طاقتِ ترا وبرداشتہ شود از تو دردہاو دُور کردہ شود از تو رنج وخواری ہاپس نگہداشتہ شوی از ہمہ فرومائیگی ہاوناکسی ہاواز ہمہ ریمہاوچرکہائے ظاہروباطن وسستی ہاوخواری ہاواز ہمہ بیماری ہاودردہاورنجوری ہاونگاہداشتہ شوی از احتیاج بسوئے خلق وآفریدگاں پس درآوردہ شوی درگروہِ محبوباں کہ بناز ونعمت داشتہ شُدہ وخواستہ شدہ گانِ درگاہ اندؐ[1]۔

---

[1] فتوح الغیب وشرح فتوح الغیب از شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ ، ص283

مقالہ نمبر 71 کا مفہوم وخلاصہ یہ ہے کہ آپ سالک کوفرماتے ہیں کہ تجھ پرتکالیف وشدائد کا آنا تو ضروری ہے' چاہے تو مُرید ہو یا مُراد ، اگرتو مُرید و طالبِ مولا ہوگا تو یہ بوجھ تجھے ضرور اُٹھانا پڑیگا' کیونکہ طالب ومُحب تو ہوتا ہی وہ ہے' جو بوجھ اُٹھائے' تکالیف ومصائب پرصبر کرے' لٰہذا تُو بلیّات سے مت بھاگ' یہاں تک کہ تیرا امتحان مکمّل ہو جائے اور تجھے تیرا مطلوب ومقصود حاصل ہوجائے پھر تجھ سے بوجھ اُٹھا لیاجائے گا' تکلیفیں دورکردی جائیں گی' سب ذلّتیں ختم کردی جائیں گی ، تُجھے جملہ مصائب ورذائل سے پاک کردیا جائے گا اورتُو سب ماسوی اللہ سے منقطع ہوگا' مخلوق کی طرف تیری احتیاج باقی نہ رہے گی تُو ذاتِ حق کا پیارا ہوجائے گا۔

نوٹ: حضرت پیرانِ پیرؒ نے کچھ الفاظ یہاں استعمال فرمائے' اُن کا معنٰی ومفہوم شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے قلم سے پھر ملاحظہ کرلیں' ہم بلاتبصرہ پیش کررہے ہیں۔

والطّالبُ مشقوقٌ متعوبٌ (وہرطالب مشقت انداختہ شدہ است بروے)ویزال عنك الاثقال (ودورکردہ شوداز تو گرانیھا کہ شکستہ است پشتِ طاقتِ ترا) ویُرفعُ عنك الآلام (وبرداشتہ شوداز تو دردہا)یُزال عنك الاذٰی و الاذلالُ (ودُورکردہ شوداز تورنج وخواری ہا)فتصانُ عن جميع الرّذائل (پس نگہداشتہ شوی از ہمہ فرومائیگی ہاوناکسی ہا)الادرانِ والاوساخ (واز ہمہ ریمہاوچرکہائے ظاہروباطن) والمُهانات (وسستی ہاوخواری ہا) والادواء والاوجاع (واز ہمہ بیماری ہا ودردہاورنجوری ہا)والافتقار الى الخليقة والبريّات (ونگاہداشتہ شوی از احتیاج بسوئے خلق وآفریدہ گاںؐ[1])۔

---

[1] فتوح وشرح فتوح ، ص283

فاضلِ بریلویؒ پر بھی تو سیالوی صاحب فتوٰی لگانے کی جسارت کریں

ہمارے جوابِ ثالث و رابع کی روشنی میں اِن کلمات پر اگر انصاف سے غور کیا جائے تو جھگڑا ہی ختم ہے، کیونکہ بصورتِ امتحان و آزمائش جو اذلال و مُھانات بھی ازطرفِ سُلطانِ کائنات آتی ہیں' وہ بھی اعزاز و اکرامِ جاودانی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں، کما قال العلّامة احمد رضا بریلوی قدّس سرّہٗ ؎

کثرتِ بعدِ قلّت پہ اکثر دُرود
عزّتِ بعدِ ذلّت پہ لاکھوں سلام

سیالوی صاحب اب فرمائیں کہ فاضل بریلویؒ جو میرے خیال میں آپ سے زیادہ فاضل اور عالمِ باعمل اور ناموسِ مصطفٰی واولیاء کے محافظ تھے' اِس محوّلہ بالا شعر میں کس عزّت اور کس ذلّت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا اُن کو شانِ رسالت کا علم نہ تھا کہ اُنہوں نے ذلّت کی نسبت آپ کی ذاتِ عالیہ کی طرف کر دی' کیا وہ آپ کے نزدیک فتوٰیٔ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ معلوم ہوا کہ فاضل بریلویؒ نے اپنے اِس شعر میں مکّی دور کے مصائب اور طرح طرح کے توہین آمیز سلوک کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا کہ اے میرے آقا و مولیٰ! آپ کی اُس عزّت پر لاکھوں سلام ہوں جو مکّی دور کی تیرہ[13] سالہ ذلّت کے بعد آپ کو عطا کی گئی اور اُس کثرت پر درود ہوں' جو قلّت کے بعد دی گئی۔ چوں کہ مکّی دور میں مدینہ شریف کے عہدِ مقدّس کی نسبت مال و اسباب' دنیوی آسائش' طاقت و استیلاء اور صحابۂ کرام کی تعداد کے اعتبار سے قلّت تھی' جب مدینہ شریف میں جا کر قلّت کے بعد ہر طرح کی کثرت سے نوازا گیا اور اِنّـا اعطینٰك الکوثر کی معنوی وسعتوں کو عملی جامہ پہنایا گیا اور مکّی زندگی میں کفّار و مشرکین اور اہلِ قرابت کے ذلّت آمیز سلوک کے پُر آشوب دور کے بعد جب ورفعنا لك ذکرك اور

مقاماً محمودا کی منازلِ عزّت وعروج پر آپ کے جلوہ گر ہونے کا دور آیا۔ محوّلہ شعرِ نغز میں اِنہی تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے بات کی گئی۔ فاضل بریلویؒ کی اِس بلا کی ذہانت' قدرتِ کلام' شعری گرفت' الفاظ کے انتخاب اور بیان کے اعجاز و ایجاز کو دیکھ کر شاعر ہونے کے ناتے اُنکی شخصی عظمتوں کو سلام کرنا پڑتا ہے۔ بہر حال میں سیالوی صاحب سے مخاطب تھا۔ حضرت! آپ نے غور فرمایا کہ فاضل بریلویؒ ایسا عظیم محافظ ناموسِ رسالت بھی اِس امر کا قائل ہے کہ انبیاء پر بالعموم اور سیّد الانبیاء پر بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف آزمائشیں اور مصائب آئے ہیں' اگر آپ کے نزدیک ذواتِ انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلّت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اِس طبقہ پر بھی بصورتِ امتحان ذلّت آ سکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجیئے سب سے پہلے آپ مولنا احمد رضا خانؒ پر گستاخی کا فتوٰی داغیئے اور جس بے باکی سے آپ کے سحابِ قلم نے مجھ پر وہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں' خدارا ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلویؒ کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں' اور آج کے بعد سٹیجوں پر بھی اُسی طرح فاضل بریلویؒ کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں' جس طرح میرے لیے زحمت فرمایا کرتے ہیں۔

یہاں تک تو طالب و مُرید کا ابتلاء تھا' اب جبکہ مُراد و مطلوب بن جائے گا تو پھر کیا ہوگا۔ آگے حضرت پیرانِ پیرؒ مزید فرماتے ہیں وَ اِن کُنتَ مُرادًا فلا تتّھمَنّ الحق (واگر ہستی تو مراد و محبوب پس تہمت مکن خدارا عزّ وجلّ) فی اِنزالِ البلیّةِ بك ایضًا (در فرستادنِ بلا بر تو نیز یعنی گمان مبر کہ مرادیّت و محبوبیّت منافات دارد بمحنت و بلا و بداں کہ حق تعالیٰ با نزالِ بلیّت نشانِ محبّت از تو برداشت و برگرفت' چنانکہ می فرماید) ولا تشتکنّ فی منزلتك و قدرِك عندہٗ (وشک مکن در مرتبت و حُرمتِ تو و اندازۂ کارِ تو نزدِ خدا عزّ وجلّ) لانہٗ قد یبتلیك لیبلغك مبلغ الرّجال (زیرا کہ حق تعالیٰ

گاہے در بلائی می اندازد ترا تا برساند ترا آنجا ئیکہ مردمانِ ایں راہ میرسند) ویــرفـعُ منـزلتك الـی مـنـازلِ الاولیاء والابدال (وبلند گرداند مرتبت ترا تا مرتبہ ہائے اولیاء وابدال کہ فانی شدہ انداز ہوائے نفس واز وجودِ خود وتبدیل یافتہ است ارادت ایشاں بارادتِ حق)۔ اُمید ہے بات سمجھ آ گئی ہوگی، اگر کچھ گنجائش رہ گئی ہوتو فتوح الغیب کے اِسی مقالہ کا وہ حصّہ بہ طورِ قندِ مکرّر پیش کرتا ہوں' جو سیالوی صاحب کی مقرّظہ ومصدّقہ کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث'' کے صفحہ نمبر 127 پر بہ طورِ حجت تحریر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو'' واعمال الانبیاء والاولیاء بعد اداء الاوامر وانتہاء النّواہی الصّبر والرّضاء والموافقت فی حالت البلاء وکارہائے پیغمبراں ودیگر دوستانِ خُدا کہ پیروانِ ایشاں اند پس از گزاردن وبجا آوردنِ فرمودہ ہائے خدا وباز آمدن از نافرمودہ ہائے وے سبحانہ صبر کردن وراضی بودن وموافقت نمودن است در حالتِ بلا وآزمائشِ خُدا (فتوح وشرح فتوح' از شیخ محقق دہلوی ص 383) ترجمہ: اور انبیاء اور خُدا کے دوسرے دوستوں کا کام جو انبیاء کے پیروکار ہیں' خُدا کے احکام بجالانے اور نافرمانیوں سے باز آنے کے بعد صبر کرنا اور حالتِ بلاء وآزمائش میں راضی رہنا ہے''۔

محوّلہ بالا عبارت کے مطابق گویا سیالوی صاحب کے نزدیک بھی عالمِ ابتلاء میں صبر ورضا سے کام لینا خاصانِ حق کا وتیرہ ہے تو پھر ہم پر گستاخی کا الزام چہ معنیٰ دارد؟ چلیے موصوف آخر مان ہی گئے کہ۔

بندے کا تو شیوہ ہے راضی بہ رضا رہنا
جو کچھ کریں مالک ہیں' رحم اُن کا عتاب اُن کا

اِسی مضمون کو حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری قدّس سرّہٗ کے کلام کی روشنی میں بھی ملاحظہ کرتے جائیے۔ فرماتے ہیں۔

ہر آنچہ آیدت از غیب نیک و بد منگر ہمی بس است کہ از سوئے دوست می آید
ازیں مصائبِ دوراں منال وشاداں باش کہ تیرِ دوست بہ پہلوئے دوست می آید

محلِّ بحث عبارت اپنے سیاق وسباق کے آئینے میں

میرے تحریر کردہ مضمون ومقالہ بعنوان ''حضرت پیرانِ پیرؒ کی شخصیّت' سیرت اور تعلیمات'' کے صفحہ نمبر 9 پر مندرجہ عبارت فاذا وَصَلتَ الی الحقِّ عزّوجل .... واجعلِ الخلیقة أجمع کرجُلٍ ....الخ جو حضرت پیرانِ پیرؒ کے مجموعۂ خطبات ''فتوح الغیب'' کے مقالہ نمبر 17 میں سے ایک اقتباس ہے' پر سیالوی صاحب نے کچھ اعتراض وارد کیے۔ جن میں سے **پہلا اعتراض** یہ ہے کہ میں نے یہ مقالہ مقبولانِ خُدا کی تحقیر وتذلیل ثابت کرنے کے لئے شاملِ کتاب کیا اور اس پر قرینہ میرے مندرجہ ذیل الفاظ کو ٹھہرایا ''حضرت پیرانِ پیرؒ نے اپنے مخصوص توحیدی لہجہ میں خطبات ومواعظ کا سلسلہ کیا شروع کیا کہ اہلِ شرک ونفاق کے دِل ہلا کر رکھ دیئے۔ جن لوگوں نے محض جہالت اور بے خبری کی وجہ سے مختلف انسانوں اور نیک ہستیوں کو نفع وضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا اور قضاء وقدر جیسے اہم اور مخصوص باللہ مسائل کو بھی مخلوق سے وابستہ اور منسوب کر دیا تھا' اُنہیں شیخؒ کے خطباتِ حق آشکار نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا' چنانچہ آپؒ ایک مقام پر یوں لب کشا ہوتے ہیں'' الخ

جواب: اگرچہ میں اسکے چار جواب تفصیلاً دے چکا ہوں' مگر پھر بھی سیالوی صاحب کے متخرجہ قرائن کی روشنی میں مزید وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔

مقالہ مذکورہ کی غرضِ سیاق: مختلف فیہ مقالہ یوں شروع ہوتا ہے۔ المقالة السابعة عشر قال رضی اللہ عنہ اِذا وصلتَ اِلی اللہ (شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ

اِس کی شرح یوں کرتے ہیں 'چوں بری بخدائے عزّ وجلّ) فقُربت منہٗ (پس نزدیک کردہ شوی ازوی تعالیٰ) بتقریبہٖ وَتوفیقہٖ (نزدیک گردانیدنِ وے وتوفیق دادنِ وے سبحانہٗ' ترا ومعنی وصولِ سالک بحق' انقطاع است از غیرِ اُو ومعنی قرب' بُعد از غیرِ اُوست بوجہے کہ در مقالۂ سابع معلوم شد وحاصلش آنکہ میفرماید) یعنی یہ مقالہ اِس غرض سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تو اپنے خالق ومالک تک رسائی حاصل کرلے اُس کی عطا کردہ توفیق اور اُس کے بتائے ہوئے طریقے سے تو پھر تجھے کیا کرنا اور کیسا رہنا چاہیے؟۔ لیکن وصولِ حق کے طور طریقے کیا ہیں اُن کو مقالہ نمبر 7 میں بیان کیا گیا ہے۔ قارئینِ گرامی قدر! آیئے ہم مقالہ نمبر 7 کا خلاصہ بھی پیشِ خدمت کئے دیتے ہیں تا کہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ المقالة السّابعة (قال رضی الله عنه وارضاه اخرج من نَّفسكَ (بیروں آ از ہوائے نفسِ تو ومتابعتِ وی) وتنحَّ عنها (ویکسو شو ازوی ودر پیِ وے مرو) وَانعزل من مِلكِكَ (وبیگانہ شو وبیروں آ از مملکتِ وجودِ خود وہر چہ حکم وتصرّفِ تو در آں میرود وتواند کہ مِلک بکسرِ میم باشد اما عزل مُلک بضمِ میم مناسب تر است) وَسَلِّمِ الكُلَّ الی اللهِ (وبسپار ہمہ را بخدائے عزّ وجلّ تا ہر چہ خواہد بکند وتابعِ امر وحکمِ او باش در احکام واوامرِ شرعیّہ بامتثال ودر قہریہ بہ تسلیم) فکُن بوّابہٗ علیٰ بابِ قلبكَ (پس باش دربانِ خدا تعالیٰ بر درِ دلِ تو وبنشیں بر درِ دل) یعنی اپنے نفس کی جُملہ خواہشات سے آزاد ہو کر اپنے وجود کو فراموش کر کے اور اپنے ظاہر وباطن کو سُلطانِ حقیقی کے حوالے کر کے یہ محبّت ورضا کا سفر اختیار کر..... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی شریک مَت کر' پس تیرا ارادہ تیری خواہش اور

تیری آرزوئیں' یہ سب کچھ اللہ کی مخلوق ہے' پس تو اِن میں سے کسی کو دوست مت رکھ اور اِن کی طرف اپنا میلان ہرگز نہ رکھ' تا کہ تُو مشرک نہ بن جائے۔ حتّٰی کہ اگر اپنی خواہشِ نفسانی کے تحت اللہ تعالیٰ سے بھی دعا مانگے تو یہ شرکِ خفی ہوگا' اُس سے دُعا مانگتے ہوئے بھی یہ سوچ کہ اُس کے حُکم کی تعمیل کرتے ہوئے اُس سے مانگ رہا ہوں' یعنی اُسی ذات کے ارادے کو اپنے ارادے پر غالب سمجھتے ہوئے اگر تو اُس کے احکام کی متابعت میں کوئی ارادہ کریگا تو یہ ارادہ حق ہوگا' ورنہ باطل' اگر تو اللہ جلّ شانہٗ کے دیدار وجمال کا متمنّی ہے تو شرک کے چنگل سے مکمّل باہر نکل آ۔

شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے نزدیک مفہومِ شرک

شرک کیا ہے؟ لیسَ الشِّرك عبادةالاصنامِ فحسب (شرک نہ ہمیں پرستشِ بتان ست وبس) بل ھُوَ متابعتُكَ لِھواك (بلکہ شرک پیروی کردنِ تست مر ہوائے نفسِ ترا) وأن تختارَ مع ربّكَ عزّوجلّ شیئاً سواه مِنَ الدّنیا ومافیھا وَالآخرة ومافیھا (برگزیدنِ تست با پروردگارِ تو چیزے را کہ جز اوست از دنیا وآنچہ در دُنیا ست واز آخرت وآنچہ در آخرت است) فما سواہ (پس ہر چہ جز خداست ونہ از برائے خداست) عزّوجلّ غیرُہٗ (غیرِ اُوست) فاذاآکنتَ الی غیرہٖ فقد اشرکتَ بہٖ عزّوجلّ غیرَہٗ (پس چو میل کردی وساکن شدی وآرام گرفتی بغیرِ حق' پس تحقیق شریک گردانیدی بوے غیرِ اُورا۔

غیرِ حق یک ذرّہ کاں مقصودِ تست
تیغِ لا برکش کہ آں معبودِ تست

یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ تو بتوں کی عبادت کرے بلکہ تو اگر اپنی خواہش کے پیچھے چلے گا تو یہ بھی شرک ہوگا۔ کما قال اللّٰہ عزّ اسمہٗ فی کتابہِ المجید: ارأیتَ مَن اتَّخذَ اِلٰھَہٗ ھواہُ (سورۃ الفرقان پارہ نمبر 19)

نوٹ: اب یہاں جو تعمیم حضرت پیرانِ پیرؒ کے مقالے میں یا شاہ عبدالحق دہلویؒ کی شرح میں ہے کیا اِسے گستاخی قرار دیا جائیگا؟ یا اِس کا کوئی اور نام رکھا جائیگا؟ کیونکہ یہاں اُنہوں نے کوئی تخصیص ذکر نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی استثناء فرمایا ہے۔ آگے پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں "تُو حد درجہ احتیاط و پرہیز کر کہ کسی طرح شرک میں مبتلا نہ ہو جائے اگر تجھے کوئی حال، مقام یا کیفیت بھی حاصل ہو تو کسی کے سامنے اُس کا ذکر نہ کر' کیونکہ اُس بے نیاز کی روزانہ نئی شان جلوہ گر ہوتی ہے (کُلَّ یومٍ ھُوَفِی شأنٍ) ہوسکتا ہے تُو اپنے جس حال یا مقام کی خبر کسی کو دے' اُس میں تبدیلی کر دی جائے اور تجھے خواہ مخواہ شرمندگی کا شکار ہونا پڑے' کیونکہ جو بے نیاز قرآنِ مجید کی آیات نازل فرما کر پھر اُن میں سے بعض کو کسی حکمت کے تحت منسوخ فرما سکتا ہے' وہ تیرے حال کو تبدیل و منسوخ کیوں نہیں کر سکتا' ابوالبشر سیّدنا آدم علیہ السّلام کا حال متغیر ہونا اور اُن کو تنبیہِ حق تعالیٰ، پھر اُن کا اعتراف کسرِ ارادہ کے طور پر ربنا ظلمنا انفسنا کہنا اور سیّد الانبیاء ﷺ کا روزانہ ستّر یا سو مرتبہ استغفار کرنا بھی پیشِ نظر رکھ۔ آخر میں فرماتے ہیں: فَلکَ برسولِ اللّٰہِ محمّدٍ حبیبہِ المصطفٰی وَ اَبیہِ آدمَ صفی اللّٰہ عُنصر الاحباب وَالاخلّاء اُسوۃ فی الاعتراف بالقصور وَالاستغفارِ فی الاحوالِ کُلّھا وَ الذّلّۃ والافتقارِ فیھا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ شرح میں فرماتے ہیں (پس مرترا اے بندۂ مؤمن واے سالکِ راہِ حق قرب بر پیغمبر خدا ﷺ محمد محبوب ومحبِّ خدا و برگزیدۂ او و پدر وے کہ آدم است دوستِ خالصِ خدا کہ اصل و پدرِ ہمہ دوستانِ خدا است کہ انبیاء و اولیاء اند اقتدا است در اقرار بکوتاہی وطلبِ آمرزش در ہمہ حال واقرار بخواریِ نفس و حاجت و نیاز مندی در جمیع احوال) یعنی مؤمن و سالک کو حضرت غوثِ اعظمؒ جھنجھوڑتے ہوئے یاد دلا رہے ہیں کہ تیرے لئے اِن دو شان والے پیغمبرانِ عصمت پناہ حبیب اللّٰہ و صفیّ اللّٰہ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام کا طریقہ بطورِ نمونہ کافی ہے کہ باایں عزّت و مرتبہ اُنہوں نے کس طرح عجز و نیاز اور توبہ واستغفار کو اپنا شعار بنائے رکھّا، درمیان میں محدّث دہلویؒ نے حبیب اور خلیل کے مرتبہ ومقام کا فرق اور حضرت آدم علیہ السّلام و حبیبِ خدا محمدِ مصطفٰی ﷺ کے ذکر کی تخصیص میں کچھ نکتے بیان فرمائے' چنانچہ آخر میں اِس مقالہ نمبر 7 کی شرح مکمّل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وبالجملہ وظیفۂ بندگی کہ خواری وافگندگی وتوبہ واعتذار است کارِ پیرانِ قوم اینست چہ جائے دیگراں[1]"، یعنی بندگی کا طریقہ وادب یہی ہے کہ بندہ اپنے مولا کے سامنے نیچ پن انکسار اور توبہ ومعذرت کی انتہاء کر دے' عام بندۂ مؤمن سے لیکر سیّد الانبیاء ﷺ تک کوئی بھی کسی لمحہ اپنے آپ کو اِس حیثیت سے باہر نہ سمجھے' جیسا کہ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے چند افاداتِ متفرّقہ ملفوظاتِ مہریہ میں درج کئے گئے ہیں۔

لہ: فتوح وشرح فتوح ' مقالہ نمبر 7 ' ص 44,43,42

عبادت کی تعریف اور اُس کی اقسام: عبادت یعنی نہایت درجہ کا تذلّل وفروتنی عابد کی بمقابلہ اعلیٰ درجہ کی عظمتِ معبود کے[1] .... الخ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مقالہ نمبر 7 عام مؤمن ومبتدی سالک کے لئے ایک اہم سبق اور بیش بہا خزانہ ہے لہٰذا سالک کو کہا گیا کہ اِن تمام آداب وطُرُق کے ذریعے تُو اگر وصل کی نعمت سے سرفراز ہوجائے' تب بھی خیال کر کہ تیرا معاملہ اُس بے نیاز کے ساتھ ہے کہ جس کے اندازِ کرم ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں' لہٰذا سالک سے لیکر واصل تک سب کے لئے مقالہ نمبر 17 کی ہدایات شامل ہیں نہ کہ صرف واصل کے لئے ۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست
عجب اینست کہ من واصل و سر گردانم

لہٰذا آپ نے اِس مقالہ میں وصولِ حق کی بات دومرتبہ فرمائی ہے' ایک ابتدائے مقالہ میں کما مرّ آنفاً اور پھر درمیانِ مقالہ فرمایا فاذا وصلتَ الی الحقّ علیٰ ما بیّنا (پس چوں رسیدی تو بحق چنانچہ بیان کردیم) یہ دومرتبہ ذکرِ وصلِ حق دو احتمال رکھتا ہے۔

احتمالِ اوّل: یہ پہلا وصل جس مقالہ نمبر 7 کو بنیاد بنا کر بیان کیا' وہ وصلِ عوام وخواص دونوں کو شامل ہے' جبکہ دوسرا وصل اخصّ الخواص کے ساتھ متعلّق ہے۔ اور عوام کا قرب' خواص کے لئے بُعد، خواص کا قرب، اخصّ الخواص کے لئے بُعد' جبکہ اخصّ الخواص کا قرب ہی قربِ مقصودی ہے۔ لیکن اخصّ الخواص کے قرب میں بھی اُس کی شانِ بے نیازی

[1] دیکھئے ملفوظاتِ مہریہ ' ص59 ' مطبوعہ گولڑہ شریف

برابر جلوہ گر رہتی ہے' جیسا کہ مقالہ نمبر 7 میں حضرت آدم صفی اللہ علیہ السّلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے پیرانِ پیرؒ نے صراحت فرمائی۔

احتمالِ ثانی: پہلی مرتبہ ذکرِ وصل کے بعد پھر تاکیدًا' تلذّذًا اور تشکّرًا دوسری مرتبہ ذکرِ وصل کرکے اور وصلِ تام کا بیان کرکے فکُن اٰمنًا ابداً ممّن سواہٗ (پس باش ایمن ہمیشہ از کسے کہ جز اُوست عزّ وجلّ واستقامت ورز بر آں) کا مژدہ سنایا گیا' لیکن اُس کو قدرتِ الٰہی اور بے نیازیٔ مولا سے بے خوف نہیں کہا جاسکتا' جس پر یہ کلمات بہ تمام وکمال دلالت کر رہے ہیں بل ھُوَ عزّوجلَّ أھلُ التقوٰی وَأھلُ المغفرة (بلکہ خدائے تعالیٰ سزاوارِ آنست کہ از وے واز عذابِ وے پرہیزند وسزاوارِ آنکہ آمرزشِ اُورا امیّد دارند) ثابت ہوا کہ اِس مقالہ میں صرف اور صرف اخصّ الخواص ہی کو مخاطب نہیں کیا گیا' جیسا کہ سیالوی صاحب نے زور دیتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی' بلکہ عوام سے لیکر اخصّ الخواص تک سب کے لئے اِس مقالہ میں آداب وطُرقِ سلوک ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ لہٰذا اگر مندرجہ ذیل جملوں کو فلا ترٰی لغیرہٖ وجودًا اَلبتّة قطعًا لا فِی الضُرّ ولا فِی النّفع وَلَا فِي العطاء ولَا فی المنع ولَا فی خوفٍ ولا فی رجاءٍ بل ھُوَ عزّوجلَّ اھلُ التقوٰی وَأھل المغفرة فکُن ابدًا ناظراً اِلیٰ فِعلِہٖ مترقّباً لِاَمرہٖ مشتغلاً بطَاعتِہٖ مبائناً من جمیع خلقِہٖ دنیاً واُخرٰی لَا تعلّق قلبك بشئ من خلقہٖ[1]۔ ہر سالک و واصل کے لئے مفید اور حسبِ استعداد نشانِ منزل ٹھہرایا جائے

[1] فتوح الغیب مقالہ نمبر 17' ص87 ' مطبوعہ لاہور

تو کوئی استحالہ واشکال نہیں ہے۔ آخر قرآنِ مجید میں جہاں تقوٰی اپنانے کا حکم ہے‘ وہ سب کو شامل ہے‘ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق تقوٰی اپنائے گا‘ اگر کافر کفر چھوڑ کر ایمان میں داخل ہو‘ تو اُس کے لیے یہی تقوٰی، عام مؤمن کبیرہ گناہ چھوڑے تو اُس کا نتیجہ تقوٰی، خاص لوگ صغیرہ بھی چھوڑ دیں تو اُس کا نتیجہ تقوٰی اور اگر اخص الخواص اپنے دل ودماغ میں غیر کے وہم وخیال کو بھی نہ گزرنے دیں اور ایک پل بھی اُن کی نگاہ سے جمالِ یار اوجھل نہ ہو‘ بقولِ مولٰنا اصغر گونڈوی ؎

ہر آن مرے پیشِ نظر ہے وہی صورت
میں نے کبھی روئے شبِ ہجراں نہیں دیکھا

اُن کے لئے یہی تقوٰی کہلاتا ہے۔ اسی طرح شرک چھوڑنے اور توحید پر ثابت قدم رہنے کا حکم سب کو ہے۔

مراتبِ توحید اور مراتبِ عبادت بندوں کے روحانی مراتب کی طرح متفاوت ہیں

توحید کے تین مرتبے ہیں۔ علم التوحید، عین التوحید اور حق التوحید۔ علم التوحید براھین اور دلائل سے حاصل ہوتا ہے اور دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں نقلیہ اور عقلیہ۔ نقلیہ میں تقلید ہوگی اور عقلیہ میں تحقیق۔ عین التوحید وجدان اور ذوق سے حاصل ہوتا ہے اور اِس کی بھی دو قسمیں ہیں‘ یعنی بطریقِ وجود اور بطریقِ شہود‘ پھر اِن دونوں میں ہر ایک کے تین مراتب ہیں افعالی‘ صفاتی اور ذاتی‘ جبکہ حق التوحید اللہ تعالٰی کے ساتھ مختص ہے‘ مخلوق

کو حاصل نہیں ہو سکتا[لہ]۔

اِسی طرح بندوں کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے‘ بلکہ وما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون کے مطابق ہماری تخلیق ہی عبادت کے لئے ہوئی ہے۔ لیکن مفہوم میں عبادت حسبِ استعداد و درجۂ روحانی متفاوت ہے۔ اگرچہ لیعبدونَ کی حکمت لیعرفونَ اور لیعرفُون کا مفاد وثمرہ لِیقرَبُون ہے‘ لیکن ہر شخص کو اِس کا مکلّف نہیں بنایا گیا‘ اس لئے میرے جدِّ اعلیٰؒ نے تحقیق الحق فی کلمة الحق لکھ کر علمائے ظواہر وصوفیاء کے مذہب میں مطابقت یوں فرمائی کہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ بمعنی لَا معبود اِلَّا اللّٰہ اصلِ ایمان ہے اور بمعنی لَا موجود اِلَّا اللّٰہ کمالِ ایمان ہے۔ لیکن کمالِ ایمان کے مقام پر فائز ہونے والے کے لئے اصلِ ایمان حاصل ہونا ضروری ہے‘ جبکہ اصلِ ایمان والے کے لئے کمالِ ایمان کا مقام حاصل کرنا فرض نہیں احسان ہے۔ اسی طرح ہم نے اپنے مقالہ میں اگر عوام کے متعلّق ”جن لوگوں نے محض جہالت اور بے خبری کی وجہ سے مختلف انسانوں کو نفع وضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا اور قضاء وقدر جیسے اہم اور مخصوص باللہ مسائل ومعاملات کو بھی مخلوق سے وابستہ اور منسوب کر دیا تھا“ کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اُن کو ”اِجعَلِ الخلیفة“ کا مخاطب ٹھہرایا ہے تو یہ حکم اُن کی استعداد کے مطابق ہوگا۔

لمحۂ فکریہ: کیا سیالوی صاحب اس وقت پاکستان بھر میں موجود سُنّی بریلوی کہلانے والے تمام لوگوں اور بالخصوص عوام کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ اُن کے عقائد میں جراثیمِ شرک نہیں ہیں؟ اور ہمارے نیم خواندہ مقررین وخطباء نے جو خوش اعتقادی وبے جا نیازمندی

لہ: ملفوظاتِ مہریہ‘ ص60‘ مطبوعہ گولڑہ شریف سنِ طباعت 1986ء

کا ماحول پیدا کر رکھا ہے اور جس طرح سٹیج پر نفع وضرر اور قضاء وقدر کے مسائل بزرگانِ دین سے برملا وابستہ کئے جاتے ہیں' کیا اس ماحول میں ذاتی وعطائی اور اسنادِ حقیقی ومجازی کا فرق ومفہوم عوام کے ذہن میں ہے؟ تو خدارا مجھے بتایئے کہ اِس بدعت وشرک کی چلتی ہوئی آندھی میں اگر سختی نہ کی جائے تو اور کیا کیا جائے' اشتباہِ شرک تک سے بچنے پر سیّد امجد حیدر آبادیؒ کا یہ اچھوتا استدلال بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ؎

از جادۂ شرع پیش دستی نکنند — در محفلِ دینِ پاک مستی نکنند
سجدہ بہ نمازِ میّت آمد ممنوع — تا مُردہ دلاں قبر پرستی نکنند

یہاں مقامِ غور ہے کہ حرمتِ شراب کے احکام کے نزول کی ابتداء میں اُن ظروف (برتنوں) کا استعمال کیوں ممنوع قرار دیا گیا تھا؟ جو شراب پینے کے لیے استعمال ہوتے تھے (ونھاھم عن اربع عن الحنتم والدبآء والنقیر والمزفت الخ مشکوٰۃ شریف) اہلِ ایمان کو ابتداء میں زیارتِ قبور سے کیوں روک دیا گیا تھا؟ (کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا) دورِ صدیقیؓ میں منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہوئے حضرت صدیقِ اکبرؓ نے واللہ لو منعونی عناقاً کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعھا فرما کر اونٹ کی رسّی تک میں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا جو حکم صادر فرمایا وہ کس حکمت کی بنا پر تھا؟

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

[1]: تصفیہ مابینِ سُنّی وشیعہ از حضرت گولڑویؒ ' ص 19 ' مطبوعہ گولڑہ شریف ' سنِ طباعت 1979ء

اُمورِ شرعیّہ کے جائز، مُستحب اور واجب ہونے میں بہت فرق ہے

آج علماء ومشائخ اہلِ سنّت کی چشم پوشی کے کرشمے ہیں کہ لوگ قبروں کو چومنا فرض' مزارات کا سجدہ ضروری، درباروں کا طواف معراجِ عقیدت اور پیروں فقیروں کو تقدیر وقضاء کا مالک سمجھنا پیری مریدی کا اہم جزو سمجھتے ہیں۔ اُنہیں راہِ راست پر کون لائے گا؟ افراط وغلو کا یہ عالم ہے کہ حضورِ ختمی مرتبت ﷺ کا اسمِ مبارک سن کر درود شریف پڑھنا ضروری نہیں سمجھا جاتا' جبکہ انگوٹھے چومنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ اذان سُن کر کلماتِ اذان کا جواب دینا' اتنا اہم نہیں سمجھا جاتا' جتنا اذان کے بعد درود وسلام پر زور دیا جاتا ہے۔ کسی فوت شدہ مُسلمان کے روزوں اور فوت شدہ نمازوں کا بدلہ ادا کرنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا' جبکہ تیجے' بیسویں' چالیسویں اور سالانہ پر خیرات وطعام کو دین کا جزو لاینفک خیال کیا جاتا ہے' کہیں کسی مقام پر درود شریف پڑھنا پڑ جائے تو الصّلوٰۃ وَالسّلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا ہر فرض سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے جبکہ درودِ ابراہیمی کو دیوبندیوں وہابیوں والا درود سمجھ کر قابلِ اعتناء خیال نہیں کیا جاتا' حالانکہ متذکرہ بالا اُمور کے جواز اور استحباب واباحت کے ہم قائل ہیں' لیکن اِن باتوں کو وجوبِ شرعی کا درجہ دینا اور اِنہی پر مسلمان اور سُنّی ہونے کو موقوف سمجھنا دین میں زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے کچھ کہا جائے ملامت والزام تراشی سے میں گھبرانے والا نہیں۔ بقولِ بیدم شاہ وارثیؒ ؎

مجھے سر آنکھوں پہ رسوائیاں محبّت کی
ملامتی ہوں ملامت سے مجھ کو عار نہیں

آخر عوام کی اِن بدعقیدگیوں اور شرک وبدعت والی خصلتوں کے خلاف زبان وقلم کے ذریعے جہاد کرے کوئی تو بارش کا پہلا قطرہ بنے گا' یا سب مصلحت کا شکار بنے رہیں گے بقولِ علّامہ اقبال ع

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

ہمارے اکثر واعظینِ جہّال کا تو کیا ذکر؟ مناظرِ اسلام اور شیخ الحدیث کہلانے والے مقتدایانِ قوم اذان برقبر، انگوٹھے چومنے اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا جیسے جوازی واستحبابی حیثیت رکھنے والے مسائل پر دو دو گھنٹے خطاب فرمانا اسلام اور سُنّیت کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں' لیکن آئے دن درباروں اور خانقاہوں پر شرک وبدعت کے جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں' اُن کے متعلّق اہتمامًا کچھ فرمانے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے' شاید عوامی ردِّعمل کا خوف دامن گیر رہتا ہے' یا سجّادہ نشین حضرات کے دستِ تعاون کھینچ لینے کا ڈر زبان نہیں کھولنے دیتا۔ کچھ بھی ہو سیالوی صاحب مجھے بدعقیدہ وہابی اور جو مرضی ہو کہتے پھریں میں اِنّ الشّرکَ لظلمٌ عظیمٌ اور اِنّ اللّٰہ لا یغفِرُ اَنْ یُّشرک بہ ویغفرُ مادونَ ذٰلک لمن یّشآء (الآیۃ) کی اہمیّت مدِّنظر رکھتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق کتاب وسنّت اور بزرگانِ دین کی تعلیمات مخلوقِ خدا تک پہنچاتا رہوں گا۔ بالخصوص میرے جدِّ اعلیٰ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہؒ اور پیرانِ پیر سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جو درس دیا' میں وہ تادمِ حیات خلقِ خُدا کو دیتا رہوں گا۔

میں تو رستے کا دِیا ہوں مرے سب اپنے ہیں
روشنی بیچ رہا ہوں تو مٹا دو مجھ کو

دوسرا اعتراض سیالوی صاحب یہ کرتے ہیں کہ ''اِجعَلِ الخلیقة'' سے پہلے والی عبارت تو یہ بتاتی ہے کہ یہ درجہ اخصّ الخواص لوگوں کا ہے اور آپ عوام کی اصلاح کے لئے یہ اسلوب کیوں اپنا رہے ہیں' کرے کوئی اور بھرے کوئی والی صورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عدل وانصاف میں کیوں کر وقوع پذیر ہوسکتی ہے؟

جواباً گزارش ہے کہ میں نے حضرت پیرانِ پیرؒ کا مقالہ نقل کرنے سے پہلے جو عبارت نقل کی وہ کچھ یوں ہے ''جن لوگوں نے محض جہالت اور بے خبری کی وجہ سے مختلف انسانوں اور نیک ہستیوں کو نفع وضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا اور قضاء وقدر جیسے اہم اور مخصوص باللہ مسائل ومعاملات کو بھی مخلوق سے وابستہ ومنسوب کر دیا تھا، اُنہیں شیخ کے خطباتِ حق آشکار نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا'' میری طرف سے لکھے گئے اِن الفاظ کو بار بار پڑھیئے اور ''اِجعَلِ الخلیقة'' سے پہلے مندرجہ کلماتِ غوثِ پاکؒ کو بھی پڑھیئے' پھر سیالوی صاحب کے پیر ومُرشد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ کا فرمودہ بھی مطالعہ کیجئے اور پھر انصاف سے فیصلہ فرمایئے کہ غوثِ پاکؒ کے فرمان اور سیالوی صاحب کی عربی عبارت سمجھنے کی سمجھ میں صلاحیت واستعداد نہیں یا سیالوی صاحب بزعمِ ہمہ دانی مغرور ہو کر غور وفکر سے خود کوسوں دُور ہو چکے ہیں' میرے مشاغلِ متکاثرہ ومتنوّعہ پر تنقید کر رہے ہیں لیکن کبھی ع

یہ بھی سوچا خود کیا ہو؟

خیر میں اِس پر ہرگز رنجیدہ نہیں' کیونکہ پیرانِ پیرؒ پر وہ بزبانِ بصیر پوری

بروایتِ ضعیف ولغو جب یوں برسیں ''حضرت شیخ ابوالسعود نے ایک ایسے شخص کو جھڑک دیا' جس نے شیخ عبدالقادرؒ کا ذکر کیا اور حضرت شیخ عبدالقادر کا مرتبہ بہت بڑھایا اور افراط سے کام لیا' پس آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں عبدالقادر کے حال کو خوب جانتا ہوں اور وہ اپنے اہل کے ساتھ کیسا تھا اور وہ اب اپنی قبر میں کیسا ہے[1] ۔

اگر آپ میرے مشاغلِ متکاثرہ پر زبانِ طعن دراز کریں تو کچھ باک نہیں' مگر اب ذرا میری بھی تو سُنتے جایئے ۔

یہ قہقہے تو مِری بات کا جواب نہیں
سلیقہ چاہئے پھولوں سے گفتگو کے لئے

اب آپ ایک جانب ملاحظہ کریں "اِجعَلِ الخلیقة" سے پہلے کلماتِ غوثیہ: فلا تری لغیرہٖ وجودًاالبتّة قطعًا لافی الضُرِّوَلَا فی النّفعِ وَلَا فی العطاء وَلَا فی المنعِ وَلَا فی خوفٍ وَلَا فی رجاءٍ.............الخ دُوسری جانب شیخ الاسلام خواجہ قمرالدّینؒ کا فرمودہ بھی ملاحظہ ہو۔

لہ: حکایتِ قدمِ غوث ص114 مصنفہ مولوی بصیر پوری ومصدّقہ مولوی اشرف سیالوی اور یہ ہر دو اس رباعی کے مصداق ہیں۔

دونوں کی خرد ہے خام تُو کیا وہ کیا
دونوں ہیں غرض غلام تُو کیا وہ کیا
تُو بھی ہے شکارِ حرصِ دنیا ' وہ بھی
دونوں ہیں اسیرِ دام تُو کیا وہ کیا

شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالویؒ کا نظریۂ توحید

24 ربیع الاوّل شریف 1388ھ بروز خمیس آپ نے فرمایا توحید کے تین مرتبے ہیں۔

نمبر1. عام لوگوں کی توحید
نمبر2. خاص لوگوں کی توحید
نمبر3. اخص الخواص حضرات کی توحید

نمبر1. عوام کے نزدیک توتوحید یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق مالک رازق اور معطی اللہ تعالیٰ ہی ہے نافع ضارّ شافی وہی ہے اور معبود بھی وہی ایک ذاتِ اقدس ہے۔ اُس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

نمبر2. خواص کی توحید یہ ہے کہ ہر چیز جان دار ہو یا بے جان (نباتات، جمادات، حیوانات) سب میں جمال وجلال اور انوار واسرارِ الٰہیّہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

نمبر3. اخص الخواص لوگوں کی توحید یہ ہے سوائے باری تعالیٰ کوئی اور نہیں ہے۔ وہی ہے وہی ہے وہی ہے اور بس وہی ہے[1] ۔

قارئین گرامی! میرے تحریر کردہ الفاظ ''نفع وضرر کا مالک سمجھنا'' حضرت پیرانِ پیرؒ کے کلمات ''لَا فی الضُرِّوَلَا فی النّفع'' اور شیخ الاسلامؒ کے الفاظ ,,نافع وضارّ شافی وہی ہے،، تینوں میں جو مناسبت ہے' وہ کوئی عقل مند ٹھکرا نہیں سکتا۔ مزید برآں حضرت شیخ الاسلامؒ کے کلام میں بھی ایک حصر ہے اور سیالوی صاحب کے کلام میں بھی حصر ہے' یہ دونوں حصر کس حد تک موافق یا مقابل ہیں' آپ خود انصاف کرلیں۔

لہ: ملاحظہ ہو: انوارِ قمریہ ملفوظاتِ شیخ الاسلامؒ ' ص63 ' مطبوعہ 2002ء

کلامِ شیخ الاسلامؒ: عوام کے نزدیک تو توحید یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق' مالک' رازق اور معطی اللہ تعالیٰ ہی ہے نافع ضارّ شافی وہی ہے.........الخ

کلامِ سیالوی: بلکہ ہم تو استعانت و استمداد ان مقدّس ہستیوں سے کرتے ہیں اور دعاء ونگاہ اور شفاعت و سفارش کی امّید ورجاءصرف اورصرف اِن سے رکھتے ہیں' جو نہ صرف خود اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقبول اور مطلوب ومُراد ہیں' بلکہ اِن کے غلاموں اور خادمانِ بارگاہ کو بھی اللہ تعالیٰ محبوب بنالیتا ہے''قُل اِن کُنتُم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکُم اللّٰہ''..........الخ[1]

ایں چہ بوالعجبی ست: سیالوی صاحب کا مندرجہ بالا اقتباس پڑھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا توحید ایسے اہم اور نازک موضوع پر ایسی غیر ذمّہ دارانہ گفتگو کی جاتی ہے؟ کیا سب قارئین اُن کے شاگرد اور مقتدی ہیں؟ جو ہر بات پر واہ واہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کہہ کر آسمان سر پر اُٹھالیں۔اب ہم پوچھتے ہیں کیا استعانت واستمداد اور دعاء وشفاعت وسفارش میں کوئی فرق نہیں؟ اللہ کی بارگاہ میں بزرگانِ دین کی سفارش' اُن کے توسّل اور اُن سے گزارشِ دُعا کرنے کو کون بے وقوف ناجائز کہتا ہے؟ ہم توسّل، تشفّع اور التماسِ دُعا کے تو یقیناً قائل ہیں' البتّہ اعانت واستعانت میں کچھ قیود وشرائط ضروری سمجھتے ہیں۔ حیف صد حیف کہ توسّل وتشفّعِ مصطفیٰ ﷺ والی تمام احادیث وروایات میرے خلاف تحریر کر کے سیالوی صاحب نے خواہ مخواہ اپنی شیخ الحدیثی کا رعب ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کہاں وسیلہ وشفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیا ہے۔یہ کس قدر

[1]: ازالۃ الرّیب' مؤلفہ مولوی اشرف سیالوی ' ص25

انصاف ودیانت کا خون ہے کہ دلائل تو توسّل وشفاعت اور دعاء وسفارش کے دیئے اور موقف استعانت واستمداد والا منوانے پر زور دیا۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

پھر اِس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ استعانت واستمداد کا عقیدہ تو بلا تفریقِ مرتبہ سب بزرگانِ دین کے متعلّق منوانے پر مُصر ہیں' لیکن دلیلیں وسیلۂ مصطفیٰؐ اور شفاعتِ مصطفیٰؐ پر دے رہے ہیں' کیا امّتی اور رسول ﷺ کا مرتبہ برابر ہے؟ حضور ﷺ کی شان سے متعلّق دلیل دے کر آپ ہر پیر فقیر کا اختیار ثابت کرتے ہیں ع

خوفِ خدا' شرمِ نبیؐ' یہ بھی نہیں' وہ بھی نہیں

حضرات! اثباتِ عموم کے لئے دلائلِ خصوص کہاں مسموع ومقبول ہیں؟ کیا قُل اِن کُنتُم تحبّون اللّٰہ فاتبعونی (الآیۃ) یہ کلمات شانِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہیں یا بزرگانِ دین کے لئے؟ یہاں غیر مشروط اتّباع جو فاتّبعونی کے ذریعے حصولِ محبّتِ خدا کا ذریعہ بن رہی ہے وہ امام الانبیاء ﷺ کی ہے یا بزرگانِ دین کی؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے یا اسفیٰ عَلَی العمی۔

لیجئے اور سُنیئے: سیالوی صاحب فرماتے ہیں''شفاعت وسفارش کی امّید ورجاءصرف اورصرف اِن سے رکھتے ہیں'' جبکہ عقیدۂ اہلِ سنّت ہے انّ الایمان بین الخوفِ (من اللّٰہ) والرّجاء (باللّٰہ) اور حضرت مناظر الاسلام صاحب قبلہ رجاء کا حصر مخلوق کے ساتھ کر رہے ہیں' یہ کہاں کا ایمان ہے؟ اور ہم پوچھتے ہیں کہ سیالوی صاحب کس

طبقہ کی ترجمانی فرما رہے ہیں۔عوام مؤمنین ،خواص یااخص الخواص کی۔ جبکہ ہم اصلاحِ عوام کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور سیالوی صاحب کے پیر ومرشد حضرت شیخ الاسلامؒ عوام کو اِس عقیدۂ توحید کا مکلّف تحریر فرما رہے ہیں کہ ''عوام کے نزدیک تو توحید یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق' مالک اور معطی اللہ تعالیٰ ہی ہے نافع' ضارّ' شافی وہی ہے[1]'' اور ہم نے بھی پیرانِ پیرؒ کے کلماتِ مبارکہ نقل کرنے سے پہلے یہی کچھ لکھا کہ ''جن جاہل لوگوں نے مخلوق کو نفع وضرر کا مالک سمجھنا شروع کر دیا تھا''۔ پھر سیالوی صاحب کیوں سیخ پا ہوگئے؟ بقولِ راقم ؎

کس بات پہ تم تڑپ اُٹھے ہو
کانٹا تو نہیں چبھو گئے ہم

قبلہ! آپکے اپنے پیر ومرشد نے نفع وضرر کا مالک کس ذات کو سمجھنا ایمان کے لئے ضروری قرار دیا؟ کیا اخص الخواص لوگوں کے لئے پہلے عوام والا عقیدۂ توحید ضروری نہیں ہے؟ کیا وَاِن یمسسک اللّٰہ بضُرٍ فَلاکاشفَ لہٗ الّا ھُو (جو فتوح الغیب مطبوعہ لاہور کے سرِورق پر بھی لکھا ہے) اور وَاِن یمسسک بخیر فھو علیٰ کُلّ شئی قدیر ذات اُسی کی نہیں ہے؟ جسے اَحد کہا جاتا ہے' یا کچھ اور مخلوق نے بھی یہ ذمّہ داریاں سنبھال رکھی ہیں؟ حضرت پیرانِ پیرؒ نے گو خاص اور اخص الخاص لوگوں کے کوائف ودرجات بھی بیان فرمائے ہیں' لیکن اُن کا روئے سخن عوام کی بداعتقادیوں کی اصلاح ہی کے لئے ہے۔ لہٰذا میں سیالوی صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ ذرا نورِ توحید کے فروغ کے لئے

[1]: انوارِ قمریہ' ص63

بھی کوشش کیا کریں' تاکہ اُن کا علم وفن شرک وبدعت کے اندھیروں کے پھیلنے کا سبب نہ بنے اِسی خوف کے پیشِ نظر میں نے امتِ مسلمہ کو ہر موڑ پر اتباعِ شریعتِ مطہرّہ کی تلقین کرتے ہوئے یہ رباعی کہی تھی ؎

ہیں جاہ کے بُت یہ مذہبی جاہ نُما
اب رہ گئے خود نُما' نہ اللہ نُما
ہاتھوں میں اُٹھائے رکھ شریعت کا چراغ
گمراہ بھی کر دیتے ہیں یہ راہ نُما

خود اپنے آپ کو تُو نے نہ دیکھا' دیکھنے والے: میرے متعلّق تو سیالوی صاحب نے شفقت فرماتے ہوئے لکھ دیا ''آپ مصنّف بننے کی کوشش ترک فرما دیں' کیونکہ جس شخص کو اُردو عبارت سمجھنے کی بھی صلاحیّت نہ ہو تو وہ توحید جیسے اہم اور نازک موضوع پر بحث وتمحیص کی استعداد وصلاحیّت کا مالک کیونکر ہو سکتا ہے اور حضور سیّدنا شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ کے ارشادات کی حقیقت اور گہرائی تک پہنچنے کا مدّعی کیونکر ہو سکتا ہے اور اُسے اپنی کوتاہ بینی بلکہ کج فہمی کے باوجود لوگوں کے دین وایمان کے ساتھ کھیلنے کا حق کیونکر دیا جا سکتا ہے[1]''۔

بحمداللہ تعالیٰ ہمارے گھر سے تو تصنیف وتالیف کا سلسلہ اُس وقت سے شروع ہے جب سیالوی صاحب اور اُنکے آباؤاجداد نے ابھی الف باء تاء بھی نہیں سیکھا ہوگا۔

[1]: ملاحظہ ہو: ازالۃ الرّیب' ص71

بقولِ سعدیؔ شیرازؒ ؎

ہمہ قبیلۂ من عالمانِ دیں بودہ
مرا معلّمِ عشقِ تو شاعری آموخت

نعت وغزل کے حوالے سے اگرچہ میری وجہِ شہرت شاعری بنی' مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ بندہ آپ کی طرح نہ سہی' لیکن بحمد اللہ درسِ نظامی کے جملہ مراحلِ فنون سے گزرا ہوا ہے' لہٰذا میری تصانیف کا معیار جو کچھ بھی اور جیسا بھی ہے' دنیائے علم وادب کے ناقدین سے داد وتحسین حاصل کر چکا ہے۔ اگر سیالوی صاحب قبلہ مجھے ذی علم اور مصنّف نہ بھی کہیں تو کوئی حرج نہیں' کیوں کہ ؎

اڑائے دُھول کوئی چاند پر' کب دُھول پڑتی ہے
کوئی کہتا رہے' ذی علم جاہل ہو نہیں سکتا

لیکن یہاں اتنی بات ضرور کہوں گا کہ جو شخص توسّل وتشفّع اور استعانت واستمداد کا واضح فرق بھی نہ سمجھ سکتا ہو' اُسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اوروں کو ھدایت وگمراہی کے معیار بتاتا پھرے۔ غوثِ پاکؒ کے ارشادات کو جب وہ خود سمجھ نہ پائے تو معاذ اللہ آپؒ کے فرمانِ ذیشان کو کلامِ باطل نظام کہہ کر جان چھڑائے اور خالق ومخلوق کے درمیان اختیارات وافعال کی تقسیم کر کے اپنی قابلیّت کے جوہر دکھائے۔ اگرچہ ایسی تقسیم تلك اذاً قسمة ضیزی کے قبیل سے ہے' چنانچہ ہم سیالوی صاحب کی تحقیق اُن کے پیرومرشد حضرت قبلہ شیخ الاسلامؒ کی تحقیق کے آئینے میں پیش کرتے ہیں۔

تحقیقِ اشرف سیالوی: ''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں

ہر کام اور فعل میں موثّر اور مدبّر نہیں' بلکہ دوسرے حضرات بھی اِس کے ساتھ تدبیر وتصرّف میں شریک ہیں' بلکہ مشکل کام اولیاء ومرشدین کے سپُرد فرما دیتا ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمۂ کرم پر لے لیتا ہے[1]'' اب دیکھیں سیالوی صاحب اپنے پیرومرشد کی تحقیق کے آئینے میں کیسے اور کیا ہیں؟

تحقیقِ حضرت شیخ الاسلامؒ: ایک شیطانی توحید بھی ہے کہ جو شیطانی لوگ اپنی طرف سے بنائے پھرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بعض اشیاء تو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیتے ہیں اور بعض مخلوق کے واسطے مثلاً شیطان کے مقلّد کہتے ہیں کہ علمِ غیب تو اللہ کے لئے ہے اور مشاہدہ ہمارے لئے' علمِ کُلّی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور جزئی ہمارے لئے حالانکہ تمام اُسی سے ہے اُسی کا ہے اور اُسی کے شایانِ شان ہے۔ غیب ہو یا مشاہدہ' کُل ہو یا جزء سب کا مالک وہی ہے' کسی کو عطاء فرما دے تو اُس کو حق ہے' کسی کو دے دینے سے اُس کے علم میں کمی نہیں آسکتی اور نہ ہی اُس کی کسی ذاتی صفت میں کوئی شریک ہو جاتا ہے' بلکہ وہ واحد ہے واحد ہے' واحد ہے[2]۔

ماراازیں گیاہِ ضعیف ایں گُماں نبود

حقیقت یہ ہے: کہ سیالوی صاحب نے میرے خلاف قلم اٹھایا نہیں' بلکہ اُن سے اُٹھوایا گیا ہے اور جب کوئی آدمی بادلِ ناخواستہ ایسا حساس کام کرنے لگے تو ٹھوکر لگ ہی

[1]: ازالۃ الرّیب' ص65
[2]: انوارِ قمریہ' ص63

جاتی ہے۔ لہٰذا سیالوی صاحب کی پوری کتاب ایسی بوقلمونیوں اور بوالعجبیوں سے بھری پڑی ہے' جبکہ اُن کی دیگر تصانیف قدرے بہتر ہیں۔ یہ کتاب لکھ کر سیالوی صاحب نے اپنی تصانیف کی فہرست میں تو اضافہ فرمالیا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہلِ علم وتحقیق کے نزدیک اُنہوں نے اپنی ثقاہت مجروح کردی ہے۔ اور عُمر کے اِس آخری حصّہ میں اُن کا یہ نقصان شاید ناقابلِ تلافی بھی ہو۔ اُن کی ایسی بے جوڑ اور کمزور تصنیف کہیں اُن کے نام لیواؤں اور شیدائیوں کو اُن سے بیزار نہ کردے' کہیں وہ اُن کو دیکھ کر یہ نہ کہہ اُٹھیں۔

ترے دیدار کا حاصل کیا ہے
صرف نقصان ہے بینائی کا

اب ذرا آیئے اور یہ دیکھئے کہ شیخ الحدیث ہوتے ہوئے اُنہوں نے حدیثِ قُدسی میں تحریفِ معنوی کیسے فرمائی ہے۔

معروف حدیث میں سیالوی صاحب کی تحریفِ معنوی

سیالوی صاحب ازالۃ الرّیب کے صفحہ نمبر 25 اور صفحہ نمبر 26 پر رقمطراز ہیں
''اور جو کثرتِ نوافل کی وجہ سے مقامِ محبوبیت پر فائز ہوتے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلّیات کے مظاہر بن جاتے ہیں اور اُسی کے انوار سے سُنتے اور دیکھتے ہیں اور اُنہی کے ساتھ پکڑتے اور دستگیری کرتے ہیں اور اُنہی کے ساتھ فریادیوں کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتے ہیں (کماورد فی الحدیث القدسی)۔''

قارئینِ محترم! بخاری شریف جلد ثانی صفحہ 963 پر یہ مکمل حدیثِ قدسی موجود ہے۔

صدیوں سے علمائے اہلِ سنّت اِس حدیث شریف سے استنباطِ مسائل وردِّ مذاہبِ باطلہ کررہے ہیں' لیکن اس میں جو زیادتی وتحریف سیالوی صاحب نے فرمائی ہے' یہ جسارت آج تک کسی نے نہیں کی۔ سیالوی صاحب کا یہ جُملہ ''اور اُنہی کے ساتھ فریادیوں کے پاس امداد کے لئے پہنچ جاتے ہیں'' آخر یہ حدیث شریف کے کون سے الفاظ کا ترجمہ ہے' اگر کسی شارحِ حدیث یا مُفسّرِ قرآن نے تشریحاً یہ بات کہیں لکھ بھی دی ہو تو خیر ہے' لیکن اِس کو اصل حدیث شریف کا حصّہ بناتے ہوئے یہ جملہ لکھ کر آگے (کماورد فی الحدیث القدسی) کا حوالہ بھی مندرج فرمادینا قبلہ سیالوی صاحب ہی کے دِل گُردے کا کام ہے کیونکہ وہ شیخ الحدیث ہیں ہم ایسے کم علم اور مشاغلِ متکاثرہ رکھنے والے گناہ گار لوگ تو ایسا سوچتے ہوئے بھی کانپ جاتے ہیں کہ حدیثِ قدسی میں ایسا اضافہ وتصرّف بیک بوقت یفترون علی اللہ الکذب (الآیۃ) اور مَن کذَبَ علیّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعدہٗ من النّار (الحدیث) کی وعیدِ شدید کی لپیٹ میں آنا ہے اعاذنا اللہ من ذٰلک اگر بقولِ سیالوی صاحب ورِجلَہُ الّتی یمشِی بِھا کا مفہوم یہ ہے تو اِسے الگ تشریح میں درج کرنا ضروری تھا عبارتِ حدیث کے سلک میں منسلک کرکے آگے کماورد فِی الحدیث القُدسی کہنا اربابِ دیانت سے دُور ہے اور پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ تو اپنے اِن مُقرّب عبادِ صالحین کے کمالِ قرب کا بیان فرما کر بھی اُن کے متعلق لئن سألنی لأعطینہٗ ارشاد فرما کر اُنہیں اپنے دروازۂ رحمت کا سائل وفریادی بتا رہا ہے اور لئن استعاذنی لأعیذنہٗ کی بشارت سے نواز کر اپنی جلیل وعزیز بارگاہِ عزّت کا ایک مُلتجی اور پناہ خواہ قرار دے رہا ہے اور سیالوی صاحب قبلہ

ہیں کہ اپنے مخصوص مشرب و ذوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اُن عبادِ صالحین و مقرّبین کو ہر حال میں فریادرس اور مشکل کشا ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ مرنا نہیں؟ قبر میں نہیں جانا؟ اور اُس احکمُ الحاکمین کے حضور باز پُرس کے لئے پیش نہیں ہونا؟ وہاں کیا عذر پیش کیا جائیگا؟ اور راہِ خلاصی کہاں سے ڈھونڈی جائے گی[1]؟ وہاں تو مقبولانِ خُدا بھی مبتلایانِ شرک سے اظہارِ براءت کرتے ہوئے بارگاہِ احکمُ الحاکمین میں عرض کردیں گے سُبحٰنَكَ مَایكُونُ لِی أَن أَقُولَ مَا لَیسَ لِی بِحَقٍ (تُو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھ کو حق نہیں) اور یہ امر بھی خالی از حقیقت نہیں کہ اِس حدیثِ قُدسی کو بعض علماء نے متشابہات میں سے قرار دیا ہے' جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ''اور حدیثِ قُدسی كُنتُ سمعَهُ الّذی یسمَعُ بهٖ وَبصَرهُ الّتی یبصُرُبهَا بھی اِن ہی متشابہات سے ہیں[2]''

حدیثِ شفاعت کا طبع پسند مفہوم

سیالوی صاحب نے ازالۃ الرّیب کے صفحہ 26 اور 27 پر حدیثِ شفاعت کا مفہوم بھی اپنے طبع پسند انداز میں تحریر فرمایا ہے' لہذا آپ جوشِ علم میں آ کر یوں رقم طراز ہوئے ''نیز روزِ قیامت امّتوں کے سوالِ شفاعت پر آدم و نوح اور ابراہیم خلیل اللہ اور

[1] : ان شاءاللہ سیالوی صاحب قبلہ سے میدانِ محشر میں بھی ملاقات ہوگی اور موقع ملنے پر وہاں بھی آپ سے ضرور کچھ استفادہ کروں گا۔

زمانہ کھینچ کر آ پہنچے گا میدانِ قیامت میں   وہاں کیوں کر چھپو گے تم' وہاں کیا ہم نہیں ہوں گے؟

(منہ)

[2] : انوارِ قمریہ' ص124

مُوسٰی کلیم' نیز عیسیٰ روح اللہ علیہم السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ سیدھے اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو جاؤ اور اُس سے عرض والتجا کرو اِدھر اُدھر غیروں کے پاس جا کر کیوں مُشرک بنتے ہو اور توحید و ایمان کی پونجی کیوں برباد کرتے ہو' آج تو مشرک لوگ بھی اپنے شرک سے منحرک (منحرف) اور منکر ہو رہے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ حکایةً عنھم ''واللّٰہ ربّنا ماکنّا مُشرکین'' تو کیا اب تم اُن کی سیٹ سنبھالنا چاہتے ہوں (ہو)؟ عقل و خرد سے کام لو اور شرک جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب نہ کرو' بلکہ آدم علیہ اسلام (علیہ السلام) حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا اور آپ انہیں موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے درِ اقدس پر جا کر ملتجی ہونے کا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کا مشورہ دیں گے جب کہ وہ حضور سیّدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (محمدُ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم) کی بارگاہِ ناز میں حاضر ہو کر شفاعت اور سفارش اور آپ کی شایانِ شان امداد و اعانت کا مطالبہ کرنے اور مسئول و مطلوب کے حتمی طور پر حاصل کرنے کا مشورہ دیں گے ''کما ورد فی الصحاح و قدرہ المشترک متواتر معنی'' وَان کانت تفاصیلۃ ثابتۃ بالاحاد تو کیا سبھی اُمّتیں بلکہ خواص اولیاء وابدال اور اغواث واقطاب اور اخص الخواص انبیاء علیہم السّلام اس مقامِ توحید سے ناآشنا ہوں گے؟ العیاز (العیاذ) باللّٰہ تعالٰی وغیر ذٰلك من الدّلائل الخ[1]

قارئینِ محترم! ہم نے سیالوی صاحب کی یہ طویل تحریر اِس لئے آپ کے سامنے

[1] : ازالۃ الرّیب' ص26, 27

رکھّی تا کہ آپ مکمّل بات سمجھ سکیں' اب ہم اِس اقتباس کو مختلف پہلوؤں سے دیکھتے ہیں۔

نمبر1. یہ طویل تحریر سیالوی صاحب نے کس مقصد کے لئے شاملِ کتاب کی؟ کیا اُن کا خطاب مُنکرینِ شفاعت سے ہے' جب اُن کے مخاطب ہم ہیں تو پھر اثباتِ مسئلۂ شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارا اختلاف اِس مسئلہ پر تو اُن سے ہے ہی نہیں۔ بات تو چل رہی ہے اِس موضوع پر کہ کیا ہم نے بقول سیالوی صاحب اللہ تعالیٰ کے مقبول و مقرّب بندوں کو مصلوب و مغلول شخص کی طرح کہا ہے اور نیز ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عذاب دیتا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہرگز نہیں اگر میری عبارت سے کوئی ایسی گستاخی والا مفہوم کسی کو کسی پہلو سے نظر آئے تو وہ میرے **استغفار اور رجوع اِلی اللہ کا گواہ بن جائے**' پھر یہ مسئلۂ شفاعت کے دلائل ہمیں سمجھانے کا کیا مقصد ہے؟

نمبر2. پوری حدیثِ شفاعت برحق ہے' لیکن کوئی امّتی کسی نبی کے پاس بخشش طلب کرنے نہیں جائیگا اور نہ ہی کوئی نبیؑ کسی اُمّتی کو دُوسرے نبیؑ کے پاس حصولِ بخشش اور طلبِ مغفرت کے لئے بھیجے گا' بلکہ مقصد یہ ہوگا کہ حساب شروع کرنے کے لئے بارگاہِ ربِّ قدیر میں لب کشائی کی جائے کہ گرمیِ محشر سے تنگ آ چکے ہیں' اللہ تعالیٰ حساب جلد شروع فرمائے۔ نیز یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ عرضی مختلف انبیائے کرام کی خدمت میں لے جانے والے کیا سارے مؤمن ہوں گے' جنہیں بعد میں بخشش حاصل ہو جائے گی؟ نہیں بلکہ بشمولِ کفّار' مشرکین اور فُسّاق و فُجّار سبھی ہوں گے اور اُن کا مقصدِ گزارش فقط آغازِ حساب وکتاب کی درخواست بہ حضورِ جبّار وقہّار پیش کرنا ہوگا۔ نہ یہ کہ وہ انبیاء ومُرسلین سے طلبِ بخشش کریں گے' بلکہ اِس وقت بھی اُن میں سے کچھ ایسے

ہوں گے جو انبیائے عظام کے خلاف بیان دیں گے اور پھر اُن کفّار کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے اُمّتِ مصطفٰی علٰی صاحبہا السّلام کو بطورِ گواہ لایا جائیگا۔

نمبر3. سب سے آخر میں ہمارے آقا ومولیٰ حضور رسالت مآب علیہ السّلام کی خدمت میں اُمّتیں پیش ہوں گی تو آپ بھی اُن کے عرض کرنے پر اللہ کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گے اپنی جبینِ نیاز بارگاہِ بے نیاز میں رکھّیں گے تو بارگاہِ احکم الحاکمین سے یہ لطف بھرا حُکم ہوگا یا محمّدُ اِرفَع رأسكَ سَلْ تُعطَ وَا شفع تُشفّع الخ ثابت ہوا کہ مخلوق میں جو سب سے بڑی قدر ومنزلت والی ہستی ہے' وہ بھی اُسی کے سامنے سر جھکائے گی تو ہمیں بھی اُسی کے سامنے سَر جھُکانا چاہیئے۔ کہاں یہ مفہوم اور کہاں سیالوی صاحب کا یہ فرمانا کہ ''مسئول ومطلوب کے حتمی طور پر حاصل کرنے کا مشورہ دیں گے۔''

جہاں برسرِ میدانِ محشر امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ عزّت افزائی منکرینِ شانِ مصطفٰیؐ اور قائلینِ مقولۂ مثلّیت کے مُنہ پر طمانچہ ثابت ہوگا' وہاں آپؐ کا بارگاہِ معبودِ حقیقی میں یہ اندازِ نیاز اُن لوگوں کی حوصلہ شکنی بھی ضرور کریگا' جو خالق ومخلوق کے مابین فرقِ مراتب ملحوظ نہیں رکھتے اور مقصودِ اصلی بندگانِ خُدا کو سمجھ بیٹھتے ہیں' اُنہیں دکھایا جائے گا کہ تم دُنیا میں جن کو منزل سمجھتے رہے' وہ نشانِ منزل تھے' منزل تو وہ ذات ہے' جس کے سامنے مصطفٰیؐ ایسی عظیم شخصیّت اپنا عظمت والا سر جھکا رہی ہے' جیسا کہ قائلینِ تثلیث کی زجر وتوبیخ کے لئے حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام سے پوچھ گچھ ہوگی (ءَ أنت قُلتَ للنّاسِ اتّخذُونِي وَ اُمّيَ اِلٰهَينِ مِن دُونِ اللّٰه) یہاں اجلّہ مفسرین فرماتے ہیں توبیخ لقومه علیه السلام کہ اِس مؤاخذہ وسوال سے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈانٹنا

مقصود ہوگا' نہ کہ حضرت عیسیٰؑ پر اظہارِ رنجیدگی' اسی طرح اُس دن سجدۂ مصطفیٰؐ بہت سُوں کو ہلا کر رکھ دے گا' وہاں آپ کے مرتبۂ محبوبیّت کا اظہار بھی ہوگا اور مقامِ مُحبّیت کا بھی' آپ کی شانِ محمّدی بھی ظاہر کی جائیگی اور شانِ احمدی بھی۔ حضرت امیؔر مینائیؒ کے جانشین حافظ جلیل الحسن مانک پوریؒ نے اسی ھنگامۂ محشر اور حساب و کتاب کے برپا ہونے کے حوالے سے یہ خوبصورت شعر کہا تھا۔ سیالوی صاحب قبلہ! اگر آپ کسی اچھے شعر سے کچھ بھی محظوظ ہونے کی استعداد رکھتے ہیں تو یہ شعر سُنیے اور سر دُھنیے۔

شافعِ محشرؐ کے قدموں پر گرو چل کر جلیؔل
حشر برپا ہو چکا' وقتِ حساب آنے کو ہے

فتامل و تدبّر لأنّ هذهٖ نكتةٌ دقيقةٌ.

نمبر 4. سیالوی صاحب کا یہ لمبا چوڑا اقتباس ہم قارئین کے سامنے اغلاطِ لفظی کے آئینے میں پیش کرتے ہیں نہ جانے حضرت جلدی کے باعث پروف کو دوبارہ پڑھ نہیں سکے' یا آفاقی صاحب نے جان بوجھ کر یہ آفاقی کارنامہ سرانجام دے کر سیالوی صاحب کی نیک نامی کو فروغ دینے کی مخلصانہ کوشش فرمائی' ویسے تو پوری کتاب کا ہر صفحہ اِس جیسی کئی غلطیوں سے مرصّع ہے' مگر بطورِ مشتے از خروارے یہ اقتباس اپنی مثال آپ ہے ہم اِن غلطیوں کی نشان دہی قَالَ اَقُولُ کے اسلوب میں یہاں درج کر رہے ہیں۔ قَالَ سے مُراد یہ ہے کہ سیالوی صاحب نے اپنی کتاب میں یہ عبارت یوں لکھّی اور أقـول سے مُراد ہے کہ اصل میں عبارت یوں ہونی چاہئیے۔

قَالَ: نیز روزِ قیامت اُمّتوں کے سوالِ شفاعت پر آدم ونوح اور ابراہیم خلیل اللہ اور

موسیٰ کلیم، نیز عیسیٰ روح اللہ علیہم السّلام یہ نہیں فرمائیں گے الخ

اقولُ: نیز روزِ قیامت اُمّتوں کے سوالِ شفاعت پر آدم ونوح، ابراہیم خلیلؑ و موسیٰ کلیم اور عیسیٰ روح اللہ علیہم السّلام الخ

قالَ: آج تو مشرک لوگ بھی اپنے شرک سے منخرک اور منکر ہو رہے ہیں

اقولُ: آج تو مشرکین بھی اپنے شرک سے منحرف اور مُنکر ہو رہے ہیں

قالَ: كما قال الله تعالىٰ حكايتةً عنهم

اَقولُ: كما قال الله تعالىٰ حكايةً عنهم أو عنهم حكايةً

قالَ: تو کیا اب تم ان کی سیٹ سنبھالنا چاہتے ہوں؟

اَقولُ: تو کیا اب تم اُن کی سِیٹ سنبھالنا چاہتے ہو؟

قالَ: بلکہ آدم علیہ اسلام

اَقولُ: بلکہ آدم علیہ السّلام

قالَ: اور آپ انہیں موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام کے در اقدس پر جا کر ملتجی ہونے کا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کا مشورہ دیں گے الخ

اقولُ: اور آپؐ انہیں موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام کے درِ اقدس پر جا کر مُلتجی ہونے کا اور وہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام سے درخواست کا مشورہ دیں الخ

قالَ: جب کہ وہ حضور سیدنا محمد الرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ ناز میں الخ

اَقولُ: جب کہ وہ حضور سیّدنا محمّدٌ رّسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہِ ناز میں الخ

قالَ: ''کما ورد فی الصحاح و قدرہ المشترک متواتر معنی'' وان

كانت تفاصيله ثابته بالاحاد.

اَقولُ: ''كما ورد في الصحاح و قدره المشترك و المتواتر معنًى أو وقدره المشترك متواتر المعنى وَإن كانت تفاصيلهٗ ثابتةٌ بالاحاد''۔ نیز جب پوری عربی عبارت مسلسل اور متصل ہے تو پھر ڈبل واوین کو معنیٰ'' پر ختم کرنے کا کیا جواز ہے' چاہیئے تھا کہ آخر پر انہیں ختم کیا جاتا

قالَ: العياذ بالله تعالىٰ وغير ذٰلك من الدلائل [1]

اقولُ: العياذ (ذال کے ساتھ ہے نہ کہ زا کے ساتھ) وغيرَ ذلكِ کا عطف باللہ پر ہے تو اللہ کے سوا اور کس سے پناہ مانگ کر استعاذہ میں شرکت کرائی جا رہی ہے؟ اور اگر العیاذ پر ہے تو استعاذہ کے علاوہ اور کون سی چیز بارگاہِ مولا سے مانگنا اِس مقام کے مناسب ہے؟ دلائل کے معاملے میں پناہ مانگنا ہے تو کیسے دلائل؟ آپکے یا ہمارے؟ نیز دلائل سے پناہ مانگنا آج تک محاورۃً استعمال ہوتے نہیں دیکھا شاید قبلہ سیالوی صاحب محاورات کی ایجاد کا ملکہ بھی رکھتے ہیں۔ چشمِ بدٗ دور بقولِ اکبر الٰہ آبادی۔

جس طرف اُٹھ گئی ہیں آہیں ہیں
چشمِ بد دُور کیا نگاہیں ہیں

سیالوی صاحب نے ایک قرینہ یہ بھی پیش فرمایا کہ شیخ کی طرف مرید محتاج ہے اور اُس کی امداد و اعانت ہی سے سلوک اور سیر الی اللہ کے مراحل طے کر سکتا ہے [1]۔

جواب: یہ تسلیم کر لیا کہ مرید اپنے شیخ کی طرف احتیاج رکھتا ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کی یہ احتیاج پوری کس طرح کرتا ہے' کیا اُسے یہ تربیت دیتا ہے کہ میرے

لہ: ازالۃ الرّیب' ص62

گرد طواف کر، مجھے سجدہ کر، اپنی جملہ مشکلات وحاجات کا کفیل مجھے سمجھ' ہر وقت میرے نام کا وظیفہ جپتا رہ' یا شیخ کسی اور طریقہ سے مُرید کی تربیت فرماتا ہے۔ ہم قبل ازیں ''فتوح الغیب'' کے مقالہ نمبر 7 کے حوالے سے حضرت پیرانِ پیرؒ کا تربیتی خطاب نقل کر آئے ہیں آپؒ کے اکثر خطابات و مواعظ میں قارئین کو یہی تربیتی روح کارفرما نظر آئے گی اور ہر جگہ یہی سبق ملے گا کہ آپ نے تسلیم و تفویض اور توحیدِ کامل کی تعلیم پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی' اب آپ حضرت شیخؒ کے ایک اور مقالہ کی روشنی میں ہمارے موقف کو سمجھیں کہ آیا حضرت شیخؒ کی تعلیمات ہم ایسے مشاغلِ متکاثرہ رکھنے والے حقیر لوگوں نے سمجھی ہیں یا علم و عرفان کے درجۂ انتہا پر فائز قبلہ سیالوی صاحب اِن تعلیمات کو سمجھ پائے ہیں۔ آپؒ اپنے مریدین و متعلقین کی احتیاجِ تربیت (بقولِ سیالوی صاحب) پوری کرتے ہوئے جب ''فتوح الغیب'' کے خطبات کا آغاز فرماتے ہیں تو آپ اُنہیں اپنا مرید ذکر ہی نہیں کرتے' بلکہ فرماتے ہیں کہ لِمُريدي الحقِ وَالطُّلاب یعنی یہ وہ راستہ ہے جو منزل کے قریب تر ہے اور اُن کے لئے ہے جو حق کے مُرید (چاہنے والے) اور طلّاب (طلب گار) ہیں۔ پھر پہلے مقالے کا آغاز ہی اِن کلمات سے فرماتے ہیں لَا بُدَّ لِكُلِّ مؤمنٍ في سائرِ أحوالِهِ یعنی اپنے تمام احوال میں ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ تو معلوم ہوا آپؒ کے اِن ارشادات میں ہر عام و خاص کی تربیت کا سامان موجود ہے نہ کہ بقولِ سیالوی صاحب حضرت شیخؒ کے ارشادات صرف واصلین سے مخصوص ہیں' پھر آپ مقالہ نمبر 3 میں اِسی تربیت کو بایں انداز بیان فرماتے ہیں' ہم باوجود طوالت کے یہ مقالہ مکمل درج کر رہے ہیں' تا کہ سیالوی صاحب قبلہ کہیں پھر غلط فہمی کا

شکار نہ ہو جائیں۔

مقالہ نمبر 3: المقالة الثالثة وقالَ رضی الله عنه وارضاه وَاذ ابتُلی العبدُ ببلیَة تحرّك اوّلاً فی نفسهٖ فان لَم یتخلّص منها استعانَ بغیرهٖ من الخلق كالسّلاطین وارباب المناصب وابناء الدّنیا وَاصحاب الاموال وأهل الطبَ فی الامراض و الا وجاع فان لَم یجد فِی ذٰلِك خلاصةً رَجع حینئذ الی ربّهٖ عزّوجلَ بالدّعاء وَالتضرّع وَالثناء فما دام یجد عند نفسهٖ نُصرةً استطرح بین یدیه مُدیما للسؤال وَالدعاء وَالتضرّع والثناء وَالا فتقارِ مع الخوفِ منه وَالرّجاء ثم یُعجزهُ الخالقُ عزّ وجلّ عنِ الدّعاء وَلم یُجبهُ حتّی ینقطعَ عَن جمیع الاَسباب فحینئذٍ ینفذُ فیهِ القدرو یَفعَلُ فیه الفعل فیفنی العبد عَن جمیع الاسباب وَالحرکات فیبقی رُوحاً فقط فلایری الّافعل الحق عزّ وجلّ فیصیرُ مُوقناًموحدّاضرُورَةً فیقطعُ اَن لَا فاعِلَ علی الحقیقةِ اِلّا الله وَلَا مُحرّكَ وَلَا مُسكِنَ الا اللّه وَلَا خیرَ وَلَا شرَ وَلَا ضرَ وَلَانفع وَلا عطاءَ وَلَا منعَ ولَا فتحَ وَلَا غلقَ ولَا موةَ وَلا حیوةَ وَلَا عِزَ وَلاذلَ وَلَا غِنٰی وَلَافقرَ اِلّا بیدِ اللّهِ فیصیرُ حینئذٍ فی القدرِ كالطّفلِ الرّضیعِ فی یدالظّئر وَالمیّتِ الغسیل فِی یدِ الغاسلِ وَالكرَة فی صولجانِ الفارسِ یقلّبُ وَیُغیّر وَیُبدّلُ وَیكوّنُ وَلَا حَراك بهٖ فی نفسهٖ وَلَا فِی غیرهٖ فهُوغائبُ عَن نفسهِ فی فعلِ مولاهُ فَلایری غیرَ مَولاهُ وفعلهٖ وَلَا

یسمع وَلَایعقل من غیرهٖ اِن ابصَرفلِصنعِهٖ اَبصَروَاِن سَمِعَ وَعَلِمَ فَلِكلامهٖ سَمِعَ وَبعِلمِهٖ عَلِمَ وَبنعمتهٖ تَنعّمَ وَبِقُربهٖ اِسعَدَ وَبتقریبهٖ تَزیّنَ وَتشرّفَ وَبِوعدِهٖ طَابَ وَسکَنَ وَبهٖ اطمأنَ وَبحدیثهٖ اَنسَ وَعَن غیرهٖ استوحَشَ وَنفَرَ وَاِلٰی ذِكرهٖ التجأ ورَكَنَ وبهٖ عزّوجلَ وَثَق و عَلَیه توكّلَ وَبِنُورِ مَعرِفتهٖ اهتدٰی وَتقمّصَ وَتسربل وَعلٰی غرائبِ عُلُومهٖ اِطّلَعَ وَعَلٰی اَسرارِ قُدرَتهٖ اَشرَفَ وَمنه عزّوجلّ سَمِعَ وَوَعٰی ثمّ عَلٰی ذٰلِكَ حَمِدَ وَاَثنٰی وَشكرو دَعَا۔

ترجمہ: ''جب بندہ کسی بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے' اگر نجات نہیں پاتا' تو مخلوقات میں سے (اوروں سے) مدد مانگتا ہے' مثلاً بادشاہوں' حاکموں' دنیاداروں یا امیروں سے اور دُکھ درد میں طبیبوں سے' جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا' اُس وقت اپنے پروردگار کی طرف دعا اور گریہ وزاری وحمد وثنا کے ساتھ رجوع کرتا ہے (یعنی) جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے' خلق سے رجوع نہیں کرتا اور جب تک خلق سے مدد مل جاتی ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا' پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے (بھی) کوئی مدد نظر نہیں آتی تو (بے بس ہو کر) اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں آرہتا ہے اور ہمیشہ سوال ودعا اور گریہ وزاری اور ستائش واظہارِ حاجت مندی' امید وبیم کے ساتھ کیا کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اُس کو دعا سے (بھی) تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا' یہاں تک کہ کُل اسباب (منقطع ہو جاتے ہیں' اور وہ سب) سے علیحدہ ہو جاتا ہے' اُس وقت اُس میں (احکامِ) قضا وقدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اُس کے اندر (اللہ تعالیٰ اپنا)

کام کرتا ہے' تب بندہ کُل اسباب وحرکات سے بے پرواہو جاتا ہے اور محض رُوح رہ جاتی ہے' اُسے فعلِ حق کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ ضرور بالضّرور صاحبِ یقین موحّد ہو جاتا ہے، اب وہ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی (کچھ) کرنے والا ہے اور نہ حرکت وسکون دینے والا' نہ اُس کے سوا کسی کے ہاتھ اچھائی اور برائی' نفع ونقصان' بخشش وحرمان' کشائش وبندش' موت وحیات' عزّت وذلّت' غنا وفقر' اُس وقت (احکامِ قضا وقدر) میں بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے' جیسے شیر خوار بچّہ دایہ کی گود میں یا مردہ غسّال کے ہاتھ میں یا (پولو کا) گیند سوار کے قبضہ میں کہ اُلٹا پلٹا جاتا ہے اور بگاڑا بنایا جاتا ہے' اُس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں ہوتی' نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل کے سبب اپنے نفس میں غائب ہو جاتا ہے اور اپنے مالک اور اُس کے فعل کے سوا نہ کچھ دیکھتا سنتا ہے اور نہ کچھ سوچتا سمجھتا ہے' اگر دیکھتا ہے تو اُس کی صنعت کو اور اگر سنتا ہے تو اُسی کا کلام' اُس کے علم سے (ہر چیز کو) جانتا ہے' اُس کی نعمت سے لطف اٹھاتا ہے' اُس کے قرب سے سعادت پاتا اور اطمینان حاصل کرتا ہے اُس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے اور اُس کے غیر سے وحشت ونفرت کرتا ہے' اُس کی یاد میں سرنگوں ہوتا اور اُسی سے جی لگاتا ہے' اُس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے' اُس کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا اور اُس کا خرقہ ولباس پہنتا ہے' اُس کے علومِ عجائب ونوادر پر مطّلع ہوتا ہے' اُس کی قدرت کے اسرار سے مشرّف ہوتا ہے' اُس کی ذاتِ پاک سے (ہر بات سنتا اور اُسے یاد رکھتا ہے) پھر اُن (نعمتوں) پر حمد وثنا وشکر وسپاس کرتا ہے۔''

حضرت پیرانِ پیرؒ مُریدین کو کس دروازے پر بھیج رہے ہیں؟

حضرت پیرانِ پیرؒ بار بار دروازۂ ربِ غفور پر بھیج رہے ہیں' یہی تربیت ہے' یہی تلقین اور یہی تعلیم ہے' اب سیالوی صاحب یہاں کیا فرمائیں گے کہ پیر اپنے مُرید کی احتیاج پوری کرتے ہوئے اُسے کہاں بھیج رہا ہے' عطاء ومنع اور نفع وضرر جیسے اُمور کس ذات کے ساتھ وابستہ کرنے کی تاکید کر رہا ہے' بلکہ مقالہ نمبر 17 میں تو شیخ کو مُرید کے لئے دایہ کے مانند قرار دیا گیا اور اس جگہ یہ باور کرایا گیا ہے کہ مؤمن اپنے آپ کو دستِ قُدرت میں یوں سمجھے جیسے بچّہ دایہ کی گود میں ہوتا ہے' اب مسئلہ عجیب ہے کہ دورانِ سلوک مُرید کو مکمّل طور پر اپنے شیخ کے ساتھ احتیاج وابستہ رکھنے کا حُکم سیالوی صاحب کی بارگاہ سے مل رہا ہے' جبکہ شیخ اور مُرشد اُسی مُرید کو کُلّیۃً اپنی جُملہ حاجات بارگاہِ قاضی الحاجات کے ساتھ وابستہ رکھنے کا حکم دے رہا ہے' اب بے چارہ مُرید کدھر جائے بقولِ غالبؔ ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے' کلیسا مرے آگے

اِسی کو تو کَـرَّمـا فرّ کہتے ہیں۔ آیئے ایک اور مُرشدِ کامل اپنے ایک محبوب مُرید کو جو تربیت دیتا ہے' وہ منظر بھی ملاحظہ کرتے جایئے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ علیہ الرّحمۃ اپنے اکلوتے فرزند حضرت غلام محی الدّین بابو جی علیہ الرّحمۃ کی تربیت کے ضمن میں اُنہیں نصیحت کرتے ہوئے یوں مخاطب فرماتے ہیں۔

پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے بابوجیؒ کو کیا نصیحت فرمائی؟

''ہر کام اور ہر حال میں اُسی لطیف قبل از لطیف کی طرف دھیان رکھو اور اُسی کے دست نگر رہو در رحمِ اُمہات اُس کی بے عوض عنایت نے کیا کچھ کم کیا ہے' جو آئندہ نہ کرے گا' صرف اِسی ایک نعمت کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا کہ باوجود اِطلاع علی المعاصی عفو و رحم و ستاری سے معاملہ فرما رہا ہے' ایسے ستار و رحیم سے بہر حال کامل اُمید کامیابی کی ہوسکتی ہے' مکرّر لکھتا ہوں کہ بہر حال اُسی کے دروازہ پر گڑگڑانا اور اُسی سے محظوظ ہونا اصل الاصول ہے حصولِ سعادتِ دارین کے لئے۔ خالص بندہ کو حصولِ مطلب سے چنداں حظ نہیں ہوتا' جس قدر کہ اُس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور اظہارِ نیاز سے۔ اوّل لالچ ہے اور ثانی عبادت۔ عالم' فاضل' متصف باوصافِ کاملہ ہمہ شدیم مگر بندۂ اُو نشدیم کہ در بندِ خویشیم۔ خواہ از عالمِ دُنیا یا از عالمِ عقبیٰ۔ بندہ اے از بندگانش فرمودہ ؎

غبارِ خاطرِ عُشّاق مدّعا طلبی ست
بخلوتے کہ منم یادِ دوست بے ادبی ست

حضرت بابوجیؒ کی اپنے فرزندوں کو تلقین

مزید ملاحظہ فرمائیے کہ ایک اور مشفق و مہربان باپ اپنے دو فرزندوں کی رُوحانی تربیت کرتے ہوئے' اُنہیں کس طرح اپنی جُملہ حاجتیں بارگاہِ قاضیُ الحاجات میں پیش کرنے کی تلقین کر رہا ہے' یہی وہ تربیت ہے جو پیرانِ پیرؒ اپنے مُریدوں کی فرما رہے تھے

له: ملاحظہ ہو: مہرِ مُنیر' ص 362' مطبوعہ گولڑہ شریف' سنِ طباعت 1997ء

اور یہی تربیت میرے جدِّ امجد حضرت بابوجی علیہ الرّحمۃ میرے گرامی قدر والدِ مرحوم اور میرے عمِّ محترم کی فرماتے رہے' چنانچہ حضرت بابوجیؒ کے ایک خط کے اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ آپؒ لکھتے ہیں۔

''خدا اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کو سب سے مقدم سمجھو چونکہ دِل مقام اُسی کا ہے' اس لئے اس میں بغیر اُس کے کسی اور کو جگہ مت دو' اُسے ہی اپنا حقیقی مالک و کارساز ہر حال میں سمجھو' اصلی تعلّق اُسی اپنے مالک سے پیدا کرو اور عارضی تعلّق اُس کی مخلوق سے' مگر یہ بھی اس حیثیت سے کہ یہ مخلوق اُسی کی مخلوق ہے .... مالک الملک سے تعلّق پیدا کرنے سے ہمیشہ آرام میں رہو گے۔ دائمی زندگی حاصل کرو گے اصلی زندہ اُس وقت کہلانے کے مستحق ہو گے کہ جس وقت تم نے اُس زندہ سے تعلّق پیدا کر لیا' غرض کہ بہر حال و بہر کیف اُسے نہ چھوڑو! اُسے اپنی کسی غرض کیلئے یاد نہ کرو جب یاد کرو تو اُسے اپنا مالک اور رب سمجھ کر یاد کرو۔ وہ دانا ہے باحکمت ہے ہماری سب ضرورتیں وہ جانتا ہے' جو ہمارے مناسب ہوتی ہیں وُہ ہمیں دے دیتا ہے۔ عزیزتم اُسی کے ہو جاؤ' جس نے تمہیں نابود سے برنگِ بود کر کے ظاہر فرمایا۔ جو تمہاری سب ضرورتوں کا کفیل ہے' تم کو رات دِن اُسی کے خیال میں رہنا چاہیئے' تم زندہ رہو تو اُسی کے لئے' تم مرو تو اُسی کے لئے' تم کھاؤ تو اُسی کے لئے' تم پہنو تو اُسی کے لئے' غرض کہ جو کچھ بھی کرو اُسی کے لئے۔ اُسی کی یاد سے اپنے قلب کو شاد کرو۔ اُس کے مقبول بندوں کی غلامی ہمیشہ کے لئے اپنا فرض سمجھو......... غرض کہ جو کچھ ہے وہی ہے اُسی کے ہو کر رہو۔

له: مکتوباتِ مسافرِ چندروزہ' ص 111,110' مطبوعہ گولڑہ شریف' سنِ طباعت 1418ھ

بابو جیؒ کے کمالِ عجز کا سبق آموز منظر

اسی طرح مجھے یاد ہے کہ جب ایک عقیدت مند نے میرے دادا حضرت بابو جی علیہ الرّحمة کے بار بار سمجھانے پر بھی اپنی ضد نہ چھوڑی اور یہی کہتا رہا کہ آپ کہہ دیں کہ جا تیرا کام ہو جائے گا تو آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اُس شخص کی گردن پکڑی اور زمین کے قریب لے جا کر اُسے کہا: نیچے دیکھ یہ کیا پڑا ہے؟ اُس نے کہا: تنکا ہے' آپؒ فرمانے لگے اُس بے نیاز ذات کے آگے میری حیثیت اِس تنکے کے برابر بھی نہیں' میں کس مُنہ سے تجھے ضمانت دے دوں کہ تیرا کام ہو جائے گا' میں تو خود اُس کے در کا گدا ہوں' تیری ذمّہ داری کیسے اُٹھالوں' البتّہ میں بھی دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں' تُو بھی اُٹھا! وہ سب کی سُنتا ہے' ہوسکتا ہے تیری دُعا قبول ہو جائے۔ یہ ہے وہ تربیت جو ایک مُرشدِ کامل اپنے مُرید کی کرتا ہے اور ایک وہ تربیت ہے جو سیالوی صاحب ارشاد فرما رہے ہیں کہ معاذ اللہ خداوندِ عالم کائنات میں اکیلا متصرّف و مدبّر نہیں ہے' بلکہ دوسرے لوگ بھی اُس کے ساتھ حصّہ دار ہیں' بلکہ وہ آسان کام اپنے ذمّے لے لیتا ہے اور مشکل کام پیروں فقیروں کے سپرد کر دیتا ہے نعوذ باللّٰہ من ھذا الشّرکِ الصّریح ۔ مولنا حسرت موہانیؒ سے معذرت کرتے ہوئے ذرا سے شعری تصرّف کے ساتھ ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا ذہنِ کرشمہ ساز کرے

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر بروں

سیالوی صاحب نے ''فتوح الغیب'' کی محلِّ بحث عبارت کے متعلّق متعدّد قرائن بیان فرمائے' جن کا جواب تقریباً آ چکا۔ البتّہ قرینہ نمبر 6 میں بزعمِ خویش اُنہوں نے جو علمی گرفت فرمانا چاہی اور میرے مشاغلِ متکاثرہ ومتنوّعہ کو میری قلّتِ علمی اور عدمِ مطالعہ کا سبب قرار دیتے ہوئے جو نحوی معرکہ سَر کرنا چاہا' بفضلہٖ تعالیٰ اِس فقیر نے اُس کا جواب بھی پیش کرنے کی طالب علمانہ کوشش کی ہے' پہلے سیالوی صاحب کا معرکہ آراء اعتراض' پھر اِس فقیر کا جواب۔

اعتراض: شیخ قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب محلِّ بحث مقالہ میں فاذا وَصلت اِلَی اللّٰہ کے ساتھ اجعلِ الخلیقۃ کُلَّھا کا کیا ربط وتعلّق ہے یہ امر بھی خصوصی غور وخوض کا متقاضی ہے۔ رسالہ طلوعِ مہر میں اس کو فاذا وَصلتَ کی جزاء کے طور پر ذکر کر کے اپنا مطلوب نتیجہ اخذ کیا گیا ہے' لیکن سیّدنا شیخ جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی اِس کو فاذا وصلتَ اِلَی اللّٰہ کی جزاء کے طور پر ذکر فرمایا ہو' اِس پر کوئی واضح اور قطعی قرینہ ودلیل موجود نہیں نہ فاء کا لفظ ہے جو جوابِ شرط ہونے پر دلالت کرتا اور نہ واؤ ہے جو جوابِ شرط پر دلالت کرتا اور یہ حقیقت مسلّمہ ہے کہ فتوح الغیب کو آپ نے خود تصنیف نہیں فرمایا' بلکہ یہ آپ کے خطبات اور مواعظ کا مجموعہ ہے' جو دُوسرے حضرات دورانِ وعظ قلمبند فرماتے تھے تو اُنہوں نے اِس میں کما حقّہٗ ترجمانی نہ کی ہوگی نبّھت علیہ سابقاً[1]۔

---

[1] ملاحظہ ہو: ازالۃ الرّیب ' ص 76

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ فتوح الغیب اگرچہ حضرت پیرانِ پیرؒ کی اپنی تصنیف نہیں ہے' لیکن وہ کسی عام اور غیر مُعتبر ہاتھوں سے مرتّب بھی نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی بے علم شخص نے اِسے جمع وتالیف کے بعد آپ کی طرف منسوب کر دیا' بلکہ قبل ازیں ہم شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں کہ اُنہوں نے شرحِ فتوح الغیب کے خطبے میں ارشاد فرمایا: وجامعهٔ ولده الشیخ الامام الاوحد شرف الدّین ابو محمّد ویکنّی بابی عبدالرحمٰن عیسی شرف الاسلام جلال العلماء سراجُ العرّاق[1] الخ

گیلانی ورزّاقی سادات سیالوی صاحب کو مطمئن کریں

جو شخص حضرت پیرانِ پیرؒ کا فرزند بھی ہو اور بقولِ شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ الامام الاوحد جلال العلماء اور سراج العراق کے القاب سے ملقب ہو کیا اُس نے اپنے ایسے جلیل القدر والد کے ارشاداتِ عالیہ میں خدانخواستہ کوئی خیانت روا رکھی ہو گی' یا ترجمانی میں تکاسل کو راہ دی ہو گی؟ مزید برآں ''بہجۃ الاسرار'' کے حاشیہ پر ''فتوح الغیب'' کا جو نسخہ مطبوعۂ مصر ہمارے پاس موجود ہے' اُس میں صراحتًا لکھا ہے کہ قالَ الشیخ عبدالرزاق ولدالمؤلف قال رضی اللّٰہ عنہ[2] الخ

یہاں سے ثابت ہوا یہ ارشاداتِ غوثِ اعظمؒ حضرت شیخ عبدالرزّاقؒ کے مبارک ہاتھوں

[1]: خطبۂ شرح فتوح الغیب از شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ مطبوعہ لاہور

[2]: خطبۂ فتوح الغیب مطبوعہ مصر سن طباعت 1330ھ

سے مخلوقِ خُدا تک پہنچے اور حضرت شیخ عبدالرزّاق گیلانیؒ کے مرتبۂ علم وعرفان کا ایک زمانہ معترف ہے' زیادہ نہیں تو کم ازکم برِّصغیر پاک وہند میں پھیلے ہوئے خانوادۂ رزّاقیہ کے گیلانی رزّاقی افرادِ سادات تو اپنے اِن جدِّ امجد کے علم وثقاہت پر ضرور متفق ہوں گے۔ پھر اُنہیں چاہیئے کہ سیالوی صاحب کو مطمئن کریں' جس طرح اُن کی طبیعت کا تقاضا ہو' باتوں سے یا پھر............ بقولِ حضرت سُلطان ابوسعید ابوالخیر میہنیؒ

یا سر کشی زمانہ را تدبیرے
یا گردنِ روزگار را زنجیرے
ایں زاغ وشاں بسے پریدند بلند
سنگے' چوبے' گزے' خدنگے' تیرے

دُوسری بات یہ بھی ہے کہ سیالوی صاحب نے یہاں (بزعمِ خویش) فاء یا واؤ کے نہ ہونے کی وجہ سے اِجعَلِ الخلیقة کو فاذا وَصلتَ کی جزاء ماننے سے تو انکار فرما ہی دیا ہے' لیکن اِسی مقالہ کا اگلا حصّہ جس میں مثال اور ممثّل لہٗ کی مطابقت بیان کی جا رہی ہے جسے سیالوی صاحب نے مِن وعَن قبول فرما کر شاملِ کتاب کیا ہے اور لکھا ہے۔

''حضرت شیخ نے مصلوب والی تمثیل میں مذکور نہر کو دُنیا کی تمثیل قرار دیا اور اِس میں اُٹھنے والی امواج کو بنی آدم کی خواہشات اور لذّات کی تمثیل بتلایا اور مصلوب پر چلائے جانے والے تیروں وغیرہ کو ان بلیّات وآفات کی تمثیل قرار دیا' جو تقدیرِ خداوندی سے بنی آدم پر جاری ہوتی ہیں' کیونکہ بنی آدم پر دنیا میں بالعموم بلیّات وآفات اور بے سکونی وبے آرامی اور ابتلاء وآزمائش طاری رہتی ہے[1]'' الخ

[1]: ازالۃ الرّیب' ص77

یہاں اور تو سب ملازمات و مناسباتِ تمثیل و تشبیہ بیان کر دیئے اور مصلوب کا ذکر بطورِ بنی آدم ضمناً بھی کر دیا گیا' لیکن اُس سُلطان کا ذکر نہیں کیا گیا کہ وہ کون ہے اُس بادشاہ کے ساتھ تمثیل کیسے دی گئی اور سلطان کا ممثّل کون ہے؟ اِس پر سیالوی صاحب نے عدمِ اطمینان کا اظہار نہیں فرمایا اور نہ اِن کلمات کے انتساب اِلی الشّیخ پر کسی اضطراب وارتیاب کا مظاہرہ فرمایا آخر اِس کی کیا وجہ؟ أفتُؤمِنُون بِبَعضِ الكِتٰبِ وَ تكفُرونَ بِبَعضٍ (الآية) والی پُرانی عادت تو نہیں عود کر آئی؟ بقولِ شاعر ؎

عادتیں اب بھی ہیں اُس کی وہی پہلے جیسی
صرف کپڑے وہ شریفوں کے پہن آیا ہے

تیسری بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ مصلوب کا مصداق اگر بنی آدم ہیں تو وہ کس درجہ کے لوگ ہیں کُفّار' فُجّار' ابرار یا مقرّبین؟ اگر عام مؤمنین مُراد ہیں تو پھر اِس داستانِ اختلاف کو اِس قدر طول دینے سے کیا فائدہ؟ اور اگر خواص بھی اِس میں شامل ہیں' جیسا کہ خود اِسی مقالہ کے مندرجہ ذیل الفاظ گواہی دے رہے ہیں' خصوصاً ذٰلِكَ فی حقِ المؤمن كما قالَ عليهِ الصَّلٰوة وَالسَّلام الدّنيا سجنُ المؤمن وَجنّة الكافِر وقالَ عليهِ الصّلٰوة والسّلام اَلتّقیَ مُلجَّمٌ[1] الخ تو پھر ہمیں موردِ طعن کیوں بنایا گیا اور ہمیں گستاخ ثابت کرنے پر اِس قدر قوّتِ علمی صَرف کرنے میں کیا حکمت کارفرما ہے؟ یہاں مجھے ایک فارسی قطعہ یاد آ گیا۔ نظام نامی کسی شخص نے ایک شاعر کو کافر کہہ دیا تھا تو اُس نے نظام کے نام یہ قطعہ ارسال کر دیا تھا۔ آپ اور بصیر پوری

---

[1] : فتوح الغیب' مقالہ نمبر 17' ص 89' مطبوعہ لاہور

صاحب بھی اِسے پڑھیں' اِس میں میرے اور میرے بزرگوں کے حق میں آپ حضرات کی القاب نوازیوں کا جواب موجود ہے ؎

نظامِ بے نظام ار کافرم خواند
چراغِ کذب را نبود فروغے
مسلماں خوانمش' زیرا کہ نبود؟
دروغے را جوابے جُز دروغے

بہرحال ہم بھی اِسی بات کو اپنے جواباتِ اربعہ میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں وہاں دیکھ لیجئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ سیالوی صاحب نے اِجعلِ الخليقة کو فـاِذا وَصلت کی شرط کا جواب ماننے سے اِسی لئے گریز کیا کہ یہاں فاء یا واوَ نہیں ہے' گویا اگر فاء یا واوَ یعنی فا جعلِ الخليقة یا وَاجْعلِ الخليقة ہوتا پھر آپ اِسے جوابِ شَرط مان لیتے اور جھگڑا ختم ہو جاتا' لیجئے ناظرین! ہم سیالوی صاحب کی یہ فرمائش بھی پوری کئے دیتے ہیں اور واوَ ثابت کرتے ہیں' ہمارے پاس فتوح الغیب کا نسخہ ''بھجۃ الاسرار'' کے حاشیہ پر بھی موجود ہے' جو مطبوعہ مصر ہے اُس پر طبع بمطبعة شركة التّمدن الصناعية بمصر لکھا ہے اور آخر میں سنِ طباعت بایں الفاظ مندرج ہے: وَكانَ تمام الطبع فی صفر الخير سنة ۱۳۳۰ من هجرة النبّی صلّی اللّٰه عليه وعلی آلہٖ و صحبه وسلّم آمين آمين آمين۔ اُس میں مقالہ مذکورہ صفحہ 39 سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ 42 پر اختتام پذیر ہوتا ہے' جبکہ محلِّ بحث عبارت صفحہ 40 پر یوں موجود ہے

ملاحظہ ہو۔ فاذا وَصلت الی الحقّ عزّ وجلّ علیٰ مابینّا فکُن آمناً أبدًا من سواہ عزّوجلّ فلا ترٰی بغیرہ وجوداً اَلبتّة لَا فی الضرّ وَلَا فی النفع وَلَا فی العطاء وَلَا فی المنع وَلَا فی الخوف وَلَا فی الرّجاء هُوَ عزَّ وجلّ اَهلُ التقوٰی أهلُ المغفرة فکُن ابداً ناظراً اِلیٰ فعلهٖ مترقباً لأمرهٖ مشتغلا بطاعتهٖ مبائنا عَن جمیع خلقهٖ دُنیا وَأخرٰی لَا تعلّق قلبَکَ بشئ مِنهم وَاجعلِ الخلیقة أجمع کرجُلٍ[1] الخ

ع سرشکِ شوق کی موجوں سے کیوں گھبرا گئی دُنیا؟

رسالۂ طلوعِ مہر میں مضمون ''پیرانِ پیرؒ کی شخصیت' سیرت اور تعلیمات'' لکھتے وقت ''فتوح الغیب'' کا یہی نسخۂ مبارکہ میرے زیرِ مطالعہ تھا' جہاں سے یہ اقتباس نقل کیا گیا اُمید ہے کہ اِس وضاحت کے بعد سیالوی صاحب کو اطمینان آ جایگا' ہم مزید تسلّی کے لئے اِس نسخۂ مبارکہ میں صفحۂ مذکورہ کا عکس بھی آخرِ کتاب میں دے رہے ہیں' تا کہ گنجائشِ شک باقی نہ رہے۔

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمدز پسِ پردۂ تقدیر بروں
(حافظ شیرازیؒ)

اگر چہ اِذا کی وضعِ اصلی معنیِ ظرفیت کے لئے ہوئی اور جب یہ معنیِ شرط کے لئے آئے تو اِس کے جوابِ شرط پر فاء یا واؤ کا ہونا کیا حیثیت رکھتا ہے' یہ الگ بحث ہے۔ اللہ نے

لہ: فتوح الغیب' ص87' مطبوعہ لاہور

توفیق مرحمت فرمائی تو جواب الجواب میں یہ تحفہ بھی سیالوی صاحب کی خدمت میں ضرور پیش کیا جائے گا اور اُمّید ہے کہ اُن کی طبیعت ضرور خوش ہوگی۔

سرشکِ شوق کی موجوں سے کیوں گھبرا گئی دُنیا
ابھی تو میں نے اک قطرہ سمندر سے نکالا ہے
(علّامہ سیمابؒ)

لفظِ ''نیز'' کا استعمال اور مفہومِ شرک

سیالوی صاحب کے مقالہ غیر مطبوعہ میں موجود جس عبارت پر میں نے قارئینِ طلوعِ مہر سے رائے طلب کی تھی' نہ کہ اپنی طرف سے سیالوی صاحب پر کُفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ وہ یہ تھی ''نیز قابلِ غور اَمر یہ بھی ہے کہ وصول کے بعد تو دوسرے کسی سے عطاء ومنع اور نفع وضرر کا عقیدہ شرک ہے' لیکن سالک اور سیر الی اللہ والے کو شیخ کے حق میں عطاء ومنع اور نفع وضرر کا مالک سمجھنا اور اِن اُمور میں اُس کا دست نگر اور محتاج سمجھنا بھی شرک نہیں ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوُا کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور فعل میں موثّر اور مُدبّر نہیں' بلکہ دوسرے حضرات بھی اُس کے ساتھ تدبیر وتصرّف میں شریک ہیں' بلکہ مشکل کام اولیاء ومُرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمّۂ کرم پر لے لیتا ہے[1] الخ

اِس عبارت کے حوالے سے میرا **پہلا سوال** تو یہ ہے کہ کیا یہ عبارت بطورِ جُملہ معترضہ ہے' جبکہ جُملہ معترضہ کی تعریف کتبِ فنون میں یوں ملتی ہے: وأمّا بالاعتراضِ و هُوَ أن یؤتی فی اثناء الکلام أو بینَ کلامینِ متصلینِ

لہ: ازالۃ الرّیب' ص65

معنیً بجملة أو اکثر لا محل لها من الاعراب لنکتة سوی دفع الا یهام (تلخیص المفتاح) ترجمہ: ''اطناب کی آٹھویں صورت اعتراض ہے' جس کو یہاں بیان کیا جارہا ہے اور یا اعتراض کے ذریعے اور وہ یہ ہے کہ لایا جائے درمیان ایک کلام کے یا دوکلاموں کے جو معنٰی کے لحاظ سے متّصل ہوں (لایا جانے والا) ایک جُملہ یا جُملہ سے زیادہ جس کیلئے محلِ اعراب نہ ہو۔ (لائے جانے کی وجہ) دفعِ ایہام کے علاوہ کسی اور نکتہ کی خاطر''۔ اِس کے تحت علامہ تفتازانیؒ مختصر المعانی میں فرماتے ہیں لَـم یـرد بـالـکلام مجموع المسند الیه والمسند فقط بَل مع جمیع ما یتعلّق بهما مِن الفضلات وَالتوابع وَالمُراد باتصالِ الکلامین ان یکُونَ الثانی بیاناً للاوّل او بدلاً۔ ترجمہ: ''کلام سے مُراد صرف مُسند اور مسند الیہ نہیں ہے' بلکہ وہ چیز بھی مُراد ہے' جو مسند و مسند الیہ سے متعلّق ہو' فضلات و توابع میں سے اور دوکلاموں کے اتصال سے مُراد یہ ہے کہ ثانی اوّل کا بیان ہو یا تاکید ہو یا بدل ہو''[1] سیالوی صاحب جملہ معترضہ کی جملہ شرائط و اقسام پر غور فرما کر اگر اپنی عبارت کو معترضہ ثابت کر کے اپنی گلوخلاصی کرا بھی لیں (جو بہت مشکل ہے) تو پھر میرا **دُوسرا سوال** یہ ہے کہ کیا یہ جُملہ مستأنفہ ہے' اگر یہ استینافیہ کلام ہے تو نمبر 3 لکھ کر ''نیز'' کا کلمہ سیالوی صاحب کس معنٰی میں لائے ہیں اور انہوں نے لفظِ ''نیز'' عربی کلمات میں سے کس کے معنٰی پر قیاس کرتے ہوئے استعمال فرمایا؟

---

[1]: مختصر المعانی ' ص292 ' مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

تیسرا سوال: اگر سیالوی صاحب یہ جملہ تعریضاً لکھ کر مُجھ پر اعتراض وارد کرنا چاہتے تھے تو استفہام و استفسار کے معنٰی کا حامل کون سا کلمہ استعمال فرمایا؟ اور کیا اُنہوں نے کہیں کوئی سوالیہ نشان تحریر فرمایا؟ آیا اُن کے ذکر کردہ تمام قرائن سوالیہ حیثیت رکھتے ہیں یا وہ اپنی طرف سے کچھ ثابت کرنے کے لئے یہ جواب دے رہے ہیں۔

ع دیکھنا یہ ہے کہ اب آگ کدھر لگتی ہے

چوتھا سوال: سیالوی صاحب کی عبارتِ مندرجہ ذیل ''اِس کا مطلب یہ ہوُا کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور فعل میں مؤثّر اور مدبّر نہیں' بلکہ دُوسرے حضرات بھی اُس کے ساتھ تدبیر وتصرّف میں شریک ہیں' بلکہ مشکل کام اولیاء و مُرشدین کے سُپرد فرما دیتا ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمّہ کرم پر لے لیتا ہے'' یہاں سیالوی صاحب دوبار لفظ ''بلکہ'' لائے ہیں' جو کہ عربی کے لفظِ ''بَل'' کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ کلمہ ''بل'' یا تو اضرابیہ اور ابطالیہ ہوتا ہے یا پھر ترقیٔ معنٰی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا سیالوی صاحب دونوں بار لفظ ''بلکہ'' ایک ہی معنٰی میں لائے ہیں' یا دونوں کے استعمال میں کچھ معنوی فرق بھی ملحوظِ نظر رکھا گیا؟

اگر ہمارے قائم کردہ سوالات کے تحقیقی طور پر جوابات سامنے آئے اور اُن میں کچھ وزن ہوُا تو ہمیں تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہوگی اور اگر محض تکرارِ بے فائدہ والی بات ہوئی تو پھر ہم اُس کے مطابق ضرور جواب دیں گے۔ بقولِ حافظِ شیرازؒ ؎

مُحتسِب خُم شکست و بندہ سرش
سِنّ بالسِّنِ والجروح قصاص

سیالوی صاحب نے اپنے زعمِ ہمہ دانی میں مُجھے بدمذہب' گستاخ' وہابی اور معلوم نہیں کیا کیا ثابت فرمانے کی مکمّل کوشش فرمائی ہے اور وہ اپنی اِس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اِسے زمانے کا خاموش مؤرّخ لکھ رہا ہے۔ البتّہ خود حضرت اپنی اس عبارت سے کس طرح گلوخلاصی کراتے ہیں' اب یہ تماشا اپنے بیگانے سب دیکھیں گے۔

جل گیا میرا نشیمن تو کوئی بات نہیں
دیکھنا یہ ہے کہ اب آگ کدھر لگتی ہے

شرکیہ عبارت کو بے غُبار ثابت کرنے پر چیلنج

سیالوی صاحب نے اپنا غیر مطبوعہ مقالہ مجھے بھیجا تو میں نے اُسے پوری توجہ اور علمی دیانت کے ساتھ پڑھا لیکن جب میں اُس کے صفحہ 23 پر پہنچا تو میری حیرت کی انتہاء ہوگئی کہ ایک پُرانے مولوی اور شیخ الحدیث صاحب کے قلم سے ایسی عبارت کیونکر نکل سکتی ہے۔ میں نے اُسے کئی بار پڑھا' غور سے پڑھا' حتّٰی کہ اپنے ملنے والے متعدّد علمائے کرام کے سامنے وہ عبارت رکھی' لیکن اِس عبارت کو مفہومِ شرک سے مبّرا قرار نہ دیا جاسکا۔ اور جب غیر جانبدار مفتیانِ عظام سے اِس بارے رائے طلب کی گئی تو اُنہوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ عبارت لزومِ شرک کا برملا اعلان کر رہی ہے۔ خصوصاً مندرجہ ذیل کلمات تو بے شک وشُبہ مفہومِ شرک کو مُستلزم ہیں۔ "اِس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات میں ہر کام اور ہر فعل میں مؤثر اور مدبّر نہیں' بلکہ دوسرے حضرات بھی اِس کے ساتھ تدبیر وتصرّف میں شریک ہیں' بلکہ مشکل کام اولیاء ومُرشدین کے سُپرد فرما دیتا

ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمّہٗ کرم پر لے لیتا ہے[1] "مگر اِس کے باوجود بھی ہم نے عجلت پسندی اور تیز وتُند رویّہ سے گُریز کرتے ہوئے اپنی کتاب "اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت" میں نہ تو سیالوی صاحب پر فتوٰی لگایا اور نہ ہی پوری کتاب میں کہیں اِن کا نام لکھا اِس شریفانہ رویّہ کو سیالوی صاحب نے ہماری کمزوری اور بُزدلی پر محمول کرتے ہوئے اپنی کتاب "ازالة الرّیب" میں صراحتاً میرا نام لیکر مُجھے گستاخ' وہابی' بدمذھب اور مُلحد قرار دیا۔ میرے عقائد ونظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا لعنت بریں عقیدہ باد[2] اور پھر مجھے اسماعیل دہلوی سے سبقت لے جانے والا ثابت کرکے کتاب کے سرِ ورق پر جلی قلم سے یہ تحریر فرمایا۔ "شاہ نصیر الدّین گولڑوی کی شاہ اسماعیل دہلوی سے سبقت" لہٰذا میں سیالوی صاحب کو پورے استقلال اور مکمّل حوصلے سے دعوتِ بحث دیتا ہوں کہ اپنی اِس شرکیہ عبارت پر میرے ساتھ گفتگو فرما کر اپنا شوق پُورا فرمالیں۔ قارئین! اب آپ بھی عبارتِ محوّلہ بالا کے اسبابِ فساد کا بغور مطالعہ فرمائیں۔

اِس عبارت کے اسبابِ فساد

سیاق وسباق پر مکمّل غور کرنے کے باوجود کہیں بھی ایسا مفہوم نظر نہیں آتا کہ یہ جُملے معترضہ ہیں' اعتراضیہ ہیں یا پھر سیالوی صاحب نے تعریضاً ایسا لکھ دیا ہے۔ اگر منوی طور پر وہ ایسا کہنا بھی چاہتے ہوں کہ میں تعریضاً یہ تحریر کررہا ہوں' لیکن الفاظ وکلمات لزومِ شرک کا اعلانِ برملا کررہے ہیں اور پھر قابلِ غور یہ بات بھی ہے کہ اگر سیالوی صاحب کی تاؤیل اپنی عبارت کے معاملے میں مسموع ومقبول ہے تو یہ فتوٰی ہائے تکفیر'

1: ازالة الرّیب ' ص65

2: افسوس ہے کہ سیالوی صاحب میرے عقائد کی آڑ میں مجھ پر بھی چار حرف بھیج گئے۔
گلشن کے بدلتے ہوئے حالات نہ پوچھو --- اب پھول بھی کانٹوں کی زباں بول رہے ہیں
بہرحال کوئی بات نہیں.........ع
از کوزہ ہماں بروں تراود کہ در اُوست (منہ)

جن کی تشہیر قریباً صدی بھر سے کی جارہی ہے' اُن پر اِس قدر اصرار کیوں ہے اور آخر اُن عبارات کی تاویلات کیوں قبول نہیں، جب کہ اُن عبارات کے لکھنے والے حضرات بھی اپنی زندگی میں یہ تاویلیں پیش کرتے رہے' لیکن اُس وقت سے لے کر آج تک یہی ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے کہ ''یہ عبارتیں کفریہ ہیں' اِن کے قائل کافر ہیں اور اُن کو کافر نہ سمجھنے والے' بلکہ اُنکے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں'' اور اِسی موضوع پر سیالوی صاحب ایک عدد مناظرہ کر کے شہرت و دولت کی تحصیل میں مصروف بھی ہیں' جبکہ مقابل مُناظر نے اِن کے ایک ممدوح کی جس عبارت کو گستاخانہ قرار دیا تھا' سات گھنٹے جاری رہنے والے اُس مناظرے میں سیالوی صاحب قبلہ نہ اُس کی صفائی پیش کر سکے اور نہ اُسے ثابت فرما سکے۔ یہ بات الگ ہے کہ ہم براہِ راست آپ کی ایسی محافل میں شریک نہ ہو سکے' لیکن ہمارے کانوں تک ایسی تمام اطّلاعات پہنچتی رہیں۔ لہٰذا وہ ہمیں اِتنا بے خبر بھی نہ جانیں۔ بقولِ راقم ؎

میرا انداز نصیؔر اہلِ جہاں سے ہے جُدا
سب میں شامل ہوں' مگر سب سے الگ بیٹھا ہوں

حضرتِ اعلیٰ گولڑویؒ نے اپنے خلاف فتویٰ کفر کا کیا جواب دِیا

سیالوی صاحب کی عبارت پر مَیں نے فتویٰ کفر نہیں لگایا' کیونکہ ہم تکفیری افسانوں سے ویسے بھی دُور رہنے والے لوگ ہیں، میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ پر جب ایک مفتی صاحب نے کُفر کا فتویٰ لگانے کی ناپاک جسارت کی تھی اور اُنہیں اِس کی اطّلاع بذریعۂ متعلّقین ملی تو آپؒ نے یہ شعر برجستہ کہا تھا' جو آپؒ کے کلام میں موجود ہے ؎

احباب بہ تکفیرم گر قلم و زباں رانند
حاشا کہ بحقِ شاں جُز عفو روا دارم

مگر پھر بھی سیالوی صاحب ہر جگہ چیختے چلّاتے پھر رہے ہیں کہ پیر نصیر الدّین نے مُجھے کافر قرار دیا ہے۔ اِسی خدشہ کے پیشِ نظر اُنہوں نے قبل از وقت واویلا کرنا شروع کر دیا کہ کہیں جیّد علماء اور غیر جانبدار اربابِ علم اُن کی اِس عبارت پر گرفت کر کے اُن کی بدعقیدگی پر مُہر ثبت نہ کر دیں اور موصوف نے پوری زندگی محنت کر کے جو دُکّان بنائی ہے' وہ کہیں دھڑام سے گر نہ جائے' لیکن میری شرافت کو روایتی پیروں جیسی بے خبری گردانے والے سیالوی صاحب کا پالا اب مشکل جگہ پڑا ہے۔ کیونکہ ع

سامنے کی چوٹ ہے اب سامنا مشکل کا ہے

سیالوی صاحب کو میرا چیلنج

مَیں بانگِ دُہل اعلان کرتا ہوں اور سیالوی صاحب کا چیلنج قبول کر کے اُنہیں چیلنج، چیلنج، چیلنج کرتا ہوں کہ وہ علمائے احناف کثّر اللّٰہ سوادھم و شکّر اللّٰہ سعیھم کا ایک بورڈ بٹھا کر اپنی محوّلہ شرکیہ عبارت اور میری متنازعہ عبارت اُن کے سامنے رکھّیں' وہ ہماری گفتگو سُنیں اور جو فیصلہ دیں' وہ دونوں طرف قبول ہو۔ شکست پر سیالوی صاحب (اپنی تحریری پیشکش بر صفحہ 71 در ''ازالۃ الرّیب'' کے مطابق) میری بیعت کیا کریں گے' جس آستانۂ عالیہ سے اُن کی پہلی بیعت ہے' اُس سے اُن کی وابستگی کا کیا حال ہے؟ اور اُنہیں سیال شریف سے کس طرح راندۂ درگاہ ہو کر نکلنا پڑا' یہ الگ داستان ہے' بوقتِ ضرورت یہ حقائق بھی منظرِ عام پر لائے جائیں گے۔ البتّہ اُنہیں چاہیئے کہ جب اُن کا سیال شریف کے آستانہ سے عملاً کوئی تعلّق باقی نہیں رہا تو اب سیالوی کہلوانے کے بجائے سرگودھوی یا جھنگوی کہلائیں۔ کیونکہ آستانۂ عالیہ سیال شریف کے موجودہ

سجّادہ نشین حضرت خواجہ محمد حمید الدّین سیالوی دامت برکاتہم نے ایک حالیہ ملاقات میں ارشاد فرمایا "مولوی اشرف کا سیال شریف سے کوئی تعلّق باقی نہیں رہا' لہٰذا اُسے سیالوی کہنے کے بجائے سِلوی (سلاّنوالی کی طرف منسوب ہے' جو اشرف صاحب کا آبائی وطن ہے) سرگودھوی یا لکوی (اپنے مربی و مُنعم مہر غلام دستگیر لک کی طرف منسوب ہونے کے سبب) کہا جائے۔ لیکن میں نے خواجہ صاحب قبلہ سے عرض کی کہ حضرت! آپ ایسا فرما سکتے ہیں' کیونکہ آپ اُن کا پیر خانہ ہیں' میں فی الحال ذاتیات کی حد تک ایسی تنقید نہیں کرنا چاہتا' بلکہ اِس اختلاف کو علمی سطح تک ہی رکھنا چاہتا ہوں' البتہ اگر ضرورت پڑی تو میں ذاتیات کی سطح پر بھی تُرکی بہ تُرکی جواب دُوں گا' کیونکہ وہ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو دوزخی شخص کے مُشابہ ثابت کر کے میرے لئے اِس بات کا جواز فراہم کر چکے ہیں' اِس کے ساتھ ساتھ میں نے حضرت خواجہ صاحب سے یہ گزارش بھی کی کہ میں اپنی کتاب میں مولوی اشرف صاحب کو سیالوی صاحب کہہ کر مخاطب کرنے میں مجبور ہوں' کیونکہ اُن کی وجہِ شہرت یہی نام ہے' اگر اِس لفظ سے آپ کے جذبات مجروح ہوں تو میں آپ سے پیشگی معذرت خواہ ہُوں۔

دورانِ مباحثہ مولوی اشرف صاحب اپنی عبارت کی جو تاویلِ فاسدہ کریں گے اُس کا فیصلہ علمائے کرام دیں گے کہ جو عبارت تاویل کو قبول کرے' اعتقادیات میں اُس کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہٗ کے متعلق اُن کی مزید گستاخانہ عبارت بھی ہم ذرا آگے بیان کرنے والے ہیں۔ دیکھیں گے

کہ اُس سے مولوی اشرف صاحب کس طرح گلو خلاصی کراتے ہیں۔ سیالوی صاحب نے "حکایتِ قدمِ غوث" پر جو تقریظ تحریر فرمائی' وہ اہلِ علم اور اہلِ نسبت کو دعوتِ فکر دیتی ہے کہ آئیے دیکھئے کس طرح اولیاء اور خاصانِ حق کی عزّت و ناموس کی دھجّیاں بکھیری جاتی ہیں' کبھی پیرانِ پیرؒ کی گستاخی' کبھی پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی تردید۔ غرض اِن حضرات نے کسی کو معاف نہیں کیا۔

کس کس کی زباں روکنے جاؤں تری خاطر
کس کس کی تباہی میں ترا ہاتھ نہیں ہے

آیتِ کریمہ "فَالْمُدَبِّرَاتِ امرًا" کی صحیح تشریح و تفسیر

مولوی اشرف صاحب عمومًا (بزعمِ خویش) مذہب اہلِ سنّت کی ترجمانی اور وکالت کا شوق پورا فرماتے ہوئے سٹیج پر جو دلائل دیتے ہیں اُن میں سے ایک حوالہ محوّلہ بالا آیتِ کریمہ بھی ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بھائیو! دیکھو، اللہ تعالیٰ متعدّد چیزوں کی قسم یاد فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے............ فَالْمُدَبِّرَاتِ امرًا (پھر کام کی تدبیر کریں) کنزالایمان۔ کام کی تدبیر کرنے والے کون ہیں؟ یہ وہ مقبول بندگانِ خُدا ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف اُمور اُن کے سپرد کر دیئے ہیں، جن کی سرانجام دہی اُن کی ڈیوٹی میں شامل ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے مختلف ذمّہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں' بقولِ سیالوی صاحب یہ بات مقبولانِ خُدا کے اختیارات ثابت کرنے کے لئے ایک عمدہ دلیل ہے۔ بلکہ "ازالۃ الرّیب" میں متعدّد مقامات پر اُنہوں

نے اِس مسئلہ کو بطورِ وِرد تکرار کیا ہے اور آخر میں اِسی دلیل کو فخریہ انداز میں پیش فرمایا ہے۔

قارئینِ گرامیِ قدر! یہاں دو باتیں انتہائی قابلِ غور ہیں۔ پہلی بات: یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کمال مہارت سے ڈنڈی مارتے ہوئے مقبول بندگانِ خُدا کا لفظ استعمال کیا، کیونکہ بل عبادٌ مکرمُون کی نصّ کے مطابق یہ لفظ مقبولانِ خُدا انسانوں پر بھی استعمال ہوتا ہے اور ملائکہ کرام پر بھی۔ لہٰذا دونوں احتمال رکھنے والا لفظ استعمال کر کے ملائکہ والے مفہوم کو صرف چُھو کر گزرتے ہوئے سمندِ بیان کو مقبول انسانوں کے اختیارات وتصرّفات کے اثبات کی منزلِ مقصود پر پہنچا کر ہی دم لیا' کہ جب فرشتے اِتنے اختیارات وتصرّفات رکھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے کامل بندے یہ اختیارات کیوں نہیں رکھتے؟ اور سیالوی صاحب نے مقبولانِ خُدا انسانوں کے لیے مدبّرین' مصرّفین' کارکنانِ قضاء وقدر اور تدبیر وتصرّف کرنے والے کے الفاظ اپنی کتاب ''ازالۃُ الرّیب'' میں مندرجہ ذیل مقامات پر استعمال فرمائے۔ ملاحظہ ہو' صفحہ نمبر 88,32,23,13,12,11۔

جمہور مفسّرین کے مطابق اِس سے مُراد بالاتّفاق ملائکہ ہیں

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ چودہ سو سال پر مُحیط تاریخِ قرآنی کے اِس دور میں کسی معتبر مُفسّر نے اِس آیتِ کریمہ سے مقبول انسانوں کے تصرّف واختیار کا استنباط نہیں فرمایا اور نہ اِس کی تفسیر میں مقبول انسانوں کا ذکر کیا۔ اگر کسی نے کیا بھی تو محض قول کے طور پر ذکر کرنے کے بعد راجح اور مضبوط تفسیر اِسی کو قرار دیا کہ اِس سے مُراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف ذمّہ داریاں تفویض کر رکھّی ہیں اور وہ مأمور باذن اللہ ہو کر یہ ذمّہ داریاں اِس پابندی سے ادا کر رہے ہیں کہ لا یعصون اللہ ما أمرھم وہ اللہ کا حُکم نہیں ٹالتے

ویفعلون ما یؤمرُون اور جو اُنہیں حُکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (سورۃ التّحریم پارہ 28)

چنانچہ آپ تفاسیر کے حوالے ملاحظہ کریں کہ اِس بارے معتبر مفسّرین کیا فرماتے ہیں۔

تفسیر جلالین شریف میں ہے۔ والنّازعاتِ الملائکة تنزع ارواح الکفّار غرقًا ٥ نزعًا بشدّة وّالنّاشطاتِ نشطًا ٥ الملائکة تنشط ارواح المؤمنین أی تسلها برفق وّالسّبحٰتِ سبحًا ٥ الملائکة تسبح من السّماء بأمرہٖ تعالیٰ أی تنزل فَالسّبقٰتِ سبقًا ٥ أی الملائکة تسبق بأرواحِ المؤمنین اِلی الجنّة فالمدَبّراتِ أمرًا ٥ الملائکة تدبّر أمر الدُّنیا أی تنزل بتدبیرہٖ۔

امامِ اجلّ عمدۃُ المفسّرین والمحدّثین امام جلال الدّینؒ السّیوطی نے ہر آیت کی تفسیر میں صراحتًا لفظِ ملائکہ لکھ کر اِس کا متّفق علیہ تفسیر ہونا بیان فرما دیا۔

تفسیرِ خازن میں ہے (فالمدبّراتِ أمرًا) وصف لشئ واحدٍ وھم الملائکة یعنی امامِ جلیل ناصر الشّریعۃ محیی السّنّۃ علاؤ الدّین علی بن محمد بن ابراھیم البغدادی المعروف بالخازنؒ نے اِس آیتِ کریمہ سے پہلی آیات کے بارے فرمایا کہ اِس معاملے میں مفسّرین کی عبارات مختلف ہیں کہ یہ کلمات سب ایک ہی شئی کے متعدّد صفات ہیں یا مختلف چیزوں کی مختلف وجوہات کی بنیاد پر صفات ہیں' لیکن وَاتّفقوا علیٰ آنّ المُراد بقولہٖ (فالمدبّراتِ أمرًا) وصف لشئ واحدٍ وھُم الملائکة مفسّرین کی مبارک جماعت نے اِس بات پر اتّفاق کیا ہے کہ اِس آیۂ کریمہ (فالمدبّراتِ أمرًا) میں موجود لفظ مدبّرات سے مُراد ملائکہ ہی ہیں اور پھر آگے چل کر

اسی تفسیر کو موثّق و مؤیّد کرتے ہوئے مزید رقم طراز ہیں اما قولهٗ فالمدبّراتِ أمرًا
فاجمعوا علیٰ انهم الملئكة قال ابن عبّاسٍ هم الملائكة وُكّلوا
بامور............وقال عبدالرّحمٰن بن سابط يُدبّرالامر فی الدّنيا
اربعة املاك جبريل و ميكائيل و اسرافيل و ملك الموت واسمهٗ
عزرائيل فامّا جبريل فموكل بالرّياح والجنود وامّا ميكائيل فموكل
بالقطروالنّبات وامّا ملك الموت فموكل بقبض الانفس وامّا اسرافيل
فهو ينزل عليهم بالامرمن الله تعالىٰ أقسم الله بهذهِ الاشياء لشرفها
ولِلّٰه أن يُقسم بما يشاء من خلقه۔ اللہ تعالیٰ نے چار بزرگ فرشتوں کو ذمّہ داریاں تفویض کی ہیں اور پھر اُن کی قسمیں ارشاد فرمائیں' کیونکہ یہ اُس کا کرم ہے مالک ہو کر اپنے جس مملوک کی قسم یاد فرمالے۔

تنویرالمقیاس تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں اِن آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

(والنّازعاتِ) يقول اقسم الله بالملائكة الّذين ينزعون
نفوس الكافرين (غرقًا) غرقت نفسه فی صدره وهی ارواح الكافرين
(والنّاشطات) وأقسم بالملئكة الّذين ينشطون نفوس الكافرين
بالكرب والغمّ (نشطًا) كنشط السفود كثير الشعب من الصّوف
ويقال هی ارواح المؤمنين تنشط بالخروج الی الجنّةِ
(والسّابحاتِ سبحًا) وأقسم بالملائكة الّذين ينزعون

نفوس الصّالحين يسلونها سلا رفيقًا رويدا ثم يتركونها حتّى
تستريح ويقال هی ارواح المؤمنين (فالسّابقاتِ سبقًا) وأقسم
بالملائكة يسبقون بأروح المؤمنين الی الجنّة وارواح الكافرين
الی النّار ويقال هی ارواح المؤمنين تسبق الی الجنّة
(فالمدبّراتِ أمرًا) واقسم بالملائكة الّذين يُدبّرون أمور العباد
يعنی جبريل و ميكائيل و أسرافيل و ملك الموتؑ ....الخ[1]۔

خلاصہ اِن عبارات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں اِن آیات میں پانچ قسمیں یاد فرمائی ہیں' اکثر مفسّرین کے نزدیک اِن ہر پانچ میں مُراد ملائکہ ہی ہیں۔ البتہ پہلی چار میں کسی ایک آدھ مفسّر کا قول یہ بھی آجاتا ہے کہ کسی مقام پر ارواح مُراد ہیں، ریاح (ہوائیں) مُراد ہیں یا بادل یا ستارے وغیرہ۔ لیکن پانچویں قسم (فالمدبّراتِ أمرًا) میں اجماعِ مفسّرین اسی بات پر ہے کہ اِس سے مُراد بالاتّفاق ملائکہ ہیں اور وہ مشہور چار بزرگ فرشتے ہیں ۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام، حضرت میکائیل علیہ السّلام، حضرت اسرافیل علیہ السّلام، حضرت عزرائیل علیہ السّلام (ملک الموت) اور پھر اِن تمام مقرّب ملائکہ کی اپنی اپنی ذمّہ داری ہے جو خالقِ کائنات نے اُن کے سپرد فرما دی ہے۔ تفسیرِ ابنِ عباسؓ میں اِن چار آیات کی مُراد کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد آخری آیت کے بارے یہ بات تاکیدًا درج کی گئی کہ فالمدبّراتِ أمرًا سے مُراد ملائکہ ہی ہیں اور اِنہی کو مُدبّراتِ امر کہا جاتا ہے۔

لہ: تفسیر ابنِ عباسؓ زیرِ آیاتِ محوّلہ بالا

امام فخر الدّین رازیؒ کی تصریح

تفسیرِ کبیر میں امامِ اجلّ جامع المعقول والمنقول ماہر العلوم والفنون حضرت علاّمہ فخر الدین رازیؒ اِنہی آیاتِ مبارکہ کے تحت ملائکہ ہی کو مُراد لیتے ہیں ۔ وہ اِن آیاتِ مبارکہ کے تحت دو مسئلے ذکر کرتے ہیں (المسألة الاُولیٰ) اعلَم اَنّ هذه الکلمات الخمس یحتمل أن تکُونَ صفات لشیءٍ وّاحدٍ، ویحتملُ أن لا تکون کذٰلِكَ ، أمّا علی الاحتمال الاوّل فقد ذکروا فی الآیة وجوهًا ۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ یہ پانچ کلمات ہیں اِن میں دو احتمال ہیں یا تو یہ پانچوں ایک ہی چیز کی پانچ صفات ہیں' یا پھر متعدّد اشیاء کی متعدّد صفات ہیں ۔ اگر پہلا احتمال ہو تو پھر اِس میں کئی وجوہ ہیں ۔

1. یعنی یہ پانچوں ہی ملائکہ کی صفات ہیں اور وہ شئی جس کی قسم بیان کی جارہی ہے وہ ملائکہ ہی ہیں ۔
2. یا اِن پانچوں سے مُراد نجوم (ستارے) ہیں اور اُن کی پانچ صفات ہیں ۔
3. یا پھر پانچ چیزوں سے مُراد ارواح ہیں اور اُن کی پانچ صفات ہیں ۔
4. یا یہ پانچ صفات غازیانِ اسلام کے گھوڑوں کی ہیں ۔
5. یا یہ پانچوں صفات غازیانِ اسلام کی ہیں ۔
6. یا پھر یہ پانچ صفات اُس دل کی ہیں جو غیر اللہ سے پھر کر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں متوجّہ و حاضر ہونے والا ہو ۔

خاص نکتہ: اِن ہر چھ احتمالات کا ذکر کر کے امام رازیؒ آخر میں ایک خاص فکری اور تنبیہی بات فرماتے ہیں: وَاعلَم اَنّ الوجوه المنقولة عن المفسّرین غیر منقولة عن رسولِ اللّٰه صلَی اللّٰه تعالٰی علیه وآلہٖ وسلّم نصّاً حتّٰی لَا یمکن الزّیادة علیها، بل انّما ذکروهَا لِکَونِ اللّفظ محتملاً لَها ۔ یعنی یہ بات جان لینی چاہئے کہ یہ سب وجوہات جو نقل کی گئی ہیں مفسّرینِ کرام سے' یہ تمام ایسی نہیں ہیں کہ جن کو بہ اعتبارِ نصّ حضور علیہ السّلام سے نقل کیا گیا ہو' بلکہ یہ وہ احتمالات و وجوہات ہیں' جو اِن الفاظ میں پائے جانے ممکن ہیں ۔

البتّہ دوسرا احتمال جو امام رازیؒ نے ذکر فرمایا ہے' اُس پر غور فرمائیں (الاحتمال الثّانی) وهو أن لَا تکُون الالفاظ الخمسة صفات لشیءٍ واحدٍ، بل لِأشیاءٍ مختلفة فیه أیضًا وجوهٌ (الاوّل) النّازعات غرقًا، هی القسی، وَالنّاشطاتِ نشطًا هی الأوهاق، وَالسّابحاتِ السفن، والسّابقات الخیل، وَ المدبّرات الملائکة ، رواه واصل بن السّائب عن عطاء (الثّانی) نقل عن مجاهد: فی النّازعات، والنّاشطات، والسّابحات أنّها الموت وفی السّابقات، والمدبّراتِ أنّها الملائکة (والثّالث) قال قتادة: الجمیع هی النّجوم اِلّا المدبّرات ، فانّها هی الملائکة[1] ۔

---

[1] تفسیرِ کبیر ' سورة النّزعات

اِس دوسرے احتمال کے مطابق کہ پانچ کلمات سے پانچ مختلف چیزیں مُراد ہیں نہ کہ صرف ایک، تو اِس میں تین وجوہ لکھے گئے' اوّل وجہ میں پہلی چار مختلف چیزیں مُراد لی گئیں' جبکہ وَالمدبّرات سے مُراد ملائکہ کو لیا گیا اور اس تفسیر کو باروایت نقل کیا گیا۔ دُوسری وجہ میں پہلے تین کلمات سے مُراد موت لی گئی، چوتھے اور پانچویں یعنی السّابقات اور المدبّرات سے مُراد فرشتے لئے گئے۔ تیسری وجہ میں چار پہلے کلمات سے مُراد نجوم (ستارے) لئے گئے، جبکہ پانچویں کلمے المدبّرات سے مُراد فرشتے لئے گئے۔ یہ دونوں وجہیں بھی باروایت نقل کی گئیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ المدبّراتِ أمرًا سے مُراد ملائکہ لینا ہی اظہر، اقوٰی، اوضح اور متفق علیہ تفسیر ہے۔ اور امام رازیؒ کا راجح و مختار بھی یہی ہے۔ ورنہ وہ اوّل و آخر میں اسی پر زور نہ دیتے' کیونکہ اُنہوں نے اوّل میں المسألة الاُولٰی کے تحت باروایت اِسی مُراد و تفسیر پر زور دیا اور پھر المسألة الثّانیه کے تحت لغوی و ترکیبی بحث کرتے ہوئے بات اِسی نتیجہ پر ختم کی اِنّ الملائكة قسمان، الرّؤساء الّذين هُم السّابقونَ فی الدّرجة وَالشّرفِ، وهُم المدبّرونَ لِتلك الاحوالِ وَ الاعمال: لہٰذا آفتابِ نیم روز سے زیادہ واضح ہوگیا کہ امام رازیؒ کے نزدیک المدبّرات امرًا کی مختار اور راجح تفسیر ملائکہ ہیں نہ کہ کچھ اور۔ اِسی لئے امام رازیؒ نے اِس تفسیر پر اجماع نقل کرتے ہوئے تحریر فرمادیا واَمّاقولهٗ (فالمدبّراتِ أمرًا) فأجمعوا علیٰ انّهم هُم الملائكة: قال مقاتل يعنی جبريل و ميكائيل، واسرافيل و عزرائيل عليهم السلام والجنود، واَمّاميكائيل

فوكّل بالقطر والنّباتِ، واَمّا ملك الموت فوكل بقبض الانفس واَمّا اسرفيل فهُو ينزل بالامر عليهم، وقوم منهم مؤكلون بحفظ بنی آدم، وقومٌ آخرونَ بكتابة أعمالهم وقومٌ آخرونَ بالخسفِ وَ المسخ والرّياح وَ السّحاب والأمطار۔ یعنی اِس بات پر اُمّت کے جمہور اور جیّد مفسّرین کا اجماع ہے کہ مدبّرات سے مُراد ملائکہ ہیں اور پھر حضرت مقاتلؒ کی تحقیق نقل کی کہ اُن کے نزدیک ملائکہ میں سے بھی چار مقرّب فرشتے مُراد ہیں' جو اہلِ زمین میں اللہ کے امر اور اجازت سے تدبیرِ اُمور کرتے ہیں اور یہی مقسّماتِ امر (امور کو تقسیم کرنے والے) بھی ہیں اور پھر اِن میں ہر ایک کی الگ الگ ڈیوٹی ہے ....الخ لو یہاں تو امام رازیؒ نے مقسّماتِ امر بھی انہی ملائکۂ کرام کو قرار دے دیا' جس کی مزید تحقیق ہم ابھی اِنْ شاءاللہ قارئین کے پیش کریں گے۔

امام نسفیؒ نے بھی ہماری تائید فرمادی

تفسیر النّسفی میں امام جلیل علّامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النّسفیؒ نے بھی سورۃُ النّزعات کی اِن آیاتِ مبارکہ میں راجح اور نمبر اوّل تفسیر ملائکہ ہی کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ ابتداء میں فرماتے ہیں أقسم سبحانهٗ بطوائف الملائكة الّتی تنزع الارواح من الاجساد ....فتدبّر أمرًا من أمورالعباد ممّا يصلحهم فی دينهم أو دُنيا هُم كما رسم لهُم۔ اگرچہ تفسیرِ کبیر کی طرح اُنہوں نے غازیوں کے گھوڑوں اور ستاروں والی وجوہ بھی نقل کردی ہیں' لیکن ان اعاظم واکابر علماء و مفسّرین

کے مزاجِ تحریر اور اُسلوبِ بیان سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والوں پر بھی یہ بات مخفی نہیں کہ اُن کے نزدیک سب سے راجح اور مضبوط تفسیر و مُراد وہی ہوتی ہے' جسے یہ لوگ سب سے پہلے لاتے ہیں' بعد میں نسبتاً کمزور اور مرجوح اقوال درج فرماتے ہیں۔

علاّمہ بیضاویؒ کی تحقیق

علاّمہ مفسّر قاضی بیضاویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اِسی طرح تحقیق فرمائی، چنانچہ وہ یہی آیاتِ مبارکہ نقل کر کے فرماتے ہیں: هذه صفات ملائكة الموت فانهم ينزعون ارواحَ الكفّار من أبدانهم ....فيدبّرون امرَ عقابها وثوابها ....الخ۔

حضرت علاّمہ مُحی الدّین شیخ زادہؒ حاشیۂ بیضاوی میں فرماتے ہیں (قولهٗ صفات ملائكة الموت) توصيف الملائكة بالنّازعات.........هذه صفات ملائكة الموت ....الخ۔ اِن ہر دو جلیل القدر علماء نے بھی پہلی تفسیر ملائکہ ہی کو قرار دیا ہے' بعد میں غازیانِ اسلام، اُن کے گھوڑے اور ستارے وغیرہ۔ لیکن پکّی بات ہے کہ بزرگانِ دین کے تصرّفات والی تفسیر اُنہوں نے بھی نقل نہیں فرمائی۔

اِسی طرح دیگر بہت سے علماء و مفسّرینِ کرام نے اِن آیات اور المقسّمات امرًا کی تفسیر میں بطورِ تفسیر نمبر 1 ملائکہ کو مُراد لیا ہے' بعد میں ارواح، ریاح، جُنود، خُیول اور نُجوم وغیرہ۔ لیکن بزرگانِ دین والی تفسیر اُنہوں نے بھی نقل نہیں فرمائی۔

البتہ تفسیر روح البیان میں علاّمہ اسماعیل حقّیؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا۔ لیکن اگر

آپ اُن کی اِن آیات کے تحت پوری تفسیری بحث دیانت داری اور انصاف سے مطالعہ فرمائیں تو ہماری ذکر کردہ تحقیق سے سرِ مُو تجاوز نہ پائیں گے۔ اُن کا مزاجِ تحریر اور اُسلوبِ بیان بھی یہی ہے کہ اوّلاً عالمانہ و محقّقانہ تفسیر مدلّل طریقہ سے بیان فرماتے ہیں۔ بعد میں صُوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے صوفیاء کے احوال و اقوال نقل فرماتے ہیں۔ اعاظم محقّقین کے نزدیک تفسیرِ صوفیانہ کی جو حیثیت ہے وہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔

تفسیر فتوحاتِ مکّیہ پر حضرت گولڑویؒ کا تبصرہ

رئیس المکاشفین شیخِ اکبر حضرت ابنِ عربیؒ کی تفسیر فتوحاتِ مکّیہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے ایک بار میرے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے جو کچھ فرمایا وہ پورا ملفوظ مہریہ مع سوال و جواب ملاحظہ ہو۔ ملفوظ نمبر 59 محرّرِ سطور نے عرض کیا کہ حضرت شیخ محی الدّین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''فتوحاتِ مکّیہ'' میں ایسی روش اختیار کی ہے' جو باقی تفاسیر سے بالکل مختلف ہے' وہ اکثر تاویل کے درپے ہوئے ہیں۔ مثلاً انّ الّذین كفروا جہاں بھی قرآنِ مجید میں آیا ہے' اِس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ أي نظروا الٰی ذواتهم وتركوا النّظر الى الوحدة الذّاتية (یعنی اُنہوں نے اپنی ذاتوں پر نظر کی اور وحدتِ ذاتیہ کی طرف توجّہ نہ کی) حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''شیخ کی تفسیر اشاراتِ دقیقہ و اسرارِ حقیقت کی تفسیر ہے' ورنہ تفسیر تو وہی ہے جو قرونِ اُولیٰ مشہود لها بالخیر و زمانہ ائمۂ مجتہدین و اکابر مفسّرین میں کی گئی' جس سے احکام اور خطاباتِ شرعیہ ثابت ہوئے ہیں (شیخؒ نے یہ اشارات بیان کئے ہیں' تفسیر کے مقدّمہ میں حضرت الشیخؒ نے خود بھی تصریح کی ہے کہ تفسیر وہی ہے جس کے ساتھ ظاہر آیات سے امر و نہی ثابت ہوتے ہیں

میرا کلام اشارات پر مشتمل ہے[1] لہٰذا تفسیرِ صوفیانہ کے متعلق آپ خود خیال فرما سکتے ہیں
علّامہ حقّیؒ نے والنّزعٰتِ اور والنّشطٰتِ سے تو ملک الموت اور اُن کے مددگار ملائکہ
مُراد لئے اور والسّبحٰتِ کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے اُس گروہ کی قسم یاد
فرمائی ہے، جو آسمان سے زمین کی طرف اُترتے ہیں، اُنہیں پیراک سے تشبیہ دی گئی ہے
یہ تعمیم بعد تخصیص کے قبیل سے ہے، کیونکہ نزولِ اوّلین مطلقاً قبضِ ارواح کے لئے ہے
اور اُن دوسروں کا نزول عامہ امور واحوال کے لئے ہیں ۔ (ترجمہ فیض الرحمٰن
از مولنا اویسی صاحب) اور السّبقٰتِ کا عطف بھی السّبحٰت پر ڈال کر یہی فرشتے مُراد
لئے۔ وَالمدبّرات کا عطف بھی السّابقات پر بالفاء تسلیم کرتے ہوئے یوں فرماتے
ہیں ۔امام راغبؒ نے فرمایا کہ اِس سے وہ ملائکہ مُراد ہیں، جو تدبیرِ اُمور میں
مؤکّل ہیں، یعنی وہ فرشتے جو بندوں کے لئے دنیوی واُخروی اُمور کی تدبیر کرتے ہیں
جیسے اُنہیں کہا گیا ہے بغیر کمی بیشی کے ۔چنانچہ علّامہ حقّیؒ فرماتے ہیں
(وَالنّازِعاتِ غرقًا) الواو للقسم وَالقسم يدلّ على عظم شأن المقسم به
ولِلّٰه تعالىٰ أن يقسم بما شاء من مخلوقاته تنبيهًا على ذٰلك العظم
والنّازعات جمع نازعة بمعنى طائفة من الملائكة نازعة .... فقيل
نازعات بمعنى طوائف من الملائكة نازعات و قس عليه النّاشطات
ونحوه ....أقسم الله بطوآئف الملائكة الّتى تنزع ارواح الكفّار
من أجسادهم اغراقًا فى النّزع .... والملئكة وهم ملك الموت
وأعوانه من ملائكة العذاب يطعنونهم بحربة مسمومة ....

[1]: ملفوظاتِ مہریہ ، ص64

(وَ النّاشطات نشطًا) قسمٌ آخر .... أقسم الله بطوائف الملائكة
الّتى تنشط ارواح المؤمنين أى تخرجها من أبدانهم برفق ولين كما
تنشط الدّلو من البئر .... وهُم ملك الموت واعوانه من ملائكة
الرّحمة ....(وَالسّابحاتِ سبحًا) قسمٌ آخر معنى ايضًا
بطريق العطف وَ السبح المرّ السريع فى الماء اوفى الهواء .... أقسم الله
بطوآئف الملائكة الّتى تسبح فى مضيها أى تسرع فينزلون
من السماء الى الارض مسرعين مشبهين فى سرعة نزولهم بمن يسبح
فى الماء وهذا من قبيل التعميم بعد التخصيص لانّ نزول الاوّلين انّما
هُو لقبض الارواح مطلقًا و نزول هٰؤلاء لعامة الامور وَ الاحوال
(فالسابقات سبقًا) عطف على السّابحات بالفاء للدلالة علىٰ
ترتب السبق على السّبح بغير مهلة فالموصوف واحد .... أى الّتى
تسبق سبقًا الى ما امروا به ووكلوا عليه أى يصلون بسرعة والسبق
كناية عن الاسراع فيما امروا به لانّ السبق وهوا لتقدم فى السير
من لوازم الاسراع ....(فالمدبّراتِ امرًا) عطف على السابقات
بالفاء للدّلالة على ترتب التدبير على السبق بغير تراخ .... قال
الرّاغب يعنى الملائكة المؤكلين بتدبير الامور انتهٰى أى الّتى تدبر
امرًا من الامور الدّنيوية والاخروية للعباد كما رسم لهم من
غير تفريط و تقصير .... انّ الملائكة ينزلون لقبض الارواح عند

منتھی الآجال ثم ینجرّ الامر الی البعث ....الخ اب اِس تفسیرِ عالمانہ کے بعد علاّمہ حقّیؒ تفسیرِ صوفیانہ بیان فرماتے ہیں، جس پر سیالوی صاحب کی عمارتِ اعتقاد قائم ہے۔ لہٰذا اہلِ دانش و بینش پر معاملہ واضح ہو چُکا ہو گا کہ مضبوط اور راجح تفسیر کون سی ہے۔ اِسی مضمون کو علاّمہ اسماعیل حقّیؒ نے سورۃ الذّاریات پارہ نمبر 26 کی آیت (فالمقسّماتِ امرًا) کے تحت بھی بیان فرمایا ہے، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں

والمراد بالمقسّماتِ الملائکة وایراد جمع المؤ نث السالم فیهم بتأویل الجماعات أی فالملائکة الّتی تقسم الامور من الامطار والارزاق وغیرها وفی کشف الاسرار هذا کقوله فالمدبّرات امرًا قال عبدالرّحمٰن بن سابط یدبّرا مرالارض اربعة من الملائکة جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت علیهم السّلام فجبریل علی الجنود والرّیاح ومیکائیل علی القطر والنّبات وملك الموت علی قبض الارواح واسرفیل یبلغهم مایؤمرون به۔[2]

ایک نہایت اہم مسئلہ میں علاّمہ حقّیؒ کی تصریح

پھر اِس سے آگے علاّمہ حقّیؒ نے ایک نہایت اہم مسئلہ کھول کر بیان کر دیا، گویا علاّمہ کی یہ عبارت دفع دخلِ مقدّر کے طور پر ہے۔ اعتراض یہ وارد ہوتا تھا کہ جب تمام اُمورِ دُنیوی و اُخروی دستِ قدرت میں ہیں اور وہ مدبّر و مصرّفِ حقیقی ہے تو پھر مندرجہ بالا اُمور کی اضافت و نسبت ملائکہ کی طرف کیوں کی گئی؟ اِس کے جواب میں علاّمہ حقّیؒ رقم طراز ہوتے ہیں و أضاف هذه الافعال الی هذه الاشیاء لانّها اسباب

[1]: روح البیان، جلد 4، ص 570, 571, 572، مطبوعہ مصر
[2]: روح البیان، جلد 4، ص 98، مطبوعہ مصر

لظهورها کقوله تعالیٰ خبرا عن جبریل لأهَبَ لَكِ غلامًا زَکِیًّا وانّما اللّٰه هوالواهب الغلام لکن لما کان جبریل سبب ظهوره أضاف الهبة الیه یعنی اِن افعال کی نسبت اِن ملائکہ کی طرف اِس لئے کی گئی کہ اِن افعال کے ظہور کا سبب یہ اشیاء (ملائکہ) ہیں، یعنی یہ افعال اِن ملائکہ کے سبب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اِس لیے اُن کی طرف اضافت کی گئی، نہ کہ یہ ملائکہ اُن کے فاعلِ حقیقی ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں حضرتِ جبرئیل علیہ السّلام کے متعلق خبر دی گئی کہ اُنہوں نے حضرتِ مریم سلام اللہ علیہا کو اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ مَیں اِس لئے آیا ہوں کہ تُجھے صاف سُتھرا بیٹا دُوں حالانکہ حقیقی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، جبرائیل علیہ السّلام نے اپنی طرف محض مجازًا نسبت کی، کیونکہ بظاہر یہ فعل حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے ظاہر ہو رہا تھا اور اِس ظہور کا سبب جنابِ جبرائیل علیہ السّلام بن رہے تھے، چنانچہ سبب کی طرف نسبت و اضافت مجازی ہے، حقیقی اضافت و انتساب مُسبِّب (اللہ تعالیٰ) کی طرف ہے۔

اَب یہاں علاّمہ حقّیؒ نے ایک جُملہ بولا وانّما اللّٰه هوالواهب الغُلام۔ یہاں انّما کلمۂ حصر ہے، یعنی بچّہ دینے والا اللہ ہی ہے۔ جو لوگ حصر کے معنی و مفہوم سے شناسا ہیں، وہ ایک طرف تو کلمۂ اِنّما پر نظر رکھیں اور دُوسری طرف میرے کہے ہوئے اِس شعر کو دیکھیں کہ۔

کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے
اللہ سے مانگ! دینے والا وُہ ہے

مولویوں کے مخصوص طبقہ کا واویلا کس خاص چُبھن کے تحت ہے؟

قارئینِ باتمکین! انصاف آپ پر ہے کہ مَیں نے اپنے مجموعۂ رباعیات اُردو ’’رنگِ نظام‘‘ میں جو مضامینِ توحید بیان کئے ہیں‘ کیا وہ کتاب و سنّت کا نچوڑ اور عقائدِ صحابہ و تابعین کی ترجمانی نہیں ہے؟ پھر اُن پر مولویوں کے ایک مخصوص طبقہ کا واویلا اور فریاد کرنا آخر کس خاص چبھن کے تحت ہے کہ یہ رباعی سنتے ہی اُن کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ بقولِ راقم؎

پتہ چلتا نہیں اور آگ لگ جاتی ہے تن من میں
خدا جانے کسی نے غم کی چنگاری کہاں رکھ دی

مشہور و معروف حدیث کی تشریح: آیئے (فَالمُقَسِّمَاتِ اَمرًا) کی وضاحت ملاحظہ فرمانے کے بعد‘ لگے ہاتھوں ایک مشہور و معروف حدیث شریف کی توضیح و تشریح بھی پڑھ لیجئے‘ جو اِسی تقسیمِ اُمور کا مفہوم اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ عام طور پر یہ حدیث ہمارے خطباء، واعظین اور شیخ الحدیث کہلانے والے مولوی صاحبان بیان فرماتے رہتے ہیں۔ مولوی اشرف سیالوی صاحب نے بھی اپنے دلائل میں اِسے شامل فرمایا ہے لیکن حدیث شریف کا صرف ایک حصّہ بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے‘ پوری حدیث شریف نقل کرنے یا اُسے باب کی مناسبت سے بیان کرنے کی تکلیف فرمانا شاید اِن علمائے کرام کے شایان نہ ہو؟ حالانکہ منصبِ شیخ الحدیثی کا تقاضا ہے کہ دربارۂ فنِّ حدیث بڑے ضبط و احتیاط کا مظاہرہ کیا جائے، سند، رجال، متن، ترجمۃ الباب اور

مطابقتِ روایات کا پورا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ حدیث شریف کا اِتنا حصّہ سیالوی صاحب نے ’’ازالۃ الرّیب‘‘ کے صفحہ نمبر 72 پر نقل فرمایا۔ کما قال النبیّ علیه السّلام اللّٰہ یُعطی وانّما انا قاسمٌ اور پھر آگے ایک اور حدیث شریف کا جملہ تحریر کرکے لکھ دیا (بخاری شریف) آیئے ہم یہ پوری حدیث شریف مع سند‘ متن اور باب کے لکھ دیتے ہیں۔

(باب من یّرداللّٰہ بہ خیرًا یُفقّھه فی الدّین) حدّثنا سعیدُ بن عفیرٍ قال حدّثنا ابن وھبٍ عن یُونُسَ عن ابنِ شھاب قال قال حُمید بنُ عبدالرّحمٰن سمعتُ معاویة خطیبًا یقولُ سمعت النبی صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلّم یقول من یُرِدِ اللّٰہ بہٖ خیرًا یُفقّھهُ فِی الدّین وانّما انا قاسمٌ وَ اللّٰہ یُعطی ولن تزال ھذہِ الامّةُ قائمةً علٰی امرِاللّٰہ لَا یَضُرّھُم من خالفھم حتّی یأتی امرُاللّٰہ ترجمہ: ’’باب اِس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرمادیتا ہے‘‘۔ حدیث بیان کی ہم سے سعید بن عُفیر نے کہا‘ کہ حدیث بیان کی ہم سے ابنِ وھب نے یونس سے‘ اُس نے ابنِ شھاب سے‘ کہا اُس نے کہ کہا حمید بن عبدالرّحمٰن نے کہ مَیں نے حضرت معاویہؓ سے سُنا کہ وہ خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ مَیں نے نبیٔ کریم ﷺ سے سُنا، آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین میں سمجھ بخش دیتا ہے اور جز ایں نیست کہ مَیں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے اور یہ اُمّت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم (ثابت قدم) رہے گی اِسے کسی مخالف کی مخالفت نقصان نہ پہنچا سکے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے

گا۔ (یعنی قیامت آجائے گی) اب اِس حدیث شریف کے متعلّق چند اہم باتیں ملاحظہ فرمائیں، جنہیں ہمارے احبابِ عمدًا یا خطاً قلم انداز کرجاتے ہیں۔

حدیث شریف انّما أنا قاسمٌ واللّٰہ یُعطی پر علّامہ عینیؒ کی تفصیلی گفتگو

پہلی بات: یہ حدیث شریف اِس مقام پر تقسیمِ مخصوص کا بیان کر رہی ہے نہ کہ مطلق عہدۂ قسمت کا، یعنی حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں قاسم ہوں، کس چیز کا؟ اِس کی وضاحت کے لئے عُمدۃ القاری شرح بخاری میں علّامہ بدرالدّین محمود عینیؒ نے بڑی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا تو آپ ﷺ نے یہ بات اِس لئے فرمائی کہ جو کچھ مجھ پر بذریعۂ وحی نازل ہوتا ہے، وہ میں تمہیں تقریر و تبلیغ کے ذریعے سُنا دیتا ہوں، رہی یہ بات کہ کوئی شخص اُس تقریر سے کس حد تک نفع اندوز ہوتا ہے، کہاں تک سمجھ سکتا ہے اور اُن الفاظ و کلماتِ تقریر سے کس حد تک معانی و مطالب اخذ کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے، وہ جسے جس قدر چاہتا ہے سمجھ اور مَلکہ سے نواز دیتا ہے۔ میرا کام تم تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا ہے۔ مَیں اپنی طرف سے عدمِ مساوات یا کمی بیشی کا عمل ہرگز نہیں کرتا کہ کسی کو کوئی آیت یا فرمانِ الٰہی سُنا دُوں اور کسی کو محروم رکھوں، کیونکہ یہ بات خلافِ عدل ہے اور پیغمبر کبھی ظُلم نہیں کرسکتا، لہٰذا سمجھ کی کمی بیشی کا شکوہ مجھ سے مت کرو، یہ عطائے خُداوندی ہے۔ اور بقولِ حضرتِ حافظ شیرازیؒ ؎

بہ دُرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقیِ ماریخت عینِ الطاف است

یہ مفہوم مندرجہ بالا علّامہ عینیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے ”ومعناه أنا قاسم بينكم فألقى إلى كلّ واحد ما يليق به والله يوفّق من يشآء منكم لفهمه والتفكّر في معناه وقال التوربشتي اعلم أنّ النبي عليه الصلاة والسّلام اعلم اصحابه انّهٗ لم يفضّل في قسمة ما أوحى الله اليه أحدًا من امّته على أحدٍ بل سوى في البلاغ وعدل في القسمة وانّما التفاوت في الفهم وهو واقع من طريق العطاء ولقد كان بعض الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم يسمع الحديث فلا يفهم منه الّا الظاهر الجلي ويسمعه آخر منهم اومن بعدِهم فيستنبط منهم مسائل كثيرة وذٰلك فضل الله يؤتيه من يّشآءُ ....الخ“[1]

یا پھر یہاں تقسیمِ مال کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام مالِ فیٔ، مالِ غنیمت یا کسی دُوسری مَد میں جب کوئی مال صحابۂ کرام کے مابین تقسیم فرماتے تو کبھی اگر کسی کے مُنہ سے ایسا جُملہ ظاہر ہوتا، جو عدلِ نبویؐ کے شایان نہ ہوتا تو حضور علیہ السّلام ارشاد فرماتے کہ میرے جانثارو! یہ جو میں تقسیم کر رہا ہوں یہ منشائے خداوندی کے مطابق کر رہا ہوں، وہ مجھے جتنا مال جسے دینے کا حُکم فرماتا ہے، مَیں اُسی قدر اُسے بانٹ دیتا ہوں، مَیں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اصل عطاء تو صرف اُس ذات کی ہے جو مُعطی ہے۔

مفہوم مندرجہ بالا علّامہ عینیؒ کے الفاظ میں یوں ہے ”وقال الشيخ قطب الدّين في شرحه (اِنّما قاسمٌ) يعني انّه لم يتأثر بشئ من مال الله

لہ: عمدۃ القاری، شرح بخاری، جلد نمبر 2، ص 51، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان

وقال النبی علیه الصّلاة والسّلام (مالی بما افاء اللّٰه علیکم اِلّا الخمس وهُو مردود علیکم) وانّما قال أنا قاسم تطیبا لنفوسهم لمفاضلته فی العطاء فالمال للّٰه والعباد للّٰه وأنا قاسم باذن اللّٰه ما لهٗ بین عباده''۔ یہاں علّامہ عینیؒ اپنی طرف سے ایک اعتراض وارد کر کے خود اُس کا جواب بھی دے رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اِن دونوں کلاموں کے درمیان مفہومًا فرق ہے پہلے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ (أنا قاسم) سے حضور علیہ السّلام تبلیغِ وحی اور بیانِ شریعت کی تقسیم ذکر فرما رہے ہیں' جب کہ دوسرے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تقسیمِ مال مُراد ہے۔ پھر خود ہی علّامہ عینیؒ ہر دو وجوہ بیان کر کے اِس کا جواب بھی دیتے ہیں اور ہر دو کلام میں مطابقت بھی بیان فرماتے ہیں۔

وجہِ اوّل: سیاقِ کلام کی طرف غور سے نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقاہتِ دین اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہے۔ حضور ﷺ حسبِ حُکمِ الٰہی قرآن وحدیث کے ذریعے دین اور شریعت کی تبلیغ فرما دیتے ہیں۔ احکامِ الٰہی پوری محنت و دیانت داری سے مخلوق تک پہنچا دینے کے ساتھ نہ تو کسی کو زیادہ تبلیغ کے ذریعے فوقیّت دیتے ہیں اور نہ ہی کسی کو قلّتِ بیانِ احکام کے ذریعے مبتلائے محرومی کرتے ہیں' پھر سُن کر سمجھنا اور اُن کی تہہ تک پہنچ کر معانی' مطالب اور معارف کا ادراک ہر شخص کے لئے برابر نہیں' بلکہ اِن میں تفاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کے ذریعے جس کو جتنی فہم وفراست اور دقّتِ نظری اور بصیرت کی نعمت عطا کی ہے' وہ اُسی قدر فہمِ حقیقت و درکِ مطالب سے زیادہ حظّ حاصل کرتا ہے۔ اِسی کا نام عطائے الٰہی ہے اور یہ محض اُس کا اپنا فضل ہے رسالت مآب علیہ السّلام

کے منصب اور ذمّہ داری کا اِس میں دخل نہیں ہے۔ انسان کی اِسی خداداد صلاحیّت اور فہم وادراک کو محض موہبتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے مرزا عبدالقادر بیدلؔ فرماتے ہیں ؎

رمز آشنائے معنٰی ہر خیرہ سَر نباشد
طبعِ سلیم فضل است ارثِ پدر نباشد

وجہِ ثانی: اگرچہ الفاظِ حدیث شریف سے شریعت و دین اور فقاہت وفہم کی عطاء وقسمت ظاہر ہوتی ہے' لیکن مال کی تقسیم والا مفہوم اور یہ مفہوم باہم یوں مربوط ہیں کہ اگرچہ یہ ارشادِ نبوی بوقتِ تقسیمِ مال صادر ہوا' لیکن مفہومی نتیجہ اِس کا عطائے فقاہت فی الدّین اور فہم وبصیرت کی تقسیم ہی ہے' وہ یوں کہ حضور ﷺ نے جب مالِ غنیمت تقسیم فرمایا اور جن لوگوں کو حصّہ قدرے کم ملا' وہ بتقاضائے بشریّت کہنے لگے کہ دیکھئے ہمیں کم دیا گیا ہے' جب کہ فلاں فلاں کو زیادہ عطا ہوا۔ اِس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں عطاء تو من جانبِ اللہ ہے' وہ جس کے متعلّق جتنا فیصلہ فرماتا ہے' میں اُس کو اُتنا دے دیتا ہوں' لیکن اِس بات کو سمجھنا کہ ''اللہ تعالیٰ مُعطی ہے محمّدِ مصطفٰے علیہ السّلام فقط قاسم ہیں'' کا دارومدار اُس سمجھ اور بصیرت پر ہے' جو اللہ تعالیٰ اُسی کو عطا فرماتا ہے' جس کے متعلّق بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اور پھر وہ شخص اُسی فہم وبصیرت کی بنا پر یہ بات سمجھ لیتا ہے کہ تمام معاملات اور اُمور تو اللہ کی جانب سے ہیں وہی بڑھاتا اور گھٹاتا ہے' معطی وہی ہے نبی ﷺ کی ذات قاسم ہے' نہ آپؐ اپنی طرف سے بڑھاتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو نافذ کر دیتے ہیں' لہٰذا زیادتی اور نقصان کی نسبت آپؐ کی طرف کرنے کے بجائے اُسی ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف کرنا

چاہیے جو معطی ہے۔ وہ چاہے رزق بڑھادے' گھٹادے' یا اجل کو پھیر دے حضور ﷺ جس طرح اجل میں تبدیلی نہیں فرماتے' اسی طرح رزق میں کمی بیشی بھی نہیں فرماتے۔ انتھٰی

اب مندرجہ بالا مفہوم کو علامہ عینیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

قلتُ بين الكلامينِ بَونٌ لانّ الكلام الاوّل يشعر بانّ القسمة فى تبليغ الوحى و بيان الشريعة وهذا الكلام صريح فى قسمة المال وبكل منهاوجه امّا الاوّل فان نظر صاحبه الى سياق الكلام فانّه أخبر فيه انّ من ارادالله بهٖ خيرا يفقّهه فى الدّين أى فى دين الاسلام قال اللّه تعالىٰ (انّ الدّين عند الله الاسلام) وقيل الفقه فى الدّين الفقه فى القواعد الخمس ويتصل الكلام عليها فى الاحكام الشرعية ثم لمّا كان فقههم متفاوتًا لتفاوت الافهام اَشار اليه النبى ﷺ بقولهٖ "انّما أنا قاسمٌ" يعنى هذهِ التفاوت ليس منّى وانّما الّذى هومنّى وهوالقسمة بينكم يعنى تبليغ الوحى اليهم من غيرِ تخصيص بأحد والتفاوت فى افهامهم من الله تعالىٰ لانّهٗ هوالمعطى يُعطى النّاسَ على قدرِ ماتعلّقت بهٖ ارادتهٗ لانّ ذٰلك فضل منه يؤتيه من يشآء۔ وامّا الثانى فان نظر صاحبه الٰى ظاهر الكلام لانّ القسمة حقيقة تكونُ فى الاموال ولكن يتوجه هذا السؤال عن وجه مناسبة هذا الكلام لما قبله و يمكن أن يجاب عنه بأنّ مورد الحديث كان وقت قسمة المال حين خصّص عليه السّلام بعضهم بالزّيادة لحكمة اقتضت ذٰلك وخفيت عليهم حتّى تعرض منهم بأنّ هذه قسمة فيها

تخصيص لناس فرد عليهم النبى عليه الصلاة والسلام بقولهٖ "من يُردالله بهٖ" الٰى آخره يعنى من أرادالله بهٖ خيرًا يوفقه ويزيد لهٗ فى فهمهٖ فى أمور الشرع ولا يتعرض لامر ليس علٰى وفق خاطره اذا الامركلّه لِلّٰه وهُوالّذى يُعطى ويمنع وهُوالّذى يزيدو ينقص والنبى ﷺ قاسم وليس بمُعط حتّى ينسب اليه الزّيادة والنّقصان وعن هذا فسّر اصحابُ الكلام الثانى قولهٗ عليه الصّلاة والسّلام "والله يعطى" بقولهم أى من قسمت لهٗ كثيرًا فبقدر اللّه تعالىٰ وما سبق لهٗ فى الكتاب وكذا من قسمت لهٗ قليلًا فلا يزداد لاحد فى رزقهٖ كما لا يزداد فى أجَلهٖ ....انتهٰى۔

دوسری بات: مزید برآں علامہ عینیؒ نے "وانّما أنا قاسمٌ" کے متعلق فرمایا کہ "انّما" کلمۂ حصر ہے' جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آپ محض قاسم ہیں' مُعطی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ البتہ اگر کلمۂ حصر کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ حضور ﷺ فقط قاسم ہیں اور اس طرح آپ کی دیگر صفات مثل بشیر' نذیر' داعی الی اللہ کی نفی ہو رہی ہے' تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ آپ نے یہاں کلمۂ حصر کا استعمال سامع کے اعتقاد کی نفی کے لئے فرمایا' کیونکہ سامع کا اعتقاد یہ تھا کہ آپ معطی ہیں' لہٰذا اپنی طرف سے عطاء میں کمی بیشی کرتے ہیں' حضور علیہ السّلام نے اُس کی تسلّی کرانے کے لئے فرمایا کہ میں محض قاسم ہوں' مُعطی اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور علیہ السّلام نے قاسم فرما کر مُعطی ہونے کی نفی فرمائی۔

؎: عمدۃ القاری' شرح بخاری' جلد2' ص51' مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' پاکستان

اپنی دیگر صفات مثل بشیر' نذیر وغیرہ کی نفی نہیں فرمائی۔ اگر معتقد کا اعتقاد یہ ہو کہ آپ مُعطی ہیں' قاسم نہیں ہیں تو پھر کلمۂ حصر کا فائدہ بطورِ قصرِ قلب ہوگا۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ مَیں قاسم ہونے کے سوا کچھ نہیں ہوں' یعنی قاسم ہوں' مُعطی نہیں اور اگر اُس کا اعتقاد یہ ہو کہ آپ قاسم بھی ہیں اور مُعطی بھی تو پھر یہ قصرِ افراد ہوگا کہ آپ کو دو وصفیں حاصل نہیں بلکہ اِن میں سے ایک ہے اور وہ ہے آپ کا قاسم ہونا۔

علّامہ عینیؒ نے مندرجہ بالا تحقیق اِن الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ وفیہ انّما الّتی تفید الحصر والمعنی ما أنا اِلّا قاسمٌ فان قلت کیف یصح ھذا ولہٗ صفات أخرٰی مثل کونہٖ رسولا و مبشرا و نذیرا قلت الحصر بالنسبة الٰی اعتقاد السامع وھذا وردفی مقام کان السامع معتقداکونہ معطیًا وأن اعتقد انّہٗ قاسم فلا ینفی الّا ما اعتقدہ السامع لا کلّ صفة من الصفات وحینئذ ان اعتقد أنّہٗ مُعط لا قاسم فیکون من باب قصر القلب أی ما انا اِلّا قاسم أی لا مُعط وأن اعتقد انّہ قاسم ومعط ایضًا فیکون من قصر الافراد أی لاشرکة فی الوصفین أی بل انا قاسم فقط۔

نیز حدیث شریف کی عبارت پر ترکیبی بحث کرتے ہوئے علّامہ عینیؒ نے ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا قولہٗ "واللّٰہ یُعطی" فیہ تقدیم لفظة اللّٰہ لافادة التّقویة عند السکاکی و لا یحتمل التخصیص أی اللّٰہ یُعطی لا محالة وأمّا عندالزمخشری فیحتملھا ایضًا وحینئذ یکون معناہ اللّٰہ یُعطی لا غیرہٗ فان قلت اذا کانت ھذہٖ الجملة حالیة أی

قولہٗ "واللّٰہ یُعطی" فما یکون معنی الحصر حینئذ قلت الحصر بانّما دائما فی الجزء الاخیر فیکون معناہ ما أنا بقاسم الّا فی حالِ اعطاء اللّٰہ لا فی حال غیرہٖ۔ یعنی علّامہ یوسف السّکاکیؒ نے فرمانِ نبویؐ "واللّٰہ یُعطی" میں لفظِ اللہ کا پہلے آنا افادۂ تقویت کے لئے مانا ہے نہ کہ تخصیص کے لئے (اللہ تعالیٰ بدرجۂ اتم علی وجہِ الکمال مُعطی ہے، نہ یہ کہ وہ صرف مُعطی ہے) جب کہ علّامہ زمخشری اِسے افادۂ تخصیص کے لیے بھی مانتے ہیں۔ البتہ "انّما انا قاسمٌ" میں کلمۂ انّما جو افادۂ حصر کے لئے ہے' وہ یہاں حصر کیسے پیدا کرتا ہے؟ تو علّامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ "انّما انا قاسمٌ" کا حصر دراصل "واللّٰہ یُعطی" سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا مَیں صرف اُسی حالت میں قاسم ہوں' جب اللہ کی عطاء ہو اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ عطا ہی نہ فرمانا چاہے' تو مَیں بھلا اُسے کیا بانٹ سکتا ہوں، میری شانِ تقسیم اللہ تعالیٰ کی شانِ عطا کی مرہونِ منّت ہے۔

نکتہ: علّامہ بدرالدّین عینیؒ کی تحقیق سے واضح ہوا کہ رسالت مآب علیہ السّلام کی شانِ تقسیم موقوف ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کی شانِ عطا موقوف علیہ ہے۔ یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ عطا فرمادے اگرچہ حضور علیہ السّلام کی طبعِ مبارک پہلے اُسے تقسیم کرنے کے لئے متوجّہ و مائل نہ بھی ہو' لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ عطا نہ فرمانا چاہے اور حضور علیہ السّلام اُسے تقسیم فرمادیں۔ اِسی لئے مفسّرینِ کرام نے اِنّك لا تھدی من أحببت ولٰکن اللّٰہ یھدی من یّشآء کی تفسیر کرتے ہوئے اِسی قاعدہ کو ملحوظِ نظر رکھا ہے۔ البتہ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کرم کے حوالے سے اپنے

حبیب ﷺ کی تمنّا، آرزو، مرضی اور سوال کا پاس ضرور کرتا ہے۔ یہ اُس کا خاص کرم ہے اپنے خاص بندوں پر اور اپنے سب سے خاص بندے حضرت محمّدِ مصطفٰی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم پر، نہ یہ کہ ہم کسی فردِ مخلوق کو بہ شمول سیّد الانبیاء ﷺ شفیعِ غالب اور شفیعِ جابر تصوّر کرلیں، یہ بات کُفر ہے۔

اگر ہم کبھی یہ کہہ دیں کہ ہم نے اپنی داستانِ غم والم حضور علیہ السّلام کو سُنا دی ہے تو اُس کا مفہوم یہی ہوگا کہ آپ اپنے اللہ کریم جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی بن کر ہماری عرضداشت پہنچا دیں گے اور حضور علیہ السّلام کی سفارش اللہ تعالٰی ردّ نہیں فرماتا۔ جیسا کہ فقیر نے ایک نعت میں اِسی مفہوم کا حامل مقطع کہا ہے۔

وہ جانیں اے نصیر اب، یا جانے اُن کا خالق
ہم نے تو دِل کے دُکھڑے اُن کو سُنا دیے ہیں

مُشتری ہشیار باش: اِس ساری تفصیل کے بعد یہ تحقیق بھی پڑھتے جایئے کہ مولوی اشرف سیالوی صاحب نے بخاری شریف میں موجود دو حدیثوں کو ایک کر کے لکھ دیا، درمیان میں فقط وقال علیہ السّلام کا فاصلہ رکھا، جبکہ یہ بات خلافِ احتیاط ہے۔ مزید برآں اُنہوں نے یہ حدیث شریف یوں تحریر فرمائی قال النبی علیہ السّلام اللّٰہُ یُعطی وانّما أنا قاسمٌ، جبکہ بخاری شریف میں یہ حدیث شریف متعدّد مقامات پر اِس طرح آئی ہے۔

نمبر1. بابُ من یّردِ اللہ بہٖ خیرًا یفقّھہٗ فی الدّین .... وانّما أنا قاسمٌ واللّٰہُ یُعطی.........الخ۔[1]

[1] : بخاری شریف، جلد اوّل، ص16، مطبوعہ قومی کتب خانہ کراچی، سنِ طباعت 1961ء

نمبر2. بابُ قولِ اللّٰہ تعالٰی فانّ لِلّٰہِ خُمسَہٗ وللرّسُولِ یعنی للرّسول قسمٌ ذٰلک قالَ رسول اللہ ﷺ وانّما أنا قاسمٌ وخازنٌ واللّٰہُ یُعطی۔ یہاں قاسمٌ کے ساتھ خازنٌ کا لفظ بہت کچھ سمجھا رہا ہے لیکن ....ع

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

نمبر3. قال رسُول اللہ ﷺ من یّردِ اللہ بہٖ خیرًا یفقّھہ فی الدّین واللّٰہ المُعطی وانا القاسم .... الخ۔ سیالوی صاحب کی تحریر کردہ ترتیب عبارت نظر سے نہیں گزری (انّ الانسانَ یُساوِق السّھوو النّسیان)

توجہ سے پڑھیے: جس اسلوب سے جو کچھ ثابت کرنے کے لئے علّامہ سیالوی صاحب یہ احادیثِ طیّبہ لائے ہیں، وہ بجا، لیکن ہم ذیل میں یہ چند احادیث سیاق وسباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور ضروری تشریح بھی بالاختصار درج کرتے ہیں، جس سے ذہین قارئین خود بخود بہت کچھ اخذ کرسکتے ہیں۔

نمبر1. عن جابر بن عبداللّٰہ الانصاری قال وُلِدَ لرجُل منّا غلام فسمّاہ القاسم فقالت الانصار لَانُکنّیك أبا القاسم ولا نُنعمك عینًا فقال النبی ﷺ أحسنَتِ الانصار تسمّوا بأسمی ولا تکنّوا بکنیتی فانّما أنا قاسمٌ۔ (بخاری جلد1 صفحہ 439) حاشیۂ بخاری میں ہے کان ھو ﷺ یکنّی بذلك لانّ اسمہٗ کان قاسمًا ....الخ۔

[1] : بخاری شریف، جلد اوّل، ص439، مطبوعہ قومی کتب خانہ کراچی، سنِ طباعت 1961ء
[2] : بخاری شریف، جلد اوّل، ص439، مطبوعہ قومی کتب خانہ کراچی، سنِ طباعت 1961ء

نمبر2. عن ابی ہریرة انّ رسول الله ﷺ قال ما أعطیكم ولا أمنعكم انّما أنا قاسمٌ اَضع حیثُ أمِرتُ (بخاری جلد 1 صفحہ 439) اِس پر فتح الباری میں ہے أی لا أعطی احدا ولا امنعُ الّا بأمرِ اللّٰہِ۔

نمبر3. وعن معاویة قال قال رسول الله ﷺ من یّردِ اللّٰہ بہٖ خیرًا یفقهه فی الدّین (أی یجعلهٗ عالمًا فقیهًا) وانّما أنا قاسمٌ (ای للعلم) واللّٰه یُعطِی (ای الفهم فی العلم)[1]

نمبر4. عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ ما أعطیكم ولا أمنعكم أنا قاسمٌ اَضعُ حیث أمرتُ (أی ما أعطی احدًا شیئًا یمیل نفسی وشهوتها الیه وكذا المنع بل كلّ ذلك بأمرالله تعالیٰ اعلم انّهم حملوا الاعطاء والمنع علی اعطاء الدّول ومنعه وقدیحمل علی تبلیغ الوحی والعلم والاحكام یعنی انّ الله تعالیٰ یُعطی كل أحد من العلم والفهم علی ما تعلّقت بہٖ ارادتهٗ)[2]

نمبر5. وعن جابر انّ النبی ﷺ قال سمّوا بأسمی ولا تكتنُوا بكُنیتی فانّی انّما جُعلت قاسما أقسمُ بینكم (ای العلم والغنیمة ونحوهما وقیل البشارة للصّالح والنّذارة للطالح ۱۲ بین السطور) حاشیہ پر ہے قولهٗ قاسمًا اقسم بینكم یعنی انّی لستُ ابا القاسم لمجرد كون ولدی كان مسمّی بقاسم بل لوحظ فی معنی القاسمیة باعتبار القسمة الازلیة

[1]: مشکوٰۃ شریف مع حاشیہ، ص32
[2]: مشکوٰۃ شریف مع حاشیہ از لمعات، ص325

فی الامور الدّینیة والدّنیویة فلستُ كأحدكم لا فی الذّات ولا فی الا سماء والصفات[1] .... الخ

نمبر6. وعن عقبة ابن عامر قال صلّی رسولُ الله ﷺ علی قتلی أحد بعد ثمان سنین كالمودّعِ لاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقالَ اِنّی بین ایدیكم فرطٌ وانا علیكم شهید وانّ موعدكم الحوض وانّی لأنظر الیهِ وانافی مقام هذا وانّی قد أعطیتُ مفاتیح خزائن الارض الی آخرہٖ كما قال علیه السّلام۔

مشکوٰۃ ص547 حاشیہ پر لمعات کے حوالے سے ہے قولهٗ اعطیتُ مفاتیح خزائن الارض اخبار بتملك امّته الخزائن .... الخ مزید حاشیہ پر ہے قال النووی فیه معجزات لرسول ﷺ فان معناهٗ الاخبار بأن امتهٗ تملك خزائن الارض[2] .... الخ

نمبر7. عن ابی هریرة انّ رسول الله ﷺ قالَ بُعثت بجوامع الكلم وَنُصِرت بالرّعب فبینا انا نائم أتیتُ بمفاتیح خزائن الارض فوُضعت فی یدیّ قالَ ابُوهریرة وقد ذهَبَ رسُول اللّٰهِ ﷺ وانتم تَنتَثِلُونَها[3] اِس مقام کے حاشیہ پر ہے قولهٗ بماتیح خزائن الارض اشارة الی ما فُتح لامّتہٖ من الممالك فغنمُوا أموالها واستباحوا خزائن

[1]: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیۂ مشکوٰۃ، ص407
[2]: مشکوٰۃ مع حاشیہ، ص547
[3]: بخاری شریف جلد اوّل، ص418

ملوکها من الاکاسرة والقیاصرة ونحوهم ویحتمل أن یُراد بها مَعادن الذهب والفضة ونحوهما فوضعت فی یدی أی وعدنی ان سیفتح تلك البلاد الّتی فیها هذه المعادن فیکون لامتہ 12 ک خ اِس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ اپنی خداداد ذہانت وطبّاعی کے باعث اِس کی تشریح یہی فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ ﷺ کو یہ خزائن مرحمت ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ آپ کی امّت یہ خزانے بصُورتِ فتح حاصل کرے گی' اِسی لئے وہ بعد وصالِ نبیؐ فرمایا کرتے کہ رسُول اللہ علیہ السّلام تو اِس دُنیائے فانی سے تشریف لے گئے اور تُم اُن خزائن کو زمین سے نکال رہے ہو اور مزید نکالو گے۔ اسی لئے کہ تنتثلونها کا معنٰی بین السّطور اِس طرح لکھا ہے۔ أی تستخرجُونها تقول انثلت البیر اذا استخرجتَ تُرابها۔

ہم نے اختصاراً یہ چند احادیث مع مختصر تشریح بلا تبصرہ قارئین کے سامنے رکھ دی ہیں تاکہ بالغ نظر قارئین اِن احادیث کو اِس معتبر ومختصر تشریح کے آئینے میں پڑھیں سمجھیں اور پھر عہدۂ شیخ الحدیثی پر فائز المرام قبلہ سیالوی صاحب کے اسلوبِ بیان وطرزِ نگارش پر بھی غور فرمائیں کہ اُنہوں نے حضرت ربیعہؓ والی حدیث شریف کا ایک جملہ حسبِ مطلب نقل کر کے تشریح کو اگلی عبارت میں گڈمڈ کر دیا' ہم نے اِسی حدیث شریف کا اصل مفہوم مع تکملہ حدیثِ ربیعہؓ اپنی تالیف ''اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت'' میں صفحہ 70 تا 73 پر بیان کر دیا ہے' جسے سمجھنے کے لئے منصف مزاج اور زندہ ضمیر قاری ہونا چاہیئے' تاکہ اندازہ ہو سکے شیخ الحدیث کہلوانے اور شیخ الحدیث ہونے میں

بڑا فرق ہے' بلکہ آج کل تو سیالوی صاحب کے تلامذہ اُنہیں غزالیٔ زماں اور رازیٔ دوراں منوانے کے لئے بہت زور دے رہے ہیں' میں اُنہیں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ اپنے اُستادِ محترم کے لئے یہ القاب استعمال نہ کریں' البتّہ اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ حضرت قبلہ علاّمہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بننا سیالوی صاحب کے بس کا روگ نہیں فرمانِ الٰہی انّا کلّ شئ خلقنٰهُ بقدرٍ پر ضرور نظر رکھیں کیونکہ بقولِ شاعر ؎

کم نظر از رہِ تقلید بہ پاکاں نرسد
پا اگر خواب کند چشم نخوانند اُو را

تفسیر رُوح المعانی سے وضاحت: علاوہ ازیں مولوی اشرف سیالوی صاحب اور اُن کے ہمنوا اپنی تائید میں تفسیر رُوح المعانی کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ اِس حوالے کے حوالے سے بھی وہ اپنی عادتِ قدیمہ کے مطابق خیانت وتلبیس سے نہیں چُوکتے' لہٰذا ہم علاّمہ ابوالفضل شہاب الدّین سیّد محمود الآلوسی البغدادیؒ کی تفسیر بھی نقل کر کے اصل معاملہ واضح کئے دیتے ہیں۔ آپؒ نے سورۃ النّٰزعٰت کی یہ پانچ محوّلہ بالا آیاتِ مبارکہ نقل کرنے کے بعد سب سے پہلی جو تفسیر بیان فرمائی وہ ملاحظہ فرمائیں۔

أقسام من اللّٰہِ تعالیٰ بطوائف من مَلٰئکة الموت علیهم السّلام الّذین ینزعون الارواح من الاجساد علی الاطلاق کما فی روایة عن ابن عبّاس ومجاهد الخ اِس کے بعد علاّمہ بغدادیؒ نے ارواح' نُجوم اور خُیول وغیرہ کے دیگر اقوال نقل کئے۔ ارواحِ مقدّسہ کا قول بھی لائے' مگر اندازِ بیان ملاحظہ ہو' فرماتے ہیں: وَقیل اقسام بالنفوس الفاضلةِ حالة المفارقة لابدانها بالموت۔

غور فرمائیں کہ علماء کی اصطلاح میں جو قول قِیل کے ساتھ نقل کیا جائے' وہ ضعیف ہوتا ہے یا قوی؟ مزید برآں اِسی ساری قیل وقال اور اِن آیات کی متعدّد مُرادوں پر گفتگو کے بعد آخر میں علاّمہ محمود آلوسیؒ نے جو بات کہی' وہ پوری بحث کا ماحصل اور ہمارے موقف کی کھلی تائید ہے۔ ہم اُسے بفضلہٖ تعالیٰ من وعن نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ وعن غیر واحدٍ تفسیر المدبّرات بجبریل یُدبّرُ الرّیاح والجنود والوحی و میکال یُدبّر القطر وَالنّبات وعزرائیل یُدبّر قبض الارواح واسرافیل یُدبّرالامر المنزل علیهم لانّهٗ ینزل به ویُدبّر النفخ فی الصّور والاکثرونَ تفسیر ها بالملٰئکة مطلقًا بل قال ابن عطیة لا أحفظ خلافًا فی أنّها الملائکة ولیس فی تفسیر شئٍ مّما ذکر خبر صحیح عن رسول الله ﷺ فیما أعلم وما ذکر تهٗ اوّلًا هوالمرجّح عندی نظرًا للمقام والله تعالٰی اعلم۔

اِس پوری عبارت پر اور بالخصوص اِن الفاظ پر نظر کریں: والاکثرونَ تفسیرها بالملٰئکة مطلقًا یعنی اکثر مفسّرین اِسی بات پر اتّفاق کرتے ہیں کہ اِن سے مُراد ملائکہ ہیں اور قاعدہ لِلاکثرِ حُکم الکُلِّ پیشِ نظر رکھنے سے بات بالکُل واضح ہو جاتی ہے۔ نیز علاّمہ بغدادیؒ کا یہ فرمان وماذکرتهٗ اوّلًا هوالمرجّح عندی بانگِ دہل اعلان کر رہا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اِسی تفسیر کو ترجیح ہے کہ اس سے مُراد ملائکہ ہی ہیں نہ کہ کچھ اور' کیونکہ آپ نے اوّلاً یہ تفسیر نقل کی ہے أقسام من اللهِ تعالٰی بطوائف من ملائکةِ الموت علیهم السّلام۔ لہٰذا اب تو کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا

کہ مدبّراتِ امر ملائکہ کرام ہی ہیں۔

نتیجہ' بحث

اب اِس ساری بحث کے بعد ہم نتیجہ نکالتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب مدبّراتِ امر کی تفسیر میں بالاتّفاق اور بالاجماع ملائکہ مُراد ہیں اور یہی تفسیر قوی بھی ہے اور اولیٰ بھی' نیز چودہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں آج تک کوئی ایک حوالہ بھی نظر سے نہیں گزرا کہ کسی مسلمان صاحب علم نے اُن ملائکہ سے کبھی استعانت کی ہو' اُن سے کوئی حاجت چاہی ہو اور اُن کی شُعبہ وائز ڈیوٹی کے حوالے سے کوئی چیز اُن سے مانگی ہو۔ مثلاً حضرت عزرائیل (ملک الموت) علیہ السّلام جو مدبّرِ امر ہیں اور جن کی ڈیوٹی روح قبض کرنا اور موت دینا ہے' جیسا کہ اکیسویں پارے میں ہے قُل یتوفّٰکم ملک المَوت الّذی وُکّل بِکُم آپ ثابت کر دیں کہ عزرائیل خود بخود پانچ منٹ کی تاخیر وتقدیم سے کسی کی رُوح نکال سکے۔ یا آج تک کسی نے درازیٔ عمر کے لئے استعانت کی ہو کہ اے عزرائیل! مجھے کچھ دن مہلت دے دے۔ ہرگز نہیں اگر درازیٔ عُمر کے لئے استعانت کی جاتی ہے تو صرف خالقِ موت وحیات ہی سے کی جاتی ہے۔ اِسی سلسلہ میں یہاں ایک معتبر حدیث شریف بھی پڑھ لیجئے: عَن ثوبانؓ قالَ قالَ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم لَا یَردّ القضاء اِلّا الدّعاء وَلَا یزیدُ فِی العمر اِلّا البرّ (رواه الترمذی وابن حبّان والحاکم فی صحیحها والبرّ الاحسان الی الوالدین)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' اُنہوں نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قضاء کو دُعا ہی ٹال سکتی ہے اور عُمر میں زیادتی نیکی ہی سے ہوتی ہے۔ قارئینِ گرامی قدر! یہی پوری امّت کا عقیدہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ ہی سے کی جاتی ہے وہی دعاؤں کا سُننے اور قبول کرنے والا ہے۔ عزرائیلؑ تو خود اللہ کا محتاج ہے' وہ اپنی مرضی سے خود ایک منٹ زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا' چہ جائیکہ وہ کسی اور کی عُمر بڑھا سکے۔ خود عزرائیلؑ کی موت کا منظر دیکھنا ہو تو کتبِ حدیث و تفسیر کے علاوہ ملفوظاتِ حضرت فاضل بریلویؒ کے یہ صفحات مطالعہ کریں۔ کیونکہ فاضل بریلویؒ وہ شخصیّت ہیں جنہیں مولوی اشرف صاحب اپنے مطلب کے لئے ولنعم ما قال الامام احمد رضاؒ لکھ دیتے ہیں۔ اور پھر اُنہی کے عقائد و نظریات کی دھجّیاں بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ بحث بھی عنقریب نذرِ قارئین کی جائے گی کہ غریب و سادہ سُنّیوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکتے ہوئے سیالوی صاحب اور اُنکے ہم مزاج بوقتِ ضرورت فاضل بریلویؒ کا نام کس خلوص سے استعمال کرتے ہیں' اُنہیں امامِ اہلِ سُنّت لکھتے بولتے ہیں' اُنکے اشعار سے استدلال و استنباطِ مسائل کرتے ہیں اور پھر مطلب نکل جانے پر اُنہیں کس طوطا چشمی سے نظر انداز کر دیتے ہیں' بلکہ اُن کے افکار و نظریّات کی بنیادیں یوں اکھیڑتے ہیں' جیسے اُنہیں فاضل بریلویؒ سے ازلی بَیر ہو اور اُنہوں نے عقائد و نظریّاتِ فاضل بریلویؒ کی بیخ کنی کرنے کی قسم کھا رکھّی ہو۔

بڑے وثوق سے دنیا فریب دیتی ہے
بڑے خلوص سے ہم اعتبار کرتے ہیں

فاضل بریلویؒ کا طویل ملفوظ مع عرضِ سائل

حضرت فاضل بریلویؒ کا یہ طویل ملفوظ مع عرضِ سائل ملاحظہ ہو۔

عرض: موت وجودی ہے یا عدمی؟

ارشاد: موت اور حیات دونوں وجودی ہیں' قرآنِ عظیم فرماتا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ''اُس نے موت و حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے'' موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے' عزرائیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قبضے میں جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے' وہ مر جاتا ہے اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے' جبرائیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی سواری جس بے جان کے پاس سے ہو کر نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذاتِ باری اللہ عزّ و جلّ کے کوئی اِس سے نہ بچے گا' جب یہ آیت نازل ہوئی کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ''جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہِ کریم ربّ العزّت جلّ جلالہ''۔ فرشتے بولے ہم بچے' کیونکہ ہم زمین پر نہیں' پھر یہ آیت نازل ہوئی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت ''ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔'' فرشتوں نے کہا کہ اب ہم بھی گئے جب آسمان و زمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملائکہ مقرّبین میں جبرئیل' میکائیل' اسرافیل' عزرائیل اور چار فرشتے حاملانِ عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے۔ ارشاد فرمائے گا اور وہ خوب جاننے والا ہے' عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کرے گا' باقی ہیں تیرے بندے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اُٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا' ارشاد فرمائے گا' جبرئیل کی روح قبض کر! جبرئیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی روح

قبض کریں گے' وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں ربّ العزّت کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر فرمائے گا: عزرائیل! اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے' باقی ہیں تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش اُٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا' فرمائے گا: میکائیل کی روح قبض کر میکائیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی ایک عظیم پہاڑ کے مانند سجدہ میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا' عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کرے گا' باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حاملانِ عرش اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ رہے گا' ارشاد فرمائے گا: اسرافیل کی روح قبض کر! اسرافیلؑ بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور پھر فرمائے گا' عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں تیرے بندے حاملانِ عرش اور باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ فرمائے گا حاملانِ عرش کی روح قبض کر! وہ سب بھی اسی طرح مر جائیں گے۔ پھر ارشاد فرمائے گا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہِ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا ارشاد فرمائے گا' مُـت! مرجا! عزرائیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی ایک عظیم پہاڑ کے مانند ربّ العزّت کے حضور سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور رُوح نکل جائیگی اُس وقت سوا ربّ العزّت جلّ جلالہٗ کے کوئی نہ ہوگا' اُس وقت ارشاد ہوگا: لِمَنِ المُلكُ اليَومَ آج کس کے لئے بادشاہت ہے، کوئی ہو تو جواب دے' خود ربّ العزّت جلّ جلالہٗ جواب فرمائے گا لِلّٰہِ الوَاحِدِ القَهّار۔ اللہ واحد قہّار کے لئے ہے۔ جب تک چاہے گا' یہی حالت رہے گی' پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ السّلام کو زندہ فرمائے گا

وہ صُور پھونکیں گے' قیامت قائم ہوگی' حساب ہوگا' جنّتی جنّت میں' ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گناہ گار مسلمان جہنّم سے نجات پا جائیں گے.........الخ[1]

فاضل بریلویؒ کے ملفوظ سے کیا ثابت ہوا؟

اِس ملفوظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ملک الموت بھی ملکیّتِ موت نہیں رکھتا بلکہ وُکِلَّ بِکُم کے تحت یہ اُس کا فرضِ منصبی ہے' جو وہ ادا کر رہا ہے اور ذرّہ بھر چون وچرا اور دائیں بائیں ہونے کی جرأت وجسارت اُس کے بس میں نہیں ہے۔ اُس بادشاہِ حقیقی وسُلطانِ ازلی کے سامنے یہ ایک مُدبِّرِ امر کی حیثیت ہے۔ اِسی طرح باقی مُدبّرینِ امر کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ جب درجۂ اوّل کے مُرادِ مُدبّراتِ امر اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں محتاج ہیں تو ثانوی مُراد آپ خود سمجھ لیں' جب اُن سے اِن معاملات میں استعانت ثابت نہیں تو ثانوی مُرادِ مدبّرات سے استعانت کا ثبوت کہاں سے ملے گا' یعنی اولیائے کرام بھی ایک محدود دائرے میں اپنی ذمّہ داری نباہنے والے ہیں اور اُن کے متعلّق آداب واختیارات اللہ تعالیٰ نے خود مقرّر فرما دیئے ہیں' جس سے وہ سرِ مُو تجاوز نہیں کر سکتے۔ لہٰذا استعانت اُسی ذاتِ حق جلّ شانہٗ سے کریں' یہی عینِ بندگی اور اصلِ ایمان ہے' باقی خُذلان وحرمان ہے۔ لیکن یہ کیفیت و ذوقِ توحید اور حلاوتِ ایمان از خود نہیں آتی جب تک کہ وہّابِ مطلق کرم نوازی نہ فرمائے تو چاہیئے کہ اِس عقیدہ ونظریہ کی توفیق بھی اُسی سے مانگیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[1] ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت بریلویؒ ' ص 413,412,411

کیا سیالوی صاحب حضرت غوثِ پاکؒ کے عقیدت مند ہیں؟

انتسابِ کتاب میں سیالوی صاحب کی چابکدستی: سیالوی صاحب نے اپنے رسالہ ''ازالۃ الرّیب'' کا انتساب جن دو بزرگ ہستیوں کی طرف کیا ہے اُنکے اپنے الفاظ میں وہ درج ذیل ہیں۔

نمبر 1. حضور شہنشاہِ ولایت، والیِ بغداد سیّدنا غوثِ جلیؒ

نمبر 2. قبلۂ عالم تاجدارِ گولڑہ حضرت خواجہ مہر علی شاہؒ۔

اِن ہر دو بزرگوں کی طرف انتساب کر کے سیالوی صاحب نے کمال چابکدستی سے غلامانِ غوثِ جلیؒ اور نیازمندانِ مہرِ علیؒ کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی سعیِ نامراد کی ہے۔ تا کہ یہ لوگ اُن کے ہمنوا بن جائیں اور اُن کو غوثِ پاکؒ و مہر علی شاہؒ کا مدّاح و عقیدت مند سمجھتے ہوئے اُن کے جلسے کرائیں' اُنہیں سر آنکھوں پہ بٹھائیں اور اُن کی ہر بات کو مستند سمجھتے ہوئے اُن کو واقعتاً سرمایۂ اہلِ سنّت قرار دیں، حالانکہ معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے۔ جس طرح مدینہ شریف کا یہودی سردار کعب بن اشرف بہ ظاہر پیغمبرِ اسلام ﷺ کے ساتھ میثاقِ مدینہ کر کے دوست اور حلیف بنا رہتا تھا۔ لیکن در پردہ اسلام دشمن کاروائیوں میں پوری طرح مصروف و ملوّث ہوتا تھا۔ بلکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی اہانت وتحقیر اور عداوت ونقصان کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا تھا۔ اِسی طرح سیالوی صاحب' غوثِ پاکؒ اور حضرت مہرِ علی شاہؒ کا نام استعمال کر کے سنّیوں اور غوثِ پاکؒ کے نیازمندوں کو محض دھوکہ دے رہے ہیں۔ بقولِ فاضل بریلویؒ ع

ذیــابٌ فــی ثیــاب لب پہ کلمہ دِل میں گستاخی

جبکہ یہ حضرت نہایت گستاخ، بے باک، متکبّر اور بزرگانِ دین کو کسی خاطر میں نہ لانے والے ہیں۔ ہم قدرے تفصیل سے مولوی اشرف صاحب کی وہ گستاخیاں قارئینِ باتمکین کے سامنے رکھتے ہیں' جو وہ پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہٗ العزیز اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی شخصیّات سے کر چکے ہیں۔

پیرانِ پیرؒ کی فاسق جہنّمی کے ساتھ مثال (نعوذ باللہ منہ) حضرت پیرانِ پیرؒ شہنشاہِ ولایت' غوثِ پاک شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہٗ کے خُداداد مقامات وکمالات کا ایک زمانہ معترف ہے، صدیوں سے تمام سلاسلِ طریقت کے مشائخ کبار اور علمائے ذی فخار آپؒ کی مدح میں رطب اللّسان رہے ہیں۔ خصوصاً آپ کے اعلانِ ذی شان'' قدمی ھذہ علی رقبۃ کلّ ولی اللّٰہ '' کی وسعت' آفاقیّت اور ہمہ گیریّت پر تمام سلاسلِ طریقت (عموماً اور مشائخِ چشت اہلِ بہشت خصوصاً) کے مُستند اور اربابِ علم وعرفان مشائخِ عظام نے ہر دور میں سرِ تسلیم خم کیا ہے۔ لیکن زمانہ حال کے ایک نام نہاد شمس الفقہاء غالی مولوی محمد احمد فریدی نظامی بصیر پوری نے اِس موضوع پر اپنا گستاخانہ قلم اُٹھایا اور حضرت پیرانِ پیرؒ کے اِس فرمانِ عالیشان کو آپ کی محض تعلّی' عُجب' فخر و ناز اور حالتِ سکر میں صادر ہونے والا شطح وادلال کا دعویٰ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی تو اُس کی اِس نامُراد کتاب پر تقریظ لکھنے کا ناخوش گوار فریضہ مولوی اشرف سیالوی صاحب قبلہ نے ادا کیا۔ اور حضرت غوثِ پاکؒ کے اِس فرمانِ پُرعرفان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ ''ہر ایک صاحب کمال نے اپنے زعم اور اپنے خیال میں اپنے

عطا کردہ مرتبہ ومقام کو بے مثال اور منفرد وممتاز سمجھا ہو' جیسے آخری آخری شخص جو دوزخ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنّت میں داخل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشرّف ہو کر پُکار اُٹھے گا ما اعطی احد مثل ما اعطیت اور ایک روایت کے مطابق دوزخ سے نکلتے ہی پکار اُٹھے گا لقد أعطانی الله شیئًا ما اعطاه احدًا من الاوّلین والآخرین (مسلم شریف جلد اوّل باب الشفاعة) حالانکہ اُس کا مرتبہ فی الواقع سب سے کم ترین ہوگا تو اِن حضرات نے اپنے متعلّق یا اپنے مشائخ کے متعلّق جو کچھ کہا ہے' وہ اُس کریم کے فضل وکرم پر اپنے زعم اور خیال کے مطابق خوشی ومسرّت کا اظہار ہے اور اُس میں کمال وارفتگی اور غایت محویّت اور حد درجہ استغراقی حالت پائی گئی ہے' لہٰذا اِن کا مقام کلّ حزبٍ بما لدیهم فرحون[1] ''

استغفر اللہ ثم استغفر اللہ خیرہ چشم سیالوی صاحب کو پورے ذخیرۂ معلومات میں اگر کوئی مثال غوثِ پاکؒ پر منطبق کرنے کے لئے ملی تو وہ اُس فاسق وفاجر شخص کی ملی' جو اپنے گناہوں کی شامت سے دوزخ میں جلنے سڑنے کے بعد سب سے آخر میں دوزخ سے نکل کر جنّت میں داخل ہوگا۔ یقین فرمایئے یہ مندرجہ بالا عبارت پڑھ کر آدمی کانپ کانپ جاتا ہے کہ پیرانِ پیرؒ کے متعلّق ایسی گستاخانہ تحریر تو شاید آج تک کسی دیوبندی وہابی نے بھی نہ لکھی ہوگی ، جو ایک بظاہر سُنّی (بریلوی) مناظرِ اسلام اور نام نہاد شیخ الحدیث صاحب نے لکھ ماری ہے۔ محض اپنی شیخ الحدیثی دکھانے کے لئے یہ بے موقع ومحل

لہ: حکایتِ قدمِ غوث ' ص44

حدیث شریف لانے سے اِن حضرت کا آخر مقصد کیا ہے؟

ابنِ زہراؓ سے ترے دِل میں ہیں یہ زہر بھرے
بل بے او منکرِ بے باک! یہ زہرہ تیرا
(فاضل بریلویؒ)

سیالوی صاحب قبلہ نے جس دل گُردے سے حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک فاسق دوزخی سے تشبیہ دینے کی سعادت حاصل کی اور مسلم شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا' حضرت پیرانِ پیرؒ نے اپنی مشہور تصنیف غُنیۃ الطالبین میں اِسی مفہوم ومضمون کو احادیثِ طیّبہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے ' جو درج ذیل ہے:

وقال ابو هریرةؓ انّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یقولُ انّ لِجسرِ جهنّمَ سبعة قناطر وَبینَ کُلّ قنطرتین سَبعُونَ عَاماً وَعرضُ الجَسرِ کحَدِّ السَیفِ فیجُوزُ علیهِ اوّلُ زُمرةٍ مِنَ النّاس سِراعاً کَطَرفِ العَینِ وَالزّمرةُ الثّانیةُ کَالبَرقِ الخاطفِ وَالزّمرةُ الثالثة کَالرّیحِ العاصفِ وَالزّمرةُ الرّابعة کَالطّیرِ وَالزّمرة الخامسةُ کَالخیل وَالزّمرة السّادِسَةُ کَالرّجُلِ المُسرعِ وَالزّمرةُ السّابِعَةُ یمرّونَ عَلَیهِ مُشَاةً ثمّ یبقی رجلٌ وّاحدٌ وَهُوَ آخِرُ مِمّن یمرّ عَلیٰ ذٰلِکَ الجسرِ فیُقالُ لَهٗ مُر فیضَعُ علیهِ قدَمَهٗ ....فاذا اخرَجَ مِنها نَظرَ اِلَیها فقالَ

تبارَكَ الّذی اَنجانی مِنكِ مَا أ ظُنّ اَنّ ربّی اَعطٰی أحدً مّن الاوّلین والآخرِینَ مِثلَ ما أ عطانی اَنّهٗ نَجّانی منكِ بَعدَاِذرأیتُ وَلَقیتُ الخ

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دوزخ کے سات پُل ہیں اور ہر ایک پُل کے درمیان ستّر سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور پُل کی چوڑائی تلوار کی دھار کی طرح ہے' اُس پُل پر سے پہلا گروہ' انسانوں کا آنکھ جھپکنے کی دیر میں گزر جائے گا' دُوسرا گروہ اُچک لے جانے والی (کوندنے والی) بجلی کی طرح گزرے گا' تیسرا گروہ تیز ہوا کی طرح چوتھا پرندوں کی طرح اُڑنے کی رفتار سے' پانچواں دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح چھٹّا بھاگتے ہوئے آدمی کی طرح اور ساتواں گروہ چلتے ہوئے آدمیوں کی رفتار میں گزر جائے گا' پس ایک شخص اکیلا رہ جائے گا اور وہ اُن گزر جانے والوں میں سب سے آخری ہوگا' پس اُسے کہا جائے گا تُو بھی گزر' وہ جُوں ہی پُل پر قدم رکھّے گا تو اُس کا قدم کانپنے لگے گا' پس وہ اُس پُل پر سوار ہوکر (بیٹھ کر) گُھٹنوں کے بَل چلتا ہوا جائیگا۔ نیچے سے بُلند ہونے والے آگ کے شُعلے اُس کے بالوں اور چمڑے تک پہنچیں گے اور وُہ بے چارہ چاہتا ہوگا کہ کسی طرح اِس سے خلاصی پائے' پس وہ اِسی طرح گھسٹتا ہوا چلتا جائے گا' یہاں تک کہ دوزخ کے اُوپر سے گزر جائے گا' جب وہ آگے نکل کر پھر مُڑ کر دوزخ کی طرف دیکھے گا تو کہنے لگے گا۔ پاک ہے وُہ ذات جس نے مُجھے تجھ (دوزخ) سے نجات بخشی' مُجھے کچھ شک نہیں کہ جو الطاف و احسان میرے رب نے

مُجھ پر فرمایا وہ اوّل و آخر کی مخلوق میں سے کسی پر بھی نہیں فرمایا کہ اُس نے مُجھے تجھ سے نجات عطا فرمائی [1] الخ

یہاں چند باتیں قابلِ غور بھی ہیں اور قابلِ افسوس بھی

اوّل' حضرت پیرانِ پیرؒ نے جہنّم کے پُل سے گزرنے والے طبقات وطوائفِ خلق کا صرف ذکر کیا' مگر آپؒ نے کسی شخص کا نام لے کر اُسے نشانہ نہیں بنایا' بلکہ اپنے مخالفوں' مُنکروں اور گستاخوں کے متعلّق بھی نہیں فرمایا کہ وہ پُل سے کس طرح گزریں گے اور اُن کا جہنّم میں کیا حال ہوگا۔ بلکہ آپؒ نے اپنے قلم سے اشرف سیالوی صاحب کے لئے کسی درجۂ دوزخ کا تعیّن بھی نہیں فرمایا کہ چودھویں' پندرھویں صدی میں پیدا ہونے والے ایک گستاخ مولوی صاحب جو مُجھے دوزخی سے تشبیہ دیں گے اُن کو دوزخ کے فُلاں درجے میں رکھّا جائے گا۔ حالانکہ حضرت پیرانِ پیرؒ اپنی فراستِ مؤمنانہ اور نگاہِ ولایت سے یہ بات دیکھ رہے تھے اور اُن سے یہ معاملہ چُھپا نہ تھا' جیسا کہ اُنہوں نے خود ارشاد فرمایا اور اُسے سیالوی صاحب نے نقل بھی فرمایا۔ چنانچہ اخبار الاخیار کے حوالے سے ازالة الرّیب کے صفحہ نمبر 34 اور 35 پر سیالوی صاحب نے تحریر فرمایا کہ حضرت پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں کہ "اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور اُس کا ستر کُھل جائے تو مَیں مغرب میں ہوتے ہوئے اُس کا ستر ڈھانپ دوں گا اور اُس کا پردۂ عفّت بحال کردُوں

---

[1]: دیکھئے: غنیۃ الطّالبین ' ص 298 ' مطبوعہ نولکشور لاہور سنِ طباعت 1906ء)

گا''نیز لکھا ''میں قیامت تک اپنے ہر اُس مرید کی دستگیری کرتا رہوں گا' جس کی سواری لغزش کھا جائے گی اور گرے گی'' مزید برآں لکھا ''میں وہ (صاحبِ سطوت وجلال) ہوں کہ میری تلوار بے نیام ہے میری قوس میں تیر فٹ کیے ہوئے ہیں میرے تیر نشانے پر لگنے والے ہیں اور میرا نیزہ خطا نہیں ہوسکتا' میں اللہ تعالیٰ کی جلانے والی آگ ہوں میں (اولیائے کرام کے) احوال و مقامات سلب کرنے اور اُنہیں اُن کے درجات و مراتب سے محروم کرنے پر قادر ہوں'' حضرت سیالوی صاحب نے یہ باتیں خود تحریر فرمائیں۔

ثابت ہوا کہ سیالوی صاحب کی اپنی تحریر کے مطابق حضرت پیرانِ پیرؒ کی اپنے قیامت تک آنے والے دوستوں اور دُشمنوں پر نِگاہ ہے' مگر اِس کے باوجود آپؒ نے اپنے اِس چھپے دُشمن کا پردہ فاش نہیں فرمایا اور دوزخ میں اُس کے ٹھکانے کی وضاحت بھی نہیں فرمائی' سیالوی صاحب نے شاید اسی ستر پوشی اور بھلائی کا بدلہ اُتارتے ہوئے حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک فاسق دوزخی سے تشبیہہ دے ڈالی۔

ثانی: حضرت پیرانِ پیرؒ نے تو فرمایا فَلَا تقیسونی بأحدٍ وَّلَا تقیسوا علیَّ أحدًا کہ نہ تو مجھ کو کسی شخص پر قیاس کرو اور نہ کسی شخص کو مجھ پر قیاس کرو[1]۔

محوّلہ بالا فرمانِ غوثیہ کو مولوی بصیر پوری صاحب بھی حکایتِ قدمِ غوث کے صفحہ نمبر 205 پر معترضانہ لہجہ میں لکھ چکے ہیں۔ پیرانِ پیرؒ تو عین آخری لمحاتِ حیاتِ دُنیوی میں فرمائیں کہ مجھ پر کسی کو قیاس نہ کرو اور نہ مجھ کو کسی پر قیاس کرو

[1] ملاحظہ ہو: فتوح الغیب' ص 311' مطبوعہ لاہور

لیکن سیالوی صاحب' حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک دوزخی شخص پر قیاس کر رہے ہیں۔ دیکھئے یہ کتنا ظُلمِ عظیم ہے کہ پیرانِ پیرؒ تو اولیائے کاملین کی جماعت کو مخاطب کر کے فرمائیں کہ تم اپنے سمیت کسی کو بھی مجھ پر قیاس نہ کرو اور نہ مجھے کسی پر قیاس کرو۔ ولی تو ولی رہے یہ تو غوثِ پاکؒ کو دوزخی پر قیاس کر رہے ہیں۔ اب ہم سیالوی صاحب سے یہ پُوچھنا چاہتے ہیں کہ اُنہوں نے جو حضرت پیرانِ پیرؒ کو دوزخی پر قیاس کیا ہے تو یہ قیاس کی کونسی قسم ہے؟ قیاسِ شرعی ہے' قیاسِ لُغوی ہے' قیاسِ شبہی ہے یا قیاسِ عقلی و منطقی ہے؟ ہمیں سیالوی صاحب کے جواب کا انتظار رہے گا۔

ثالث: اگر سیالوی صاحب نے پیرانِ پیرؒ کو دوزخی شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ کون سی تشبیہ ہے' حِسّی ہے یا عقلی' کیا یہ تشبیہ مرکّب بالمرکّب ہے یا مرکّب بالبسیط' یا پھر تشبیہ بسیط بالبسیط ہے یا بسیط بالمرکّب ہے؟ یہاں یہ امر بھی قابلِ تحقیق ہے کہ یہ تشبیہِ تمثیل ہے' غیر تمثیل ہے' تشبیہِ مُجمل ہے' مفصّل ہے' تشبیہِ قریب مبتذل ہے یا تشبیہِ بعید غریب ہے؟ مذکورہ اقسامِ تشبیہ میں سے جس قسم کی تشبیہ ذہن میں رکھتے ہوئے سیالوی صاحب نے حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک فاسق دوزخی سے تشبیہ دی ہے' وہ اس کی وضاحت فرمائیں! اِن شاءاللہ ہم بھی اُن کی وضاحت کی روشنی میں اِس وضاحت کے پابند ہوں گے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے فتوح الغیب میں مخلوق کو مصلوب و مغلول شخص کے ساتھ جو

کلام الاولیاء الاکابر علٰی قول الشیخ عبدالقادر'' (غوثِ پاکؒ کے قدم مبارک کا اولیاء کی گردن پر ہونے کی حقیقت) پر لکھی گئی ہے۔ لیکن افسوس اِس بات کا ہے کہ مولوی اشرف سیالوی صاحب نے اوّل الذکر کتاب کے مؤلّف کی علمی و رُوحانی سرپرستی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اُن کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور ثانی الذکر کتاب پر تقریظ لکھ ماری۔ کیونکہ اُن ہر دو کتب کے مؤلّفین نے سیالوی صاحب کے ساتھ اظہارِ نیاز مندی کرتے ہوئے اُنہیں اپنی کتب میں کچھ القاب دے دیئے تھے مثلاً اشرف العلماء، شیخ الحدیث .... حضرت علاّمہ محمد اشرف السیالوی۔ چوں کہ اِن کے اندر کے احساسِ کمتری کی تسکین اِنہی القاب واعزازات میں مضمر ہے' لہٰذا جو شخص اپنی جیسی بھی خبیث سے خبیث تحریر پر تقریظ لکھوانا چاہے' وہ حضرت کی شان میں کچھ مدحیہ القاب وکلمات لکھ دے۔ بس پھر کیا ہے یہ عاقبت نااندیش مناظر صاحب خم ٹھونک کر میدانِ تحریر میں کُود پڑتے ہیں اور اپنی تحریر سے یہ سمجھتے ہوئے اُس کتاب کو آراستہ کردیتے ہیں کہ.........ع

مُستند ہے مِرا فرمایا ہوا

یا......ع

کون ہے میرے سوا صاحبِ تحریر ایسا

جبکہ بقولِ اکبرالہ آبادی مرحوم ؎

حضرت کی ہرزہ لافی کچھ مُستند نہیں ہے
کہنے کی ایک حد ہے' بکنے کی حد نہیں ہے

اور ایں طرفہ تماشا ہیں کہ یہ محترم مسلکِ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ کے پاسبان وترجمان بھی بنتے ہیں اور ناحق تنتے ہیں۔ جبکہ متعدد مسائل میں فاضل بریلویؒ کی صریحًا مخالفت بھی کر جاتے ہیں۔ جس کی تفصیل ابھی آیا چاہتی ہے، ہم پہلے لفظ تقریظ کی لُغوی تحقیق قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں' پھر اُس تقریظِ غلیظ کے ضمن میں بارگاہِ غوثیہ کی وہ گستاخیاں منظرِ عام پر لائیں گے' جن کے بالواسطہ اور بلاواسطہ مولوی اشرف سیالوی صاحب ذمّہ دار ہیں۔

لفظِ تقریظ کی لغوی تحقیق

صاحبِ ''لسان العرب'' علاّمہ امام ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن المنظور افریقیؒ فرماتے ہیں: التّقریظ مدحُ الانسانِ وھو حیٌّ والتّأبین مدحۃ میتًا۔ کسی زندہ انسان کی مدح (تعریف) کرنے کو تقریظ جبکہ کسی فوت شدہ انسان کی مدح (تعریف) کرنے کو تأبین کہتے ہیں۔ آگے صاحبِ ''لسانُ العرب'' مدح میں تعمیمِ مفہومی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں وقولھم: فلانٌ یُقرِّظُ صاحبَہٗ تقریظًا، بالظّاء والضّاد جمیعًا ، عن ابی زیدٍ، اذا مدحہٗ بباطل أوحقٍ : اور اہلِ لغت کا یہ جُملہ کہ فلاں نے اپنے صاحب (ساتھی،دوست) کی تعریف (تقریظ) کی تو ظاء اور ضاد دونوں کے ساتھ کلمۂ تقریظ آجاتا ہے، ابوزید کی تحقیق کے مطابق یوں روایت ہے' جبکہ کوئی شخص کسی کی تعریف سچّی کرے یا جُھوٹی یعنی اُس ممدوح میں وہ اوصاف پائے جائیں یا نہ پائے جائیں' بس اُس کی مدح (تعریف) کردی جائے۔

آگے سند پیش کرتے ہوئے صاحبِ ''لسانُ العرب'' فرماتے ہیں ''وفی الحدیث:

لاتُقرّظونی کما قرّظتِ النّصاریٰ عیسیٰ '' سیّدالمرسلین امام الانبیاء ﷺ نے ارشادفرمایاتم میری ایسی (حدِ شرع سے بڑھی ہوئی) تعریف نہ کروجیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی کرڈالی (کہ اُنہیں ابنُ اللہ اور تیسرا الٰہ بنا ڈالا، بلکہ تم مُجھے عبدہٗ ورسولہٗ کے مقام پر رکھ کر میری تعریف کرو) اِسی بات کوثابت کرتے ہوئے کہ کسی زندہ کی مدح کرنا اور وہ عام ہے' بجاہو یابے جاہو۔صاحبِ ''لسانُ العرب'' آگے فرماتے ہیں والتّقریظ مدح الحیّ و وصفہ: ومنہ حدیث علی علیہ السلام: ولا ھُواھل لما قُرّظ بہٖ أی مُدِحَ ۔اورتقریظ کا معنٰی ہے کسی زندہ کی تعریف کرنااور اُس کے اوصاف بیان کرنا اِسی کے متعلق حضرت علی المرتضٰی کرّم اللہ وجہہٗ کافرمان ہے کہ اُس کی ایسی تعریف کی گئی' جس کاوہ اہل ہی نہیں ہے اور آپ ہی کاایک اورارشادبطورِسند پیش کرتے ہوئے مؤلّف رقم طراز ہیں : وحدیثہ الآخر: یھلك فیّ رجُلان: محب مفرطٌ یُقرّظُنی بما لیس فیّ، و مبغض یحملہٗ شنآ نی علی أن یبتھنی ۔میرے معاملے میں دوطرح کے شخص ہلاک ہوجائیں گے'ایک وہ جومیری محبّت میں حد سے اتناگزرجائے کہ میری ایسی تعریف کرے' جواوصاف مجھ میں موجود ہی نہ ہوں اور دوسراوہ شخص' جسے میری دُشمنی اِس بات پر برانگیختہ کرے کہ وہ مجھ پر ناحق الزام لگانے لگے۔

اورتقریظ کامفہوم گویا کہ طرفین سے فاعلیّت کا تقاضا بھی کرتا ہے کہ دوشخص ایک دوسرے کی تعریف کریں، چاہے مبنی برحق ہو یا ''من تُراحاجی بگویم تُو مراحاجی بگو'' والا معاملہ ہو' جیسا کہ مولوی اشرف سیالوی صاحب نے کیا ہے کہ یہ مصنّفِ کتاب

''حکایتِ قدمِ غوث کاتحقیقی جائزہ'' کواپنے قلم سے محقّق العصر، حضرت علّامہ، مفتی، علّامہ صاحب اور علّامہ مدظلّہٗ کے خوشامدانہ الفاظ سے نوازتے ہیں تو وہ اُنہیں (ھل جزآء الاحسانِ اِلّا الاحسان پرعمل کرتے ہوئے) جواباً اشرف العلماء' حضرت علّامہ' شیخ الحدیث وغیرہ کے القاب سے ملقّب کرتے ہیں۔.........ع

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تُو دیگری

طرفین سے تقاضا کے مفہوم کو ''لسانُ العرب'' کے اِن کلمات کی روشنی میں سمجھ لیں۔قرّظَ فُلانٌ فلانًا، وھُما یتقارظان المدح اِذا مدح کلّ واحد منھما صاحبَہٗ[1] اورتقریظ کا یہی معنٰی اورمفہوم لغت کی دوسری مشہور کتاب ''المنجد'' میں بھی موجود ہے جسے ہر شائقِ مطالعہ دیکھ' پڑھ کرتسلی کرسکتا ہے[2] ۔

لفظِ تقریظ کااصطلاحی مفہوم

تصنیف وتالیف اورتحقیق وتدقیق کی دُنیامیں جب کوئی شخص کسی موضوع پر قلم اُٹھاکر تالیف وتصنیف کی خدمت سرانجام دیتا ہے تو وہ اپنے خیال وگمان میں کسی اپنے سے بڑے صاحب علم وتحقیق شخص کی خدمت میں اپنی تالیف وتصنیف کوپیش کرتا ہے یا کم ازکم اپنے ہم پلّہ عالم ومحقّق کودعوت دیتا ہے کہ وہ اس کی علمی کاوش پرایک محقّقانہ اور دیانتدارانہ نظرِعمیق ڈال کراس کے مندرجات کوبغور پڑھے' کہیں گنجائشِ ترمیم واصلاح ہوتو کردے' ورنہ اِس کی تصدیق کرتے ہوئے اِس کے لیے چند تعریفی جُملے تحریر

[1]: لسان العرب جلد 7 ' ص455' مطبوعہ قم ایران
[2]: المنجد ' ص794 ' مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

فرمادے۔ لہٰذا تقریظ نگار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پوری دیانت داری اور علمی و تحقیقی انصاف کے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے اُس کتاب پر تقریظ لکھنے سے پہلے اُس کے مسوّدات و مندرجات کو اچھّی طرح پڑھ لے، حوالہ جات اصل کتب سے دیکھ کر تسلّی کر لے' کیونکہ تقریظ لکھنے کے بعد اُس کی صحّت و سُقم اور قوّت و ضعف کی ذمّہ داری مصنّف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ہوتی ہے۔ اِس لیے جو لوگ واقعی اربابِ علم اور اصحابِ تحقیق ہوتے ہیں' وہ کبھی شوقیہ اور پیشہ ورانہ تقریظ نگار بننا قطعاً پسند نہیں کرتے' لیکن اگر اُنہیں یہ ذمّہ داری سونپ ہی دی جائے تو پھر وہ اِسے پوری دیانت داری سے نباہتے ہیں۔ لہٰذا دنیائے علم کے اِس مسلّمہ ضابطہ کی رُو سے جب مولوی محمد احمد چشتی نظامی بصیر پوری نے اپنی بدنامِ زمانہ کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ'' لکھی' جس کا ایک ایک لفظ بُغض و عناد اور تعصّب و خیرہ چشمی کا شاخسانہ ہے' بلکہ عنوانِ کتاب میں موجود لفظِ ''حکایت'' ہی مصنّف کے قلبی فساد اور رُوحانی عناد کی غمّازی کے لئے کافی ہے۔ بقولِ حکماء ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

تو اُس نے اپنی یہ علمی (بزعمِ خویش) کوشش مولوی اشرف سیالوی صاحب کے سامنے پیش کی' تا کہ یہ اُس پر تقریظ نگاری کے جوہر دکھائیں، لہٰذا اُنہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ع

بس کُود پڑے آگ میں دیکھا دیکھی

اور یوں اپنے غرورِ ہمہ دانی میں مبتلا ہو کر ایسی ایسی چیستانیاں رقم فرمائیں کہ علم و تحقیق کی دنیا میں جہالت و خودسری کی ایک نئی تاریخ رقم کر ڈالی۔ مصنّف کی تمام تر گستاخیوں کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے اُس پر مزید اپنی طرف سے وہ گُل فشانیاں فرمائیں کہ اہلِ علم

کو شرمندہ کر ڈالا۔ اپنے مشائخ کے نظریات اور اپنے اساتذہ کے معتقدات کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر کر رکھ دیں۔

اِس بے بسی میں ذوقِ بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالویؒ، علاّمہ محدّثِ اعظم پاکستان مولٰنا سردار احمد فیصل آبادیؒ، علاّمہ شیخ القرآن مولٰنا عبدالغفور ہزارویؒ اور امام المناطقہ جامع المعقول و المنقول علاّمہ حافظ عطا محمد بندیالویؒ جن کی نعلین برداریوں اور آستاں بوسیوں کے صدقے سیالوی صاحب قبلہ کو علم و شہرت کی یہ دولت نصیب ہوئی تھی' اُن کے عقائد و نظریات کے ساتھ وہ ظلمِ عظیم کیا کہ توبہ بھلی۔ اور پھر اِتنے بڑے شیخ الحدیث اور مناظرِ اسلام کہلوانے والے شخص نے کسی عبارت کے اصل کتاب میں ہونے نہ ہونے، اُس کے مِن و عَن نقل ہونے، اُس عبارت کے ترجمے کی صحّت، سیاق و سباق کے ساتھ اُس کے تعلّق اور اُس میں لغوی و معنوی تحریف ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق و تسلّی کیے بغیر اُس پر تقریظ لکھ ماری بلکہ مصنّف کو متعدّد القاب دینے کے ساتھ ساتھ اِس کتاب کو ایک بہت بڑا علمی و تحقیقی سرمایہ اور ضرورتِ وقت کا ایک اہم اقتضاء قرار دیا۔ گویا کتاب میں جو علمی خیانتیں ہوئیں تحریف، قطع و بُرید اور خلطِ مبحث ایسے کارہائے جہالت سرانجام دیئے گئے اُن سب کے ذمّہ دار تقریظ نگار مولوی اشرف سیالوی صاحب ہیں۔ اور یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ اِس کتاب کی ترتیب و تالیف' بلکہ مضامین کی دروبست سے پہلے مصنّف نے تقریظ نگار کی مکمّل آشیر باد بھی حاصل کر لی ہو اور اِن حضرت نے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا ہو

کہ تم جو کچھ لکھنا چاہتے ہو لکھ دو' جب کتاب پر میری تقریظ و تصدیق ہو گئی تو کسی سُنّی عالمِ دین کی یہ جرأت نہیں کہ وہ میری تصدیق شدہ کتاب کے خلاف قلم اُٹھا سکے کیونکہ (بہ زعمِ خویش) یہ حضرت اپنے وقت کے بقیۃ السّلف، حُجّۃ الخلف ابوحنیفہ ثانی بنے ہوئے ہیں اور کسی کتاب کی ثقاہت وافادیت کے لئے اِن کا ''نام ہی کافی ہے'' حالانکہ بقولِ راقم ؎

یہ علم و فراست و ذکا کچھ بھی نہیں — یہ منصب و دولت و اَنا کچھ بھی نہیں
سب کچھ یہ ترا خود کو سمجھنا ہے غلط — تُو کچھ بھی نہ ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں

مسائل کی تحقیق وتصدیق کے علاوہ حضرت کو ایجادِ مسائل میں بھی بہ طورِ ھیولیٰ یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ ہم اِن شاءاللہ العزیز اُن مسائل کو بھی عنقریب منظرِ عام پر لائیں گے۔ یہاں بوجہِ خوفِ طوالت الکنایۃ ابلغ من الصّریح پر قناعت کرتے ہیں۔ بہرحال تالیفِ کتاب سے پہلے اِن حضرت کی تائیدِ پُرعنید کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بصیرپور سے لیکر سرگودھا تک درمیان میں اور کوئی مستند عالمِ دین مؤلّف کی نظروں میں جچا ہی نہیں، جن سے تقریظ لکھوائی جاتی۔ قصّہ کوتاہ پہلے ہم اُن گستاخیوں کی مختصر فہرست گنواتے ہیں، جن کی ذمّہ داری بالواسطہ مولوی صاحب موصوف پر عائد ہوتی ہے۔ بعد ازاں اِن کی اپنی لکھی ہوئی تقریظ میں جو کلمات گستاخی پر مبنی ہیں' وہ پیش کریں گے۔

گستاخیِ غوثِ پاکؓ اور مولوی بصیرپوری c/o سیالوی صاحب

گستاخی نمبر 1. سرِ ورق پر لکھا ہے ''حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ''، یعنی غوثِ اعظمؓ کے قدم مبارک کا اولیاء کی گردن پر ہونے کا فرمان یہ محض ایک حکایت ہے' جو عرصہ دراز سے صرف غالی قادریوں کی زبان پر جاری ہے' ورنہ حقیقت سے اِس کا کوئی تعلق نہیں

حالانکہ کتبِ تصوّف اور بزرگانِ دین کے سوانح حیات اور ملفوظات و مکتوبات سے ادنیٰ شناسائی رکھنے والوں پر بھی یہ بات مخفی نہیں کہ یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے' جس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو سورج کو چمگادڑ کی آنکھ سے دیکھنا چاہے۔ بقولِ سعدی شیرازیؒ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

گویا لفظِ حکایت لکھ کر اِس فرمانِ غوثیہ کو ایک جھوٹا اور من گھڑت فسانہ کہنے کی گستاخی کی گئی ہے' کیونکہ مصنّفِ بدلگام نے کتاب کے صفحہ 29 پر غوثِ پاکؓ کے اِس فرمان کی وسعتِ مفہوم کو سمیٹتے سمیٹتے آخر میں یہ مصرعہ جڑ دیا ....ع

اِک ذرا سی بات تھی جس کو فسانہ کر دیا

نیز جیسا کہ مندرجاتِ کتاب اِس پر شاہد و ناطق ہیں' ورنہ ہر جگہ لفظِ حکایت اِس معنٰی میں استعمال نہیں ہوتا، کما لا یخفی علی صاحب الفہم۔ جیسا کہ مولوی اشرف سیالوی صاحب نے اپنی کتاب ''ازالۃ الرّیب'' کے صفحہ 27 پر ایک فرمانِ قرآنی نقل کر کے لکھا کما قال اللہ تعالیٰ حکایتہ عنہم "واللہ ربنّا ماکنّا مشرکین"۔

گستاخی نمبر 2. کتاب کو کھولتے ہی اندر کے سرِ ورق پر سترھویں پارے کے دوسرے رکوع کی ایک آیت کا جملہ آپ کو لکھا نظر آئے گا بل نقذف بالحقّ علی الباطِل۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب کے حق دار مشرکین و کفّار کو فرما رہا ہے کہ جو نظریات وعقائد تم رکھتے ہو وہ سراسر جھوٹ اور باطل ہیں، ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم

باطل پر حق کو کھینچ لاتے ہیں۔ یعنی واضح برتری اور غلبہ عطا کرتے ہیں، جس سے حق آشکار اور باطل فرار ہو جاتا ہے۔ اب ہم مصنّف و تقریظ نگار سے پوچھتے ہیں کہ یہاں اگر حق سے مُراد آپکا خود ساختہ و خانہ زاد نظریہ اور زاویۂ تحقیق ہے تو پھر باطل کیا ہے؟ صدیوں سے مستند علماء و مشائخ اور مختلف سلاسل کی برگزیدہ شخصیّات جس وسعتِ مفہوم فرمانِ غوثیہ کی قائل رہی ہیں، یقیناً وہ نظریہ باطل ٹھہرا اور اُس باطل نظریہ کے قائلین و حاملین معاذ اللہ بے دین اور کافر و مرتد، بلکہ مشرک ٹھہرے۔ جن لوگوں کے دامن سے ہر دَور میں ہزاروں لاکھوں اہلِ ایمان وابستہ رہے ہیں اور جن کی مخلصانہ مساعیِ جمیلہ سے شجرِ اسلام بڑھا اور پھلا پھولا ہے وہ تو ٹھہرے کافر و مشرک اور ایک نوزائیدہ پیرِ طریقت ملّاں بصیر پوری اور راندۂ درگاہِ پیر سیال لجپال مولوی اشرف (سیالوی) صاحب یہ دو پکّے مسلمان ٹھہرے، بلکہ ایمان و یقین کے اُس درجے پر فائز ٹھہرے، جس پر اور کوئی بھی فائز نہ ہو سکا۔ لعنت اللّٰہ علی الکاذبین الطّاغین یہ مولوی اشرف سیالوی صاحب کس مُنہ سے بزرگانِ دین کے نیاز مند بن کر اُن کے نام کے خطبے پڑھتے ہیں اور اُنہی کے نام پر ملنے والے نذرانوں سے جیبیں بھرتے ہیں۔ غیور اہلِ سُنّت کو چاہیئے کہ یہ جہاں بھی جائیں اِن کا غیر معمولی محاسبہ کریں اور اُنہیں بے التفاتی کی نذر کریں تاکہ یہ سچّے دل سے توبہ کرلیں یا پھر اپنے اُوپر سے شیر کی کھال اُتار کر اپنے ہم جنسوں میں جا شامل ہوں اور بڑی خوشی سے ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے پھریں اور پھر میر انیس لکھنوی کی اِس دعائے ضرر کا مصداق بن جائیں ؎

جس پھول پر پڑے ترا سایہ، وہ بُو نہ دے
کُھلوائے فصد تُو، تو کبھی رگ لہو نہ دے

گستاخی نمبر 3. کتاب کے صفحہ 29 پر بصیر پوری یہ گستاخی لکھتا ہے ’’آپ (حضرت پیرانِ پیرؒ) تامدّتِ حیات صاحبِ سُکر و حال رہے، آخری انفاس میں عبدیّت کی جانب رجوع ہوا‘‘۔ یعنی پوری زندگی غوثِ پاک صاحبِ سُکر و حال ہی رہے اور پھر صاحبِ سُکر و حال پر حُکم لگاتے ہوئے کتاب کے صفحہ 185 پر یہ ہذیان بک دیا کہ صاحبِ حال مغلوب العقل اور مجنون ہوتا ہے۔ گویا منطقی قضیّہ یوں بن گیا، غوثُ الاعظمؒ صاحبُ (السّکرِ و) الحالِ، وکلُّ صاحبُ الحالِ مجنونٌ نتیجہ یہ نکلا کہ غوثُ الاعظمؒ مجنونٌ (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

قارئینِ باتمکین! خود اندازہ کرلیں ہزاروں مجنونوں کو صاحبِ فراست اور چوروں کو ولی بنانے والے جگت شیخ کو جو گستاخ، مجنون بتائے وہ خود عقل و خرد کے کس درجے پر ہوگا؟ اور اُس کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے کہ فرزندِ رسولؐ و جگر گوشۂ بتولؓ اور اِس حسنی حُسینی پُھول کو مجنون قرار دینے کی ناپاک جسارت کرنے والے اُسی طرح بداصل ہیں، جس طرح اِس گلشنِ زہراؓ کے پھول کے جدِّ اعلیٰ سیّد الرُسل ﷺ کو مجنون کہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے عُتُلٍّ بعدَ ذٰلكَ زنیم کے خطابِ منصوص سے سرفراز فرمایا تھا۔

گستاخی نمبر 4. کتاب کے صفحہ 34 پر حضرت پیرانِ پیرؒ کے مختصر حالاتِ زندگی (بہ زبانِ بُغض و عناد) اختتام پذیر کر کے آخر میں یہ آیتِ قرآنی منطبق کر دی یَا اھلَ الکتابِ لا تغلوا فی دینکم ولا تقولُوا علی اللّٰہِ اِلّا الحقّ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم دین کے

معاملے میں غُلو نہ کرو یعنی ناحق تجاوز نہ کرو۔ کیونکہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کو الٰھین مانتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ قرار دیتے تھے جبکہ یہود حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہہ یہود و نصاریٰ کو فرمائی یہ مفرط و مبغض نومولود خانہ زاد پیر بصیر پوری وہی وعیدِ نیاز مندانِ بارگاہِ غوثیہ کو سُنا رہا ہے۔ جس فہرست میں صرف ایک یہ ناچیز ہی نہیں بلکہ صدیوں پر محیط مشائخ اسلام اور علمائے کرام کی کثیر جماعت بھی ہے اور خود مصنّف کے آباء و اجداد، اساتذہ و مشائخ اسی سِلک میں پروئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ....ع

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

جس نسبت پر ہمہ اقطابِ جہاں فخر کرتے گزرے ہیں، بقولِ فاضل بریلویؒ ۔

واہ ! کیا مرتبہ اے غوثؓ ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء مَلتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

کیا لاکھوں کی تعداد میں اولیاء، اغواث، افراد، اقطاب، علماء و صلحاء اور اہلِ ایمان کو یہودی اور نصرانی بنانے والے مولوی بصیر پوری اور اُس کے کور باطن مادح و تقریظ نگار مولوی اشرف سیالوی صاحب نے بایں شانِ شیخ الحدیثی و شمس الفقہائی بخاری شریف جلد ثانی کتاب التفسیر باب لا تنابزُوا بدعاء الکفر بعد الاسلام کے الفاظ نہیں پڑھے؟ امام بخاریؒ سورۂ حجرات کی آیت نمبر 11 فرمانِ باری تعالیٰ و لا تنابزُوا

بالالقاب (اور ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو) کی تفسیر ان الفاظ میں کر رہے ہیں: تنابزُوا بدُعاء الکفر بعد الاسلام یعنی کسی شخص کو اسلام لانے کے بعد کافر کہہ کر یا کُفر یہ نام لے کر نہ پُکارو اور بخاری شریف کے حاشیہ پر ہے قولۂ ولا تنابزُوا بالالقابِ لا یدعی الرّجل بالکفر بعد الاسلام قال الحسن کان الیھودی والنصرانی یسلم فیقال بعد اسلامہٖ یا یھودی یا نصرانی فنھوا عن ذٰلك ۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی و لا تنابزُوا بالالقاب کا مفہوم ہے کہ کسی شخص کو جو اسلام قبول کر چُکا ہو پھر کُفر کے ساتھ منسوب کر کے نہ پُکارو۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ جب کوئی یہودی یا نصرانی اسلام قبول کرتا اور اُسے کچھ لوگ اِس کے بعد بھی اے یہودی! اے نصرانی! کہہ کر مخاطب کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس فرمانِ عالی شان کے ساتھ ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

مقامِ غور ہے کہ کسی مُسلمان کو اہلِ کتاب کہنے اور اُس پر اس طرح پھبتی کسنے کے بارے شرعی حکم تو یہ ہے' جو بحوالۂ حدیث اوپر بیان کر دیا گیا' لیکن بصیر پوری نے بیک جُنبشِ قلم تمام سلاسلِ طریقت کے مشائخ اور اُن کے دامن گرفتہ اہلِ ایمان کو اہلِ کتاب (یہودی و نصرانی) قرار دے ڈالا۔ جو غوثِ پاکؓ کے فرمانِ ذی شان قدمی ھذہٖ کے اُس مفہوم کے قائلین ہیں' جو حضرت فاضل بریلویؒ اور حضرت گولڑوی پیر سیّد مہر علی شاہؒ نے مُراد لیا ہے اور جس پر اُنہوں نے نظم و نثر میں اپنی تحقیق اُمّت کے سامنے پیش کی ہے۔ بلکہ جس مفہوم کی طرف اندازِ عقیدت میں خود اکابر مشائخ چشت اہلِ بہشت نے بھی اشارات فرمائے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (اقتباس الانوار، سیر الاقطاب' مرآۃ الاسرار، مقابیس المجالس، تاریخ مشائخِ چشت، القول المستحسن وغیرہ)

اور اگر یہ سب بزرگ ہستیاں ولی، غوث، قطب اور قلندر پکّے مؤمن تھے تو پھر فرمانِ مصطفٰی ﷺ کی رُو سے کہ والکفر یعودُ الیہِ' کیا بصیر پوری اور اشرف سیالوی صاحبان خود مؤمن رہ گئے؟ .... ؎

بہ کلامِ بیدلؔ اگر رسی مگذر زجادۂ منصفی
کہ کسے نمی طلبدز تو صلۂ دگرؔ مگر آفریں

گستاخی نمبر 5. کتاب کے صفحہ 48 پر ابوداؤد شریف کی یہ حدیث شریف اپنے موقف کے اثبات کے لئے لائے۔ قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللہ اوحی الی أن تواضعوا حتّی لا یبغی اَحد علی اَحدٍ ولا یفخراحد علی احد (ابوداؤد شریف جلد 2 صفحہ 323)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی فرمائی کہ تواضع کرو حتّٰی کہ کوئی کسی پر سرکشی نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر فخر کرے۔

تبصرہ: یہ حدیث شریف بابٌ فی التّواضع میں آئی ہے، بصیر پوری صاحب کا یہ حدیث شریف ابتدائے کتاب میں لانا دو مقصدوں سے خالی نہیں نمبر 1 یہ حدیثِ پاک کیونکہ ظلم سے منع اور تواضع اختیار کرنے کے مفہوم پر مشتمل ہے' لہٰذا یا تو وہ یہاں زیرِ بحث فرمانِ غوثیہ قدمی ھذہٖ علیٰ رقبةِ کلّ ولیِ اللّٰہ کے قائل حضرت پیرانِ پیرؒ پر یہ ڈانٹ اور تنبیہہ وارد کرنا چاہتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ ارشاد فرما کر دو گناہ کیے' ایک تو اُنھوں نے تمام بزرگانِ دین پر اپنی برتری کا دعوٰی کر کے ظلم کیا' یعنی آپؒ ظالم ٹھہرے، جب آپؒ ظالم ہیں تو پھر عادل نہ ٹھہرے۔ کیونکہ ظلم اور عدل ضدّان لا یجتمعان ہیں۔ دوسرا گناہ آپؒ نے یہ کیا کہ آپ نے ادّعائے برتری، کبر، اور فخر کا مرتکب ہو کر ارشادِ نبویؐ ولا یفخر کی نافرمانی کی ہے اور پھر اس نافرمانی اور استکبار کی کیفیت میں

تا حیات مبتلا رہے اِلّا موت سے کچھ لمحات پہلے آپؒ اِس کیفیت سے باہر آئے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر آپؒ خدانخواستہ ظلم کے مرتکب ہو کر ظالم ٹھہرے تو پھر اس وعیدِ قرآنی الالعنة اللّٰہ علی الظلمین کے حق دار ٹھہرے' تو پھر اُنہیں رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا کیا جواز بنتا ہے اور واللّٰہ لا یحب الظلمین کی رُو سے جب وہ ذاتِ حق کے مبغوض[1] ٹھہرے تو پھر اُنہیں محبوبِ سُبحانی کہنا دیوانوں کی جنّت میں رہنے کے مترادف ہُوا۔ نیز دوسرے گناہ یعنی استکبار کا ارتکاب کر کے بھی تو آپؒ اِس وعیدِ قرآنی کی زد سے نہ بچ سکے۔ واللّٰہ لایحبّ المستکبرین پھر شانِ محبوبیّت باقی ہی نہ رہی تو محبوبِ سبحانی اور محبوبِ الٰہی والا جھگڑا سرے سے ختم ہوگیا۔ نہ رہا بانس نہ بجی بانسری۔ اللہ اللہ خیر سلّا۔ بصیر پوری نے مندرجہ بالا حدیثِ تواضع میں خیانت معنوی کا ارتکاب کر ہی دیا' مگر اب ہم تواضع کے حقیقی مفہوم کی تشریح اِسی حدیث شریف پر موجود حاشیۂ ابوداؤد شریف سے کئے دیتے ہیں، انصاف آپ پر ہوگا کہ حق کدھر ہے۔ کیونکہ آپ دونوں حضرات نے تیغ قلم سے عزّتِ محبوبِ سبحانی پر بے شمار وار کیے ہیں اور آپ کو اِس پر بڑا ناز بھی ہوگا' مگر کسی استاد کا یہ شعر بھی ذہن میں رہے ؎

بہت غرور ہے تجھ کو اے سر پھرے طوفاں
مجھے بھی ضد ہے کہ دریا کو پار کرنا ہے
یہ تیری پیٹھ ہے اے میرے بے خبر دشمن!
مگر مجھے ترے سینے پہ وار کرنا ہے

---

[1]: ''جو محبوب ہوتے ہیں وہ مبغوض و مغضوب نہیں ہوتے'' اِسی قاعدے کی رُو سے سیالوی صاحب نے مُجھ پر گستاخ ہونے کا فتوٰی لگایا اور یہی جُرم خود اُن پر بھی ثابت ہو رہا ہے اب اُنہیں چاہیئے کہ پہلی فُرصت میں یہی فتوٰی بصیر پوری صاحب پر لگائیں اور پھر خود بھی اعترافِ جُرم کر کے توبہ کریں۔ ورنہ کم از کم اَلنِدامَةُ ھُوَالتَوبةُ پر عمل ضرور کریں (منہ)

تواضع کا معنٰی ومفہوم حاشیۂ ابوداؤد کی روشنی میں

ابوداؤدشریف کے حاشیہ پر یہ عبارت قابلِ غور ہے۔ التّواضع ھو التوسط بین الکبر والضعة والکبر ھو رفع النّفس الٰی ما ھو فوق مرتبتھا والضعة وضعھا فیما دون مرتبتھا والتّواضع وقوفھا فی مقامھا و مرتبتھا الخ یعنی تواضع کبر (بڑائی) اور ضعۃ (بے جا انکسار) کے درمیان والے درجے کو کہتے ہیں۔ کبر یہ ہے کہ اپنے خداداد مرتبے اور مقام سے اپنے آپ کو اُوپر سمجھنا' بلکہ اُوپر ظاہر کرنا اور ضعۃ یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ عزّت و حیثیت سے بہ تکلّف اپنے آپ کو گرا کر کم مرتبے میں ڈالنا۔ جبکہ تواضع یہ ہے کہ بارگاہِ فیّاضِ ازلی سے عطا شدہ مقام اور مرتبے کے مطابق رہنا اور اِس پر مُنعمِ حقیقی کا شکر ادا کرنا۔

اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کا یہ اعلانِ ذیشان ''قدمی ھذہٖ علیٰ رقبة کل ولی اللّٰہ'' بقولِ بصیر پوری اگر عُجب' خود پسندی' کبر' ہوائے نفس' ادلال' فخر و ناز اور شطح کا شاخسانہ ہے' جس کی مذمّت میں موصوف یہ حدیث شریف نکال لائے ہیں تو پھر آٹھ سو سال کے عرصۂ دراز میں جن بزرگوں نے اِس اعلان کو امرِ الٰہی سے تسلیم کیا ہے اور آپؒ کو اِس اعلانِ رفیعُ الشّان میں مأمور من اللہ مانا ہے' وہ سب کے سب معاذ اللہ ناواقفِ اسرارِ الٰہی، اَن پڑھ اور بے علم ٹھہرے اور خود پیرانِ پیرؒ اِس نفس کی چوری کی ہوئی بات کو امرِ الٰہی گمان کر کے ہدایت و رُشد کے منصبِ عالی کے قابل رہ گئے یا نہ؟ جبکہ ہماری تحقیق اور آٹھ سو سال کے جیّد علماء و مقبول مشائخ کی تصدیق کے مطابق آپؒ اِس اعلانِ واجب الاذعان کے لئے مأمور من اللہ تھے اور واضعینِ رقبہ (گردن جھکانے والوں) نے اُسی امرِ الٰہی کی تعظیم ہی

میں آپ کا یہ منصب عالی تسلیم کرتے ہوئے اپنی گردنیں جھکائیں تھیں۔ بقولِ راقم الحروف ۔

جو کہا تُو نے وہ مأمور مِنَ اللہ ہو کر
اپنی خواہش سے نہیں کوئی بھی دعوٰی تیرا

اعلانِ قدمی ھذہٖ کو من امر اللہ تسلیم کرنے والی مشہورِ زمانہ شخصیّات

بہ طورِ مشتے از خروارے ہم یہاں بالاختصار صرف اُن بزرگوں کے نام لکھتے ہیں جنھوں نے اِس اعلان کو بأمرِ الٰہی سمجھا اور غوثِ پاکؒ کو اِس اعلان کے لئے مأمور من اللہ تسلیم کیا۔

1. حضرت شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ
2. حضرت شیخ ابوسعید القیلوی رحمۃ اللہ علیہ
3. حضرت شیخ علی بن ھیتی رحمۃ اللہ علیہ
4. حضرت سیّد احمد الرّفاعی رحمۃ اللہ علیہ
5. حضرت شیخ القاسم بصری رحمۃ اللہ علیہ
6. حضرت شیخ حیات بن قیس الحرّانی رحمۃ اللہ علیہ
7. حضرت شیخ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ
8. حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ
9. حضرت علّامہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
10. حضرت علّامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ
11. حضرت امام ابنِ حجر ھیتمی مکّی رحمۃ اللہ علیہ
12. شیخ ابوالنّجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
13. شیخ ابومدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ
14. شیخ عبدالرّحیم القناوی رحمۃ اللہ علیہ
15. حضرت شیخ محمد بن یحیٰی التاذفی رحمۃ اللہ علیہ
16. حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدّثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
17. حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
18. حضرت مولٰنا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
19. حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف

مؤخر الذّکر بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ حق ترجمان سے

یہاں ہم اِس فرمانِ غوثیہ کی مختصر کیفیّت بھی پیش کئے دیتے ہیں ....ع

شاید ترا دل پا کے تسلّی، ٹھہرے

(مقبوس نمبر 10 بوقتِ عشاء شنبہ 11 شوال سال مذکور 1311 ھجری)

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا ذکر ہو رہا تھا، حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور یہ جو مشہور ہے کہ حضرت شیخ کا قدم مبارک ہر ولی کی گردن پر ہے، اِس کی کیا کیفیّت ہے؟ آپؒ (خواجہ غلام فریدؒ) نے فرمایا کہ ایک دِن حضرت شیخ قدّس سرّہ کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے اِس اثنا میں عالمِ غیب سے ایک عجیب حالت آپ پر طاری ہوگئی۔ اُس وقت جناب رسالت مآب ﷺ مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، تمام انبیاء علیہم السلام اور ملائک مقرّبین بھی رونق افروز تھے، پس جنابِ باری تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر! ہم نے ہر ولی کو تمہارے زیرِ قدم کیا ہے اُن کو کہہ دو کہ تمہارے زیرِ قدم ہو جائیں، اس کے بعد حضرت شیخؒ نے فرمایا قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ، یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔[1]

علاوہ ازیں یہ بات بھی آفتابِ نیم روز کی طرح روشن ہے کہ خود حضرت پیران پیرؒ پر اِس فضلِ ایزدی کا اعلان ضروری تھا۔ جس کا اعتراف خود بصیر پوری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 58 پر اِن الفاظ میں کر چکے ہیں۔

"ھی لسان القطبیة ومن الاقطاب فی کل زمانٍ من یؤمرُ بالسّکوت فلا یسعهٗ الّا السّکوت ومنهم من یؤمر بالقول فلا یسعه الا القول" کہ یہ

[1] مقابیس المجالس، ص 277, 278

لسانِ قطبیّت ہے اور ہر زمانہ کے اقطاب میں سے کسی کو امرِ سکوت دیا جاتا ہے تو اُس کے لئے سکوت کے سوا گنجائش نہیں ہوتی اور کسی کو بولنے کا امر دیا جاتا ہے، اُس کے لیے بولے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ تو بے بصر بصیر پوری کی اِس تحقیقِ انیق کے مطابق آپ کو اِس اعلان کے لئے امرِ الٰہی تھا، جس کا ماننا اور یہ اعلان کرنا آپ پر واجب تھا۔ (اگرچہ اپنے زمانے کے کچھ اولیاء کی گردنوں پر ہی سہی بہ زعمِ بصیر پوری و سیالوی) بہر حال جب آپؒ نے امرِ واجبی کی تعمیل کی تو اِس پر آپؒ کو مطعون کرنا اور تکبّر و خود پسندی، ادلال اور فخر و ناز جیسے صفاتِ قبیحہ و ذمیمہ سے آپؒ کو موصوف کرنا کہاں کی دانشمندی اور حیاداری ہے۔ اگر آپؒ کے لئے اِس اعلان کا امر نفس کی چوری ہے تو جن حضرات کو سکوت کا حکم ہوا، وہ بھی نفس کی چوری ہوگی واقعۃً امرِ الٰہی نہ ہوگا۔ شاید وہ بھی نفس کی چوری کے ہاتھوں بلیک میل ہو کر خواہ مخواہ پوری زندگی چُپ رہے اور ناروا تواضع و انکسار کے چکّر میں پھنسے رہے۔ (العیاذ باللہ) پھر یوں تو کوئی بزرگ محفوظ نہ ہوا، بلکہ یہ سارا کارخانۂ ولایت اور محکمۂ پیری فقیری چوپٹ اور تباہ ہو کر رہ گیا۔

یہ ہے بصیر پوری اور سیالوی صاحبان کی کارستانیوں بلکہ تحقیقی موشگافیوں کا نتیجہ ....ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

یا پھر بصیر پوری کا رُوئے سخن اُن نیازمندانِ بارگاہِ غوثیہ کی طرف ہو سکتا ہے، جو فرمانِ غوثیہ کے مفہوم میں وسعت کے قائل ہیں اور وہ یقیناً آٹھ سو سال کے اِس دورِ محیط میں گزرے ہوئے تمام مشائخِ سلاسل و علمائے امّت عموماً اور سلسلۂ عالیہ قادریہ سے وابستہ علماء و مشائخِ قادریہ، خصوصاً جنہیں بصیر پوری اپنی کتاب میں غالی، متشدّد، متعصّب، خائن، جارح اور غنڈہ گرد کہہ چکا ہے (دیکھیں کتابِ مذکورہ کا صفحہ 27)۔

محوّلہ بالا احادیث شریف کی رُو سے یقیناً ظالم ٹھہرے تو جو وعیدیں کتاب وسنّت کی رُو سے ظالموں کے لئے آئی ہیں ضرور بالضرور اُن کے حقدار یہ علماء ومشائخ ٹھہرے، جن میں بصیر پوری اور اشرف سیالوی صاحبان کے اپنے پیرانِ عظام اور اساتذۂ کرام بھی آ رہے ہیں۔ لہٰذا ۔

یوں نہ نکلو سب پہ برچھا تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واہ کیا خوب تصنیف اور کیا عمدہ تقریظ ہے کہ گستاخی، بے ادبی، اور تکفیر کی تیز چھری غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی گردن پر بھی پھیر دی .... ع

ہوئے تم دوست جس کے دُشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

نوٹ: اِن ہر دو مذکورہ حضرات (بصیر پوری اور سیالوی صاحب) کی ہر ہر گستاخی کا جواب تو ہم ان شاء اللہ مناسب وقت پر ضرور دیں گے، فی الحال اُن کی گستاخیوں کی فہرست گنوا رہے ہیں۔ نقلِ کفر کفر نباشد۔

گستاخی نمبر 6. صفحہ 62 پر ہے ''جو کام امر سے کیا جائے، اُس پر ندامت نہیں ہوتی بلکہ اھوئیہ نفوس کے ارتکاب پر ہوتی ہے[1]''۔

تبصرہ: گویا بصیر پوری کی تحقیق کے مطابق پیرانِ پیرؒ نے خواہشِ نفسانی سے مغلوب ہو کر یہ دعوٰی کیا، اُنہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر نہیں ہوا تھا۔ جب کہ اِس کے تقریظ نگار اپنے رسالہ ازالۃ الرّیب میں بڑے دھڑلّے سے لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ

[1] حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ، ص62

پوری کائنات میں ہر کام اور فعل میں مؤثّر اور مدبّر نہیں، بلکہ دوسرے حضرات بھی اُس کے ساتھ تدبیر وتصرّف میں شریک ہیں، بلکہ مشکل کام اولیاء ومُرشدین کے سپرد فرما دیتا ہے اور نسبتاً آسان کام اپنے ذمۂ کرم پر لے لیتا ہے۔ کیونکہ مُرید کے نفس اور ہوائے نفسانی اور تمنّا وآرزو کی موت ہی زیادہ کٹھن ہے، اس کے بعد کا مرحلہ اِس قدر دُشوار نہیں[1]''۔

دیکھئے جب مُرید کے نفس اور ہوائے نفسانی کی موت شیخ کے ذمّہ ہوتی ہے، تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص کی اپنی ہوائے نفسانی مر چکی ہو، وہی شیخ ومرشد بن کر اپنے مریدین کی ہوائے نفسانی کا علاج کر سکتا ہے، ورنہ وہ بے چارہ بہ زبانِ حال کہتا ہے

.................ع

میں خود گُم کردہ منزل ہوں، خبر کیا مجھ کو منزل کی

یا............. ع

خُفتہ را خُفتہ کے کُند بیدار

اگر پیرانِ پیرؒ کی اپنی ہوائے نفسانی نہیں مر چکی تھی کہ وہ معاذ اللہ نفسانی خواہشات کے ہاتھوں مجبور ہو کر تسکینِ نفسانی کے لئے بلند بانگ دعاوی کیا کرتے تھے۔ تو پھر وہ زمانے بھر کے شیخ بن کر مریدوں کی کیا اصلاح فرماتے رہے؟ اور رُوئے زمین پر پھیلا ہوا یہ سلسلۂ قادریہ کیا حیثیّت رکھتا ہے؟ یہ سب کچھ فراڈ ہوا، بلکہ آج تک جن لوگوں نے ہوائے نفسانی کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے اِس پیر کی تعریفیں کیں، قصائد لکھے وہ سب بھی ہوا کے رُخ پہ آس لگانے کے سبب دھوکے کا شکار رہے۔ معاذ اللہ ایسی

[1] ازالۃ الرّیب، ص65

گستاخانہ عبارت اور کتاب کی تائید کر کے اور تقریظ لکھ کر بھی اگر اشرف سیالوی صاحب نیازمندِ بزرگانِ دین اور سنّی بریلوی رہ سکتے ہیں تو پھر وہابیّت، نجدیّت اور گستاخی کس بلا کا نام ہے؟ شاید اِسی لئے مولنا جامیؒ نے کہا تھا ....ع

منکرِ مَے بُودن و ہمرنگِ مستاں زیستن

گستاخی نمبر 7. صفحہ 63 پر لکھا ہے ''بہ تحقیق یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ نے اِس قول سے رجوع کیا''

تبصرہ: کسی ایک مستند کتاب میں بھی یہ بات موجود نہیں کہ آپ نے اپنے ارشاد ''قدمی ھذہٖ'' سے رجوع کیا ہو، اگر یہ بات ہوتی تو آٹھ صدیوں کے عرصۂ دراز میں ہزاروں مشائخ لاکھوں علماء اِس ارشاد کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہوئے غوثِ اعظمؒ کے قدم مبارک کو اپنے سرآنکھوں پر نہ سمجھتے؟ بھلا ایک مرجوع عنہ قول پر ساری عقیدت کی عمارت کھڑی کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ حقیقت اور اہلِ نظر لوگ جوں جوں بحرِ حیات میں ساحلِ وصال کے قریب ہوتے جاتے ہیں' اُن کی نظر میں اپنے مراتب، مدارج اور شانیں سب ہیچ نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں' حتّٰی کہ اپنے حقیقی اور قریبی رشتے بھی اُن کی نظر میں بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مکمل راجع الی اللہ ہوکر اللّٰھم الرفیق الاعلٰی پکارنے لگتے ہیں، لہٰذا وہ اُس وقت مکمل عجز وانکسار کا پیکر بن کر

مولنا غنیؔ کاشمیریؒ کے مندرجہ ذیل شعر کا مصداق بن جاتے ہیں۔ ؎

فروتنی ست دلیلِ رسیدہ گانِ کمال
کہ چوں سوار بہ منزل رسد پیادہ شود

لہٰذا آپؒ کا انکسار و نیازمندی کے کلمات کہنا یہ بارگاہِ قادر وقیّوم میں نیاز ہے جس نے آپ کو سرتاپا ''عبدالقادر'' بنادیا، یہ ''قادر'' اور ''عبدالقادر'' کا معاملہ ہے' جس کو آپ کے رجوع اور ندامت سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ دنیائے علم وتحقیق کے شاہسوار جانتے ہیں کہ روزِ قیامت انبیاء ومُرسلین علیھم الصلوٰۃ والتّسلیمات عجز وانکسار کا مجسّمہ بن کر اپنے وہ افعال واقوال یاد کریں گے' جن کی بنا پر اُن سے بازپُرس کا امکان بھی ہوگا۔ لہٰذا اُن کا اپنے اپنے مراتب ومدارج کا بیان چھوڑ کر فقط عاجزانہ ومنکسرانہ جملے بولنا کیا اُن کے دعویٔ نبوّت ورسالت سے رجوع یا مرتبۂ کلیم اللّٰہی وخلیل اللّٰہی سے سبکدوشی تصوّر کی جائے گی؟ معاذ اللہ، معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں۔

حضور علیہ السّلام کے ارشادِ اللھم الرفیق الاعلی سے اذ یقول لصاحبہٖ لاتحزن اور لکل نبیٍ رفیقٌ و رفیقی فی الجنۃ عثمانُ یا لکل نبیٍ حواریٌ کی نفی متصوّر ہو سکتی ہے؟ اور پھر جو عبارت آپؒ کے اُس وقتِ وصال کی کیفیّت بیان کرنے کے لئے معترض ڈھونڈ لائے' اوّلاً تو وہ امام شعرانیؒ کی تصنیف ہی نہیں ہے' بلکہ وہ کتاب (الجواہر والدّرر) شیخ علی الخواصؒ کے وہ ملفوظات ہیں' جنہیں امام شعرانیؒ نے جمع کیا ہے اور آپ نے اِس مجموعۂ ملفوظات کی ابتداء ہی میں یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ ہمارے شیخ طریقت اُمّی تھے' یعنی علومِ ظاہری وفنونِ مروّجہ

اُنہوں نے با قاعدہ ومتداول طریقہ سے حاصل نہیں کئے تھے' اِس لئے ہم اُن کی ترجمانی کرنے میں خطا اور تحریف کے صدور پر معذرت خواہ ہوں گے۔ بلکہ اِس ملفوظ کی جامع

تحقیق محترم مولٰنا ممتاز احمد چشتی کی تصنیفِ لطیف ''قدم الشیخ عبدالقادر علٰی رقاب الاولیاء الاکابر'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

میں یہاں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بقولِ بصیر پوری و سیالوی صاحب حضرت پیرانِ پیرؒ کا یہ فرمان بوقت قربِ وصال آپؒ کے ارشاد ''قدمی ھذہٖ'' پر ندامت کے طور پر تھا تو پھر آپؒ کو چاہئے تھا کہ آپؒ نے اھویۂ نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر معاذاللہ بزرگانِ دین کی گردنوں پر چڑھنے کی جو گستاخی کی تھی' اُس کی معافی بھی بزرگانِ دین سے مانگتے' متقدّمین ومعاصرین سے خود بالفاظِ اعلانیہ مانگتے اور متاخرین کے بارے بھی اپنی وصیّت میں اِس کا اظہار فرما جاتے۔ حالانکہ آپ کے عین آخری وقت کے الفاظ آپؒ کے نائب وفرزند ارجمند نے کچھ اِس طرح روایت کئے ہیں۔

بوقتِ وصال حضرت غوثِ پاکؒ کی اپنے فرزند کو وصیّت

اُوصیكَ بتقوی اللّٰهِ وطاعته ولُزُومِ ظاهرِ الشّرعِ وَسَلَامَةِ الصّدرِ و سَخاءِ النّفسِ وَبَشَاشَةِ الوَجهِ وَبَذلِ النّدی وكفّ الاذی وحملِ الاذی والفقرِ و حفظِ حُرمَاتِ المشائخ والعِشرَةِ مَعَ الاِخوانِ والنّصیحَةِ للاصاغرِ والاكابرِ وتركِ الخُصومةِ والاِرفاقِ و ملازمة الایثارِ و مُجانَبَةِ الاِدخارِ وتركِ صُحبَةِ مَن لَیسَ مِن طَبَقَتِهِم وَالمعاوَنَةِ فی امرِ الدّین والدّنیا اُوصِیكَ اَن تَصحَبَ الاغنیاءَ بالتّعزّزِ

والفُقَراءَ بالتّذلّلِ[۱]۔

ترجمہ: میں تمہیں خوفِ خُدا، اُس کی اطاعت، ظاہرِ شرع کی پابندی، صفائیِ قلب، سخاوتِ نفس، کُشادہ رُوئی (خندہ پیشانی، خوش اخلاقی) فضل وکرم، ایذا رسانی کے ترک، اذیّت کی برداشت، تحمّلِ فقر (بھوک)، آدابِ مشائخ کی حفاظت، بھائیوں سے حُسنِ سلوک، چھوٹوں اور بڑوں کی خیر خواہی' ترکِ خُصومت، اختیارِ نرمی، ایثار پر کاربند رہنے، ذخیرہ اندوزی سے اجتناب، صالحین کے علاوہ ترکِ ہم نشینی، دین و دُنیا کے اُمور میں باہمی تعاون کی وصیّت کرتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بھی وصیّت کرتا ہُوں کہ دولت مندوں کے ساتھ خُودداری اور وقار واستغناء سے پیش آؤ، جب کہ فقُراء کے ساتھ تواضع اختیار کرو۔

خواجہ غلام فرید چشتیؒ کے الفاظ میں شدّتِ سکرات کا بیان

اِسی طرح حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سکراتِ موت کی شدّت بیان کرتے ہوئے پُر از حکمت وموعظت گفتگو فرمائی ہے جو بہت سے بیمار دلوں کے لئے تریاق کا کام دے گی۔ ملاحظہ ہو: آپؒ نے فرمایا مرنا بڑا مشکل ہے' حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ کا کتنا بڑا رتبہ ہے کہ آپ سے بلند کسی ولی اللہ کا مرتبہ نہیں {اِن الفاظ سے بصیر پوری اور سیالوی صاحب کے ہاں صفِ ماتم بچھ جانی چاہئے کہ اُن کی تمام نامسعود کوششوں پر خواجہ صاحبؒ کے اِن چند الفاظ نے پانی پھیر کر رکھ دیا ہے} چنانچہ وصال کے وقت فرشتے جماعت در جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تسلّی دیتے تھے

---

[۱]: مأخوذ از الدّرَرُ السّنِیّة فی مواعظِ الجیلانیّة

لیکن اس کے باوجود وصال کے وقت آپ کا حال یہ تھا کہ فتوح الغیب میں آپ کے ایک فرزند سے منقول ہے کہ سکراتِ موت کی شدّت اور صعوبت کی وجہ سے لفظِ تعزّز آپ کی زبان سے صحیح نہیں نکل سکتا تھا' یہاں دُوسروں کی کیا مجال ہے۔

قصّہ کوتاہ یہ کہ سیّدالاوّلین والآخرین حضرت خاتم النبیین ﷺ بھی وصال کے وقت سکرات کی شدّت کی وجہ سے رُخِ انور پر ٹھنڈا پانی ڈال رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ ''اے پروردگار مجھ پر سکرات آسان فرما'' اس سے بڑھ کر سکرات کی شدّت کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔[1]

اگر حضرت پیرانِ پیرؒ سے بوقتِ وصال عجز ونیاز کے جملے صادر ہوئے تو اُنہیں دلیل بنا کر بصیر پوری صاحب آسمان کیوں سر پر اُٹھا رہے ہیں؟ یہ بندہ ومعبود کے مابین معاملہ ہے اور شدّتِ سکراتِ موت کی وجہ سے تو انبیاء ومُرسلین علیہم السّلام سے بھی ایسے کلمات صادر ہوئے ہیں' جیسا کہ ابھی کتبِ صحاح کے حوالے سے آیا چاہتا ہے' لیکن یہ بات بھی تو ملحوظِ نظر رہے کہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے بصیر پوری اور سیالوی صاحب کے مُنہ پر طمانچہ مار کر ان کا بیڑا غرق کر دیا' جس وقت اُنہوں نے غوثِ پاکؒ کے بارے میں یہ فرمایا'' آپؒ کے وصال کے وقت فرشتے جماعت در جماعت آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر تسلّی دیتے تھے'' کیا فرشتے ہر ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر تسلّیاں دیتے ہیں؟ اگر خواجہ معین الدّین اجمیری قدس سرّہ العزیز کی پیشانی مبارک پر بوقتِ وصال ''حَبِیبُ اللّٰہ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰہ'' قلمِ قدرت سے لکھا گیا تھا تو حضرت پیرانِ پیرؒ

[1] مقابیس المجالس ' ص 791, 792

کی خدمت میں الّا تخافوا ولا تحزنوا اور یٰاَیَّتُھَا النَّفس المطمئنّة ارجِعِی اِلیٰ ربِّكِ راضیةً مَرضیّةً کی بشارتیں اور تسلّیاں لے کر ملائکہ رحمت کی ٹولیاں کس کے حکم سے آتی رہیں؟ اور پھر کیا ملائکہ رحمت کا یہ نزول الذین قالوا ربنا الله کے صلے میں تتنزّل علیھم الملئکة والا مخصوص ومنصوص نزول نہیں تھا؟ متنبّی نے کیا خوب کہا تھا۔

فاذا اتتكَ مذمّتی مِن ناقصٍ   فھی الشّھادۃُ لی بانّی کاملٌ[1]

بوقتِ وصال ختمی مرتبت حضرت محمد ﷺ کی کیفیتِ مبارکہ کے بارے میں مندرجہ ذیل احادیث ضرور مطالعہ فرمائیں تاکہ بصیر پوری کی قائم کردہ غلط فہمی کی فضا ھباءً منثوراً ہو جائے' بخاری شریف میں ہے۔

حدثنا يحيى بن بكير قال حد ثنا اللّيث عن عُقيل عن ابن شهاب قال اَخبرني سعيد بن المسيّب وعُروة بن الزّبير في رجال من أهل العلم اَنّ عائشة زوجَ النّبى ﷺ قالت كانَ رُسول ﷺ يقول وهو صحيح انّهٗ لَم يُقبض نبى قطّ حتّى يُرٰى مقعدهٗ من الجنّة ثمّ يُخيّر فلمّا نُزِلَ بهٖ ورأسهٗ علىٰ فخذى غُشِى عليه ساعةً ثم افاق فا شخصَ بصَرهٗ الى السّقف ثمّ قال اَللّهمّ الرّفيق الاعلىٰ قلتُ اِذن لَا يختارنا و عرفت انّه الحديثُ الّذى كان يحدّثنابه قالت وكانت تلك آخر كلمة تكلّم بها النبى ﷺ قولهٗ ﷺ اَللّهمّ الرّفيق الاعلىٰ[2]

[1] ترجمہ: جب تجھ تک کسی ناقص اور گھٹیا انسان کی طرف سے میری بُرائی پہنچے تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ میں کامل ہوں۔

[2] بخاری شریف ' جلد ثانی ' ص 964

اِس حدیث شریف میں انبیائے کرام کے وصال سے پہلے اپنے مقاماتِ جنّت دیکھ لینے کے ذکر کے علاوہ اُن کو موت کے اختیار دیئے جانے کا ذکر بھی ہے اور پھر آنحضرتؐ کی بوقتِ سکراتِ موت کیفیّت اور آپؐ کے آخری کلماتِ مبارکہ کا بیان بھی ہوا ہے مندرجہ ذیل حدیث میں بھی حضرت عائشہ صدّیقہؓ نے یہی بات بیان فرمائی ملاحظہ ہو

انّ عائشة كانت تقولُ انّ رسول الله ﷺ كان بين يديه ركوة او علبةٌ فيها ماء يشُكّ عُمر فجعَلَ يَدخُلُ يديه فى الماء فيمسح بها وجههٗ ويقول لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰه اِنّ للموتِ سكرات ثمّ نصبَ يديه فَجعَل يقولُ فى الرَّفيق الا علىٰ حتّٰى قُبضَ ومالَت يدُهٗ[1]۔

اِس حدیث شریف کا مفہوم بھی محوّلہ بالا حدیث شریف والا ہی ہے کہ شدّتِ سکرات سے مقبولانِ بارگاہِ حق کے مُنہ سے عجز و انکسار اور تضرّع و خشیت کے جُملے صادر ہوجاتے ہیں۔ پھر اُس وقت آپ (پیرانِ پیرؒ) کا سجدے میں سر جُھکانا اور یہ کہنا کہ حق یہی ہے جو ہم پر اب آشکار ہوا ہے یہ ارشادِ "قدمی هذهٖ" سے رجوع کس طرح ثابت کر سکتا ہے اور یہ بات تو ہم ابھی کر ہی آئے ہیں کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کا یہ فرمان بامرِ الٰہی تھا' لہٰذا آپؒ کو نہ کبھی اِس پر ندامت ہوئی اور نہ ہی آپؒ نے اِس سے رجوع کیا' بلکہ یہ ندامت تو بصیر پوری اور سیالوی صاحب کے حصّے میں آئی ہے کہ یہاں بھی نادم و خائب اور قیامت میں بھی خاسر و ماٴخوذ۔

گستاخی نمبر 8. صفحہ 68 پر لکھا ہے۔ "بہرحال وہ جو کامل ہے' انواعِ اسرار میں سے

[1]: بخاری شریف ' ص 964 ' جلد ثانی مطبوعہ نور محمد کراچی

کچھ بھی ظاہر نہیں کرتا۔"

تبصرہ: یقیناً مندرجہ بالا عبارت اِسی مقصدِ شنیع کے لئے لائی گئی ہے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے کیونکہ بہت سے اسرار عالمِ سُکر میں ظاہر کردیئے تھے' لہٰذا وہ کامل ہی نہ تھے استغفرالله ربّى من هذهِ الهفوات ' جن کے کامل و اکمل بلکہ مُکمَّل و مُکمِّل ہونے پر ایک زمانہ گواہ ہے' وہ پیرانِ پیرؒ کامل ہی نہ ہوئے۔ موٴلّف بصیر پوری اور مقرِّظ سیالوی صاحب کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مستند چشتی مشائخ تو آپؒ کو قطبِ ربّانی' شہبازِ لامکانی اور غوّاصِ بحرِ عرفانی کے القاب سے یاد کریں اور یہ دونوں علمی یتیم اُنہیں کامل ہی نہ مانیں' گویا کامل نہ ہوئے تو ناقص ہوئے۔ اور یہ منافق سٹیج پر آئیں تو واہ واہ اور روپے پیسوں کی خاطر غوثِ پاکؓ کے تصرّفات پر لمبی چوڑی تقریریں کریں' اور اپنی کتابوں میں یہ زہر گھولیں۔ یہ ایمانداری ہے یا کُھلی منافقت۔ لہٰذا اِن منافقوں کے لئے یہی کافی ہے اِنّ المنفقين فى الدّرك الاسفلِ مِنَ النّار۔ وَلَنْ تجِدَ لَهُم نصيرًا٥

گستاخی نمبر 9. صفحہ 76 پر سرخی قائم کی۔ سیّدنا عبدالقادر پر شطحات و ادلال کا غلبہ تھا۔ یعنی وہی سابقہ گستاخی ہے کہ معاذ اللہ پیرانِ پیرؒ مغلوب الحال تھے صاحبِ ہوش نہ تھے جبکہ چشتیہ سلسلہ کے مشائخ حضرت پیرانِ پیرؒ کا حال آپ کے اختیار میں مانتے تھے نہ کہ وُہ آپ کے مغلوب الحال ہونے کے قائل تھے۔ مقابیس المجالس میں خواجہ غلام فرید چشتیؒ چاچڑاں شریف والے فرماتے ہیں۔ "حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشغولی کی کیفیّت بھی اِسی طرح تھی۔ فرق یہ تھا کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی ہر وقت مستغرق

رہتے تھے‘ لیکن حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ مجالسِ وعظ ونصائح کے لئے وقت نکال لیتے تھے[1]"۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اگر غوث پاکؒ پر حالتِ استغراق طاری بھی ہوتی تھی تو وُہ آپ کے اختیار میں تھی آپؒ وعظ فرمانے کے لئے صحو وتمکین میں تشریف لاتے تھے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ پیرانِ پیرؒ پر استغراق بھی طاری ہوتا تھا مگر کم از کم وعظ کے دوران تو آپ صحو میں ہوتے تھے اور ہم مقابیس المجالس ہی کے حوالے سے ثابت کر آئے ہیں کہ آپؒ نے "قدمی ھٰذہٖ" کا فرمان دورانِ مجلسِ وعظ بأمرِ الٰہی فرمایا تھا۔ مزید برآں اِسی مقابیس المجالس میں جہاں سُکر اور استغراق والوں کا ذکر کیا گیا وہاں حضرت منصور حلاجؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کا اسمِ گرامی بطور مثال لکھا گیا مگر حضرت پیرانِ پیرؒ کو اِس طبقے میں شمار نہیں کیا گیا[2]۔

گستاخی نمبر 10. صفحہ 78 پر مزید گوہر افشانی کی ’یہ اظہارِ علُوّ سوءِ ادب ہے‘ یہ نسبت اُس کے جو اِس سے محفوظ ہے‘ معاذ اللہ اِس عبارت سے ثابت کرنا چاہا کہ غوثِ پاکؒ یہ اظہارِ علُوّ کر کے بے ادب ہو گئے۔ ہزار بار افسوس ایسے مُلاّؤں اور مُناظروں پر جو خود کو بڑا مؤدّب ثابت کرتے ہوئے کبھی الایمان کُلّہٗ ادب کا راگ الاپیں اور کبھی دوسروں کو ....ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ

کی وعید سنائیں‘ مگر جن کے گھر سے قیامت تک ادب کا فیضان جاری رہے گا اُنہیں

ل: دیکھئے: مقابیس المجالس ‘ ص329 ‘ مقبوس نمبر 38
۲: دیکھئے: مقابیس المجالس ‘ ص 112,111

بے ادب ٹھہرائیں۔ اور خود جو اُن کے نام پر گیارہویاں کھائیں، نذرانے بٹوریں اور مسلکِ اہلِ سنّت کے ٹھیکیدار بھی بنے رہیں ذٰلك ھُوا لخُسرانُ المُبین۔

گستاخی نمبر 11. صفحہ 79 پر دِل ہلا دینے والی یہ عبارت لکھ ماری "اہلِ اللہ مقرّبین کی جانب سے ادلال علی اللہ کسی طور دُرست اور صحیح کام نہیں اور جس نے باوجود ادلال کے دعویٰ تقریب کیا تو اُسے نہ مقامِ تقریب کا کوئی علم ہے اور نہ ہی اہلیّت صحیحہ کا"۔

لو یہاں معاملہ بالکل صاف کر دیا‘ کیونکہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے (بقولِ بصیر پوری وسیالوی صاحب) بہت زیادہ ادلال کیا، لہٰذا نہ وہ اللہ کے مقرّب ٹھہرے اور نہ اُن میں یہ اہلیّت ہے۔ معاذ اللہ متقدّمین بزرگوں میں مقامِ تقرّب کا تعیّن اور اہلیّت کی نشاندہی بھی آج کے یہ دین فروش مُلاّ کرنے لگے، جن میں خود اتنی اہلیّت نہیں کہ اکابرِ ملّت کے کلامِ بلاغت نظام کو سمجھ سکیں، یہ حضرات تو پیرانِ پیرؒ کے تلامذہ، مستفیضین اور خوشہ چینانِ علم وعرفان کے کلام کو بھی نہیں سمجھ سکتے‘ کیونکہ ۔

رساند پایۂ معنٰی بہ آسمانِ نہم
بُلند طبع شناسد کلامِ اکبر را

گستاخی نمبر 12. صفحہ 81 پر رئیس المکاشفین کے کلامِ بُلند میں تحریف وخیانت کے ارتکاب سے فراغت بھی حاصل نہ کر پائے کہ از خود اُن کے کلام پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے حضرت پیرانِ پیرؒ کی پھر گستاخی کر ڈالی اور آپؒ کا مقام گھٹانے کی سعیِ نامُراد کرتے ہوئے خود مصرعۂ ذیل کا مصداق بن گئے ....ع

چوں قلم در دستِ غدّارے بود

چنانچہ لکھا ''البتہ حضرت شیخ اس مقامِ اعلیٰ کی طرف بوقتِ وفات منتقل ہوئے جیسا کی حضرت ابنِ عربیؒ نے بار ہا صراحتًا فرمایا ہے'' العیاذ باللہ۔یعنی پوری زندگی حضرت غوثِ پاکؒ مقامِ عرفان میں ناقص رہے (جیسا کہ ابھی آگے مزید گستاخی کا ارتکاب منظرِ عام پر آیا چاہتا ہے) البتہ وفات سے کچھ پہلے اس مقام کی طرف منتقل ہوئے۔

گستاخی نمبر **13**. صفحہ 81 پر یہ سرخی درج کرتے ہیں: ہر مُدِل بقدرِ ادلال خود معرفت باللہ میں ناقص ہوتا ہے۔

مفہوم واضح ہے کہ حضرت غوثِ پاکؒ کیونکہ صاحبِ دلال تھے اور مُدِل (صاحب ادلال) معرفت باللہ میں ناقص ہوتا ہے تو پیرانِ پیرؒ یقیناً معرفت باللہ میں ناقص ہوئے۔نعوذ باللہ من شرِّ لسان الجائرین۔

گستاخی نمبر **14**. صفحہ 84 پر بالترتیب تین باتیں لکھیں جن کا مفہوم واضح ہے۔

1. صاحب ادلال اُس کے مرتبہ کو نہیں پاسکتا جو صاحب ادلال نہیں ہے۔
2. صاحب ادلال کے بہت سے سانس ضائع ہوگئے' کیونکہ ادلال تکلیف کے منافی ہے۔
3. دُنیادار ادلال نہیں اور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ادلال تھے۔

یعنی غوثِ پاکؒ کا مقام بھی کم ہے، مرتبۂ عرفان میں بھی آپ ناقص ہیں' مزید برآں یہ کہ آپؒ کے بہت سے سانس عُجب، خود پسندی اور ادلال وشطح کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔سلسلۂ چشتیہ کے متأخر بزرگ حضرت شاہ نیاز چشتی بریلویؒ تو فرمائیں ؎

نفس کی آمد و شُد ہے نمازِ اہلِ حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو! قضا سمجھو

اور غوثِ پاکؒ کے فرزند و نیاز مند حضرت گولڑویؒ فرمائیں کہ پاسِ انفاس ہی مقرّبین کا

شغلِ خاص ہوتا ہے جبکہ بقولِ بصیر پوری غوثِ پاکؒ یہ بات نہ سمجھ سکے' جن کے فیضِ روحانی اور مقامِ عرفانی کو تسلیم کرتے ہوئے اور جن کی نسبت پر فخر کرتے ہوئے خود شاہ نیاز چشتیؒ بھی اِن الفاظ میں اعترافِ استفادہ و نیاز کرتے ہیں ؎

فیض یاب از بارگاہِ شیخ عبدالقادرم
زیں جہت مارا بہ راہِ فقر شانِ دیگراست

گستاخی نمبر **15**. صفحہ 86 پر پھر اُسی بُغضِ دیرینہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر' اپنی بے بصری کے ہاتھوں معذور ہو کر اور حضرت ابنِ عربیؒ کی عبارت میں معنوی تحریف کرتے ہوئے غوثِ پاکؒ پر یوں کیچڑ اُچھالا ہے۔ چنانچہ لکھا ''اگر تو کہے کہ مکر کیا ہے تو ہم کہیں گے مخالفت کے باوجود نعمتوں کا عطا فرمانا۔ ہم نے یہ سُوءِ ادب کے باوجود ابقاءِ حال کئی اشخاص میں دیکھا اور اہلِ عراق پر یہ غالب ہے اور ہمارے علم کے مطابق اِس ''مکر'' سے کوئی بھی نجات نہ پاسکا سوا ابوالسعود بن شبل کے، جو اپنے وقت کے سیّد تھے''۔

تبصرہ: اب یہاں بصیر پوری صاحب کا جہل پوری طرح عیاں ہو رہا ہے کہ وہ غوثِ پاکؒ کو مکرِ الٰہی کا شکار بھی کہہ رہے ہیں اور آپ کے ایک تلمیذ و مُرید کو جو بارگاہِ غوثیہ کی جاروب کشی کر کے فیض حاصل کرتے رہے' کو پیران پیرؒ سے افضل ثابت کرنے کی سعیِ ناتمام کر رہا ہے۔نہ تو مکر کی اقسام کو سمجھا اور نہ حضرت ابنِ عربیؒ کی عبارت کے سیاق وسباق پر توجہ دینے کی تکلیف گوارا کی اور مکر کی وہی قسم جس کی تعریف میر سیّد شریفؒ ''التعریفات'' میں بھی فرما چکے ہیں، غوثِ پاکؒ پر منطبق کردی کہ ''مخالفت کے باوجود

نعمتوں کا عطا فرمانا'' مخالفت سے مُراد تو یہاں مخالفتِ احکامِ خُداوندی ہے۔ کچھ کتب میں اِسی مَکر کو استدراج کے ساتھ بھی مُلحق کیا گیا ہے' جو کُفر پر بھی منتج ہو سکتا ہے۔ لٰہذا دیکھو کہ بصیر پوری صاحب بُغض وعناد کے چکّر میں پھنس کر حضرت غوثِ پاکؒ کو کس خطرناک حد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ....ع

لعنۃُ اللّٰہِ علیکُم دُشمنانِ غوثِ پاکؒ

گستاخی نمبر 16. صفحہ 87 پر پھر وہی جہالت دُہراتے ہوئے حضرت پیرانِ پیرؒ کو جہل باللہ وبنفسہٖ کا شکار قرار دے دیا کہ نہ تو معاذ اللہ آپؒ کو اللہ تعالیٰ کی پہچان تھی اور نہ ہی اپنی ذات کی معرفت رکھتے تھے، یعنی صوفیا کی محفل میں جو اکثر کہا، سُنا جاتا ہے من عرَف نفسَہٗ فقد عرَف ربَّہٗ غوثِ پاکؒ اِس نعمت سے معاذ اللہ مکمّل طور پر محروم تھے۔

نوٹ: ہمیں کیونکہ اِس رسالہ میں اِن مخالفین کی صرف گستاخیوں کو منظرِ عام پر لانا ہے۔ اِسی لیے ہم مختصر تبصرہ کرتے ہوئے گزر رہے ہیں' ورنہ ان کی ہر گستاخی کے جواب میں ایک ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

گستاخی نمبر 17. صفحہ 107 پر سورۃ النّجم کی ایک آیتِ کریمہ کے آخری حصّہ کو حضرت پیرانِ پیرؒ پر منطبق کرتے ہوئے درج کر دیا' ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَلا تُزکّوا انفُسَکم ھُواعلمُ بمَنِ اتّقٰی ترجمہ: سومت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اُس کو جو بچ کر چلا۔ گویا تدریجاً پیرانِ پیرؒ میں شطح، ادلال، مکر، تحکّم، عُجب، رعونتِ نفس اور دیگر سب نفسانی خرابیاں بیان کرتے کرتے اب آخر میں اِس تنبیہہ کے

ذریعہ پیرانِ پیرؒ کو خبردار کر رہا ہے کہ آپؒ اپنے متعلق خوبیاں اور کمالات مت بیان کریں، آپ اِتنے پرہیزگار نہ بنیں اللہ تعالیٰ آپ کی پرہیزگاری جانتا ہے۔ گویا اِس شعر کے مفہوم سے پیرانِ پیرؒ کو خبردار کر رہا ہے۔

اِتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ' ذرا بندِ قبا دیکھ

العیاذ باللہ۔

گستاخی نمبر 18. صفحہ 113 پر بڑے طمطراق سے یہ سُرخی قائم کر ڈالی'' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقامِ ادلال میں رُکے رہے''

یا تو پھر آپؒ اِسی رکاوٹ میں ہی دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے ہوں گے، معاذ اللہ یا پھر بصیرپوری اور سیالوی صاحبان کے روحانی تصرّف وتوجہّ کی بدولت اِس بھنور سے نکلے ہوں گے۔ یہ مُنہ اور مسور کی دال۔ معاذ اللہ۔

گستاخی نمبر 19. صفحہ 114 پر پھر اُسی پُرانی ہیرا پھیری اور سینہ زوری کے بل بوتے پر حضرت ابنِ عربیؒ کی ایک عبارت کو سیاق وسباق اور حقیقی مفہوم سے مبرّا و بے نیاز کرتے ہوئے غوثِ پاکؒ کے بارے لکھ مارا کہ وہ اپنے اہل (گھروالوں) کے ساتھ کیسے تھے اور معاذ اللہ اب قبر میں وہ کس حال میں ہیں یہ میں (ابوالسّعود) جانتا ہوں۔ عبارت ملاحظہ ہو: حضرت شیخ ابوالسّعود نے ایک ایسے شخص کو جھڑک دیا' جس نے شیخ عبدالقادر کا مرتبہ بہت بڑھایا اور افراط سے کام لیا' پس آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں عبدالقادر کے حال کو خُوب جانتا ہوں وہ اپنے اہل کے ساتھ کیسا تھا اور وہ اب اپنی قبر میں کیسے ہے''۔

چاہے یہ الفاظ شیخ ابوالسعود کی طرف سے واقعی صادر ہوئے ہوں یا نہ' اِن کی روایتی حیثیت کچھ ہو اور اِن پر جیّد علماء و مُستند مشائخ کسی انداز میں مؤاخذہ بھی فرما چکے ہوں یہ الگ بات ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ بصیرپوری صاحب کا اِس عبارت کو اپنی کتاب میں گھسیڑنے سے مقصد کیا ہے۔ یعنی اندراجِ عبارت کی لمّیت کیا ہے؟ یقیناً یقیناً یہ حضرت اِس عبارت سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ غوثِ پاکؒ نہ تو دُنیا میں اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتے تھے اور نہ ہی معاذاللہ اب اُن کے ساتھ قبر میں اچھا سلوک ہو رہا ہے۔ کیونکہ خیرُکم خیرُکم لِأھلہٖ وَأنا خیرُکم لِأھلی (الحدیث) کی رُو سے آپ نے اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک نہ کیا تو آپ سے بھی قبر میں اچھا سلوک نہ کیا گیا (معاذاللہ) ....ع

ڈوب مرتے اگر حیا ہوتی

اِس انداز میں تو آدمی کسی ذاتی دُشمنی کی بنا پر کسی عاصی مسلمان بلکہ فاسق شخص پر بھی بعدِ موت تبصرہ نہیں کرتا' چہ جائیکہ ایسی شخصیّت پر یوں جرأت و بے باکی سے گفتگو کی جائے' جو لاکھوں صلحاء کروڑوں علماء اور اربوں اہلِ ایمان کی عقیدت و محبّت کا مرکز ہو' اگر یہ سیالوی اور بصیرپوری صاحبان کسی متاخّر غیر معروف اور غیر مستند بزرگ کے عُرس کی چھوٹی سی تقریب میں بُلا لئے جائیں، اِنہیں مُرغ پلاؤ کھلا دیا جائے' یہ حضرت گردن ٹیڑھی کر کے سٹیج پر جا بیٹھیں' اِن کی بے سُری و بے گُری گفتگو پر کچھ نیم عقل حضرات ویلیں (بیلیں) نچھاور کرنا شروع کر دیں' ساتھ ساتھ نعرے بھی لگنے شروع ہو جائیں' حضرت شیخ الحدیث زندہ باد۔ مناظرِ اسلام زندہ باد' شمس الفقہاء زندہ باد' سرمایۂ اہلِ سنّت زندہ باد' اور پھر اِسی اثناء میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت سٹیج پر کوئی سوالیہ پرچی آ جائے کہ آپ جن

حضرت صاحب کے عُرس پر آ کر اُنہیں ولیِ کامل کہہ رہے ہیں' کیا آپ کے پاس اُن کی ولایت کی کوئی دلیل ہے؟ تو حضرت فوراً ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر صوفے یا کُرسی کے ڈنڈے پر مارنا شروع کر دیتے ہیں اور ریڈیو پاکستان پر خبریں پڑھنے والوں (نیوز کاسٹرز) کی آواز میں پُر جوش ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے انتم شھداء اللّٰہ فی الارض۔ اے ایمان والو! تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ اِتنی زیادہ خلقِ خُدا جس شخص کو نیک، صالح اور ولی کہہ رہی ہے' کیا وہ ولی نہیں؟ خلقِ خُدا کی اِتنی بڑی شہادت ہی تو صاحبِ قبر کے ولیِ کامل ہونے کی دلیل ہے۔

اب میں بصیرپوری اور سیالوی صاحب کے دامنِ ضمیر کو کھینچتے ہوئے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ او غوثِ پاکؒ کے ناناؐ کے منبر پر براجمان بارگاہِ غوثیہ کے گستاخو! جب زمانہ حال کے ہزار دو ہزار عامی مسلمانوں کی خوش عقیدگی ایک دورِ حاضر کے مُسلمان کے لئے ولایت کا تحقّق کر سکتی ہے۔ کیا لاکھوں، کروڑوں اور اربوں مؤمنین، صلحاء اور علماء کی گواہی' نیازمندی اور عقیدت کیشی شیخ المشارق والمغارب پیرانِ پیرؒ کی غوثیتِ کبریٰ کا تحقّق نہیں کر سکتی اور تم آج تک یہ ہرزہ لائی کر رہے ہو کہ ہم جانتے ہیں وہ قبر میں کیسے ہیں۔ بدنسلو! تمہارے سر پر تازیانۂ عبرت مارنے والا کوئی نہیں۔ غوثِ پاکؒ کے غلام کہلوا کر تم یوں گستاخیاں کرو اور پھر اہلِ سنّت کے ٹھیکیدار بھی بنتے پھرو۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِینَ عَلیٰ مَا اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیزَ الْخَبِیثَ مِنَ الطَّیِّبِ الآیۃ: ترجمہ: اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اُس حالت پر جس پر تم ہو جب تک کہ جُدا نہ کر دے ناپاک کو پاک سے (سورۂ آلِ عمران آیت نمبر 179) ایک طرف بزرگانِ دین سے اِس قدر نیازمندی کا اظہار کہ تدبیر و تصرّف میں اُنہیں

شریکِ باری تعالیٰ بنادیا اور دوسری طرف خُبثِ باطن اور بغض وعناد کا یہ عالم کہ اُنہیں ایک فاسق دوزخی سے تشبیہ دے ڈالی۔ آپ کو چشتی اور سیالوی کہلانے کی نسبتیں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتیں' کیونکہ جب انسان فطری طور پر بد ہو تو اچھوں کی صحبت بھی اُس پر مثبت نتائج مرتّب نہیں کرسکتی۔ بقولِ راقم ؎

جس کی فطرت ہو عیب شر سے مملو
صُحبت سے وہ اچھوں کی نہ ہوگا خوش خُو
رہتی ہے اگرچہ رات دن پانی میں
جاتی نہیں مچھلی کے بدن سے بد بُو

گستاخی نمبر 20. صفحہ 140 پر پچھلے صفحات میں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ کرامت کا اظہار منع ہے' یہ بارگاہِ ربّ قدیر میں جرأت ہے وغیر وغیرہ۔ اب یہاں لکھا کہ صحابۂ کرام کا طریقۂ مبارکہ کیونکہ اظہارِ کرامات والا نہیں' جبکہ صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کی پیروی ضروری ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ غوثِ پاکؓ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے طریقہ کی پیروی نہیں کی اِسی لئے وہ پُرخطر' غیر مامون اور غیر محفوظ راستہ پر چل نکلے۔ خُدا معلوم اِس پُرخطر راستہ پر چل کر اُن کا انجام کیا ہوا ہوگا؟ معاذ اللہ۔

ملاحظہ ہو صفحہ 140۔ ''صحابہ کی روش کی پیروی ضروری ہے' جیسے اُنہوں نے دعاوی اور اظہارِ کرامات سے پرہیز کیا' یہ ہی اَسلم طریقہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم روشِ صحابہؓ کے خلاف جو بھی روش ہے' وہ غیر اَسلم غیر مامون اور پُرخطر ہے''۔ گویا جن بزرگانِ دین سے کثرتِ کرامات کا ظہور ہوا وہ غیر محفوظ راستہ پر چل نکلے۔ قارئین! سیالوی صاحب کے

پیر و مُرشد حضرت شیخ الاسلامؒ کا ایک ملفوظ شریف ملاحظہ کیجئے اور پھر بصیر پوری صاحب وسیالوی صاحب کے متعلّق آپ ہی کچھ مناسب رائے دیں حضرت شیخ الاسلامؒ اپنے جدِّ امجد حضرت خواجہ شمس الدّین سیالویؒ کی روایت سے حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کا مقام و مرتبہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں '' آپ شہبازِ طریقت تھے جو کام مولانا رومؒ بڑی توجّہ سے کراماتاً کرتے وہ پیر پٹھانؒ ہنسی کی صُورت میں سرانجام فرما دیتے۔ (ملاحظہ ہو انوارِ قمریہ ص226 مطبوعہ لاہور سنِ طباعت 2002ء)

اِس ملفوظ شریف کا مقصد واضح ہے کہ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ سے اِس قدر کثرتِ کرامات کا ظہور ہوا کہ مولانا رومؒ بھی اُس تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیا پھر پیر پٹھانؒ غیر اسلم اور غیر محفوظ راستہ پر نہ چلے۔

گستاخی نمبر 21. صفحہ 178 پر قطبِ اصلی اور قطبِ نائب کی بحث کرتے ہوئے اور یہ ثابت کرتے ہوئے کہ رسولِ اکرم ﷺ ہی اصل قطب ہیں اور سب حضور ﷺ کے نائب ہیں۔ لہٰذا کسی ولی کو غوثِ پاکؓ کا نائب کہنا مناسب نہیں ہے۔ ذرا گفتگو کا انداز اور تحریر کے تیور ملاحظہ ہوں، کیا کسی باادب سُنّی کا یہ طریقہ ہوسکتا ہے۔ لکھتا ہے ''لو جی اب تو سارے ہی نائب بن گئے کوئی بھی اصلی قطب نہ رہا تو قطبیّتِ اصلیہ وغیر اصلیہ کی بحث کا سرے سے مکمّل خاتمہ ہوگیا اگر کوئی اصل قطب ہے تو وہ صرف رسول ہے ماسوائے رُسلِ عظام کے سارے حضرات نائب قطب ہیں' کیا شیخ عبدالقادر جیلانی اور کیا حضرت بایزید بسطامیؒ اور جو بھی نائب ہیں وہ قطب کے نائب ہیں، جو کہ رسول ہے' نہ کسی اور کے وِللہِ الحمد اب یا تو سب کو اصلی مان لو یا کوئی بھی اصلی نہ رہے گا۔ ؎

مانو نہ مانو جانِ من تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

یہ تو بہت بڑے قادری شیخ کے ارشادات ہیں‘ جن کے دادا پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور جو لسان القوم ہیں۔ اُف! جن پہ تکیہ تھا وہی پتّے ہوا دینے لگے‘‘ اِس قطعۂ عبارت پر ہم تبصرہ نہیں کرتے ۔ قارئینِ کرام خود اندازہ فرمالیں کیا یہ انداز دوستانہ ہے یا دُشمنانہ ۔ گویا پیرانِ پیرؒ کو غیر اصلی قطب ثابت کرکے اُن کا مرتبہ گھٹانے اور اُنہیں مرتبۂ ولایت سے محروم قرار دینے کے بعد بصیر پوری خوشی منا رہا ہے اور سیالوی صاحب اِس خوشی پر اُسے مبارک دے رہے ہیں............ع

یہ بھی نمک حرام ہے‘ وہ بھی نمک حرام

بصیر پوری صاحب کی شمس الفقہائی اور عربی و فارسی علوم میں اُن کی مہارت کا آپریشن تو ہم ان شاء اللہ بعد میں کریں گے یہاں ہم اپنے قارئین کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ موصوف اوزانِ شعر سے بھی نابلد ہیں چنانچہ مقولہ بالا شعر کا مصرعِ اولیٰ شعری وزن سے بھی ساقط ہے جبکہ دوسرا مصرع صحیح ہے اگر ایک مصرع ساقط الوزن تھا تو اُسے لِکھا ہی کیوں ظاہر ہے کہ اُنہوں نے اِسے بہ اعتبارِ وزنِ شعر درست سمجھ کر لکھا حالانکہ وہ ساقط الوزن تھا۔ جس شخص کی علمی و ادبی استطاعت کا یہ حال ہو تو وہ علومِ عالیہ پر بحث کرنے کا مجاز کیسے ہوسکتا ہے۔ نیز علاّمہ سیالوی صاحب کے درج کردہ اشعار پر بھی علمِ عروض وقوافی کی رُو سے گرفت کرنا ابھی باقی ہے اگر اُنہوں نے یہ سلسلہ آگے چلایا تو ہم بھی وَاِن عُدتّم عُدنا پر عمل کرتے ہوئے جواب الجواب میں اِس پہلو سے بھی گفتگو کریں گے۔

گستاخی نمبر 22. صفحہ 185 پر بڑے غضب ناک انداز میں یہ سُرخی قائم کر ڈالی ’’حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال تھے صاحب مقام نہ تھے۔‘‘ اور اِس سرخی کے ضمن میں بہ تحقیق لکھا ’’اصحاب الاحوال مغلوب العقل ہوتے ہیں‘‘ اور پھر

اِس کا نتیجہ نکالتے ہوئے یہ بھی تیر چلا دیا ’’بلاشبہ صاحب حال حُکمِ مجنون میں ہے۔ جو کہ مرفوع القلم ہے‘ پس نہ اُس کے لئے کچھ لکھا جاتا ہے نہ اُس پر‘‘ اِس ترتیب اور تحریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ غوث پاکؒ معاذ اللہ مغلوب العقل اور مجنون تھے۔

حقیقت دیکھ لیں خود جوڑ کر تصویر کے ٹکڑے
یہ میرے دِل کے ٹکڑے ہیں‘ یہ اُن کے تیر کے ٹکڑے

غوثِ پاکؒ جس گلشنِ رسالت کے پھول کی خوشبو ہیں‘ جن کی نسلِ پاک سے متعلق ہیں‘ زمانے کو یاد ہوگا کہ اِن کے نانا جان ختمی مرتبت ﷺ کے بارے بھی کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ معاذ اللہ یہ تو مجنون ہیں‘ پھر اُس محبوبِ دارین کے خالق و مالک نے جس انداز سے اپنے حبیب ﷺ کی ذات سے اِس الزام کو ہٹایا اور الزام دینے والوں کو جن القابِ فضیحہ سے نوازا وہ بھی قرآنِ حکیم میں بہ صراحت موجود ہیں‘ جن کی ترتیب یہ ہے۔ حلَّافٍ بڑا قسم کھانے والا مهينٍ ذلیل هَمَّازٍ بہت طعنے دینے والا مشّآءٍ بنميمٍ بہت اِدھر اُدھر کی باتیں کرنیوالا منّاعٍ للخير بھلائی سے بڑا روکنے والا معتدٍ حد سے بڑھنے والا اثيمٍ گناہ گار عُتُلٍّ دُرشت خو (گردن ٹیڑھی رکھنے والا) زنيمٍ (نُطفۂ بے تحقیق) جس کی اصل میں خطا ہو۔ یقیناً اِن القاب کے حق دار اِس دور کے وہ دوست نُما دشمن بھی ہیں‘ جو مسلمان کہلوا کر بھی اِس پاک گھرانے کی گستاخی میں کوشاں رہتے ہیں۔

شانِ غوثِ پاکؒ میں گستاخیاں‘ بے باکیاں
لعنۃُ اللہِ علیکم دُشمنانِ غوثِ پاکؒ

گستاخی نمبر 23. حضرت پیرانِ پیرؒ کا مقام و مرتبہ گھٹانے کی قسم اُٹھا کر قلم اُٹھانے

والے بصیر پوری صاحب اپنے مخصوص عنادی لہجے میں بزرگانِ دین کے مراتب ناپنے کا پیمانہ یوں متعارف کرواتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کے ارشادات ہی اُن کے مقامات کو واضح کر رہے ہیں حضرت محبوبِ سبحانی محبّتِ الٰہی کے پیالے نوش کرنے کی بات کرتے ہیں اور عشق کے پیالے نوش کر لینے کے بعد اپنے مست ہونے کا ذکر فرماتے ہیں' جبکہ حضرت محبوبِ الٰہی محبّتِ الٰہی کے ہزاروں دریا نوش کرنے کی بات کرتے ہیں اور پھر بھی تشنگی ہے' کیا مجال کہ اسرارِ الٰہی سے کچھ بھی زبان سے سَرزد ہو' جس قدر دریاؤں اور پیالوں میں فرق ہے اُسی قدر محبوبِ سبحانی اور محبوبِ الٰہی کے مراتب ومقامات میں فاصلہ ہے''۔ پھر اس بات کو ہوا دیتے ہوئے شانِ غوثیت میں یوں دست اندازی کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ ''یہ کیسے صاحبِ تمکین اور عظیم الشان صاحبِ صحو ہیں کہ دریا ہائے اسرارِ خداوندی نوش کر جانے کے باوجود تشنہ ہیں اور زبان سے اسرارِ الٰہی میں سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیتے اور پیالے پینے والے جو پیالہ بھی نوش کرتے ہیں مست ہو کر ظاہر کر دیتے ہیں''

اگلے صفحہ نمبر 251 پر اسی تقابل کو یوں نتیجہ خیز ثابت کرتے ہیں۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اُتنا ہی وہ خاموش ہے

حالانکہ اِس محرومِ عقل نے اتنا بھی نہیں سمجھا کہ حضرت محبوبِ سبحانی کے کلام میں پیالوں اور حضرت محبوبِ الٰہی کے کلام میں دریاؤں کا ذکر صرف تمثیلات واستعارات کی بات ہے۔ ورنہ دریا تو دریا سمندر بھی قلبِ مومن کے ایک گوشے میں سما سکتے ہیں۔ ویسے معترضِ خام کو اگر پیالوں کا لفظ زیادہ ہی کھٹکتا ہے تو قرآن مجید میں اہل جنّت کے لئے

پیالوں کا ذکر متعدّد مقامات پر آیا ہے۔

جیسے کہ واكواب موضوعة ، وَكَأْسٍ مِن مَّعِينٍ لَا يُصَدَّعُونَ عنها وَ لَا يُنزِفُون ، وكَوَاعِبَ أترابًا وكأسًا دِهَاقًا ۔ کیا یہ پیالے پینے والے مؤمن درجے میں کم ہوں گے؟ اور پھر غوثِ پاکؒ کو پیالے پی کر راز ظاہر کر دینے کا طعنہ دینے والے طاعن مُلّا اِن اشعار پر کیوں تصویرِ جُبن ومداہنت بن جاتے ہیں۔

ولو القيتُ سرّى فى بحارٍ
لَصارَ الكُلُّ غورًا فى الزّوال
وَلَو اَلقيتُ سرّى فوق نارٍ
لخمدت وَ انطفت مِن سرّ حالٍ

جس ہستی کا رازِ باطنی سمندروں کو صحرا بنا دے' اُس کے آگے دریاؤں کی کیا حقیقت ہے۔ بقولِ راقم۔

جس نے پی ہوئے تسلیم و رضا روزِ ازل
اُسکی دانست میں کیا چیز ہے دریا' پانی

اور پھر اُن کے خوشہ چیں، اُن کی بارگاہِ عالیہ کے فیض یاب اور بزبانِ تشکّر ....ع

کرم کیتا غوثِ اعظمؒ اپنے سردیاں والیاں

کہنے والوں کی جب کیفیّت وحیثیت یہ ہے کہ فرماتے ہیں ''مَیں تو فقیر اُسے سمجھتا ہوں جو معرفت کے سات سمندر پی کر بھی ڈکار تک نہ لے'' تو اُس غوثُ الاغواث اور غیثُ الاغیاث کا کیا مقام ومرتبہ ہوگا۔ تمہاری اپنی ذہنیت گھٹیا ہے' پیرانِ پیرؒ کے مقام کو کم

ثابت کرنے والو! اپنی فطری خرابیوں کا علاج کراؤ' بقولِ صائب تبریزیؒ ۔

اے کہ خودرا در دلِ مازشت منظر دیدہ ای
رُوئے خودرا چارہ کن! آئینۂ مازرد نیست

گستاخی نمبر 24. اب ہم بصیر پوری صاحب کی کتاب کے صفحہ 251 سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، ذرا نگاہِ انصاف سے پڑھیے اور پھر اندازہ کیجئے کہ یہ حضرت کس بُری طرح بُغضِ غوثیہ میں مُبتلا ہو کر حدیثِ قُدسی میں واردشدہ اِس وعید شدید کے مستحقِ وحید بن کر جبّارِ عنید بن چکے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے من عادی لی ولیًا فقد آذنتہٗ بالحرب.......(الحدیث) غور کیجئے لکھتے ہیں''حیرت ہے جن غالی لوگوں کے شیخ تمام عُمر بوجہ سکر وفنا وعروج وحال وادلال وزھو وعموم و دعاوی طویلہ وعریضہ و شطحیاتِ کثیرہ کا بکثرت اظہار فرماتے رہے' وہ ہمارے مشائخ کو جو تامدّتِ حیات مقامِ عبودیّتِ محضہ میں رہے اور کامل ترین اصحابِ صحو تھے' کم قرار دیتے ہیں' ایسے ہی موقع کے لئے کسی نے یہ شعر کہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے[1]''

گستاخی نمبر 25. اِسی صفحۂ مذکور پر ہی پھر اپنی جہالت، کم علمی، حقائق سے بے خبری، نارسائیِ فہم، سُوءِ حفظ' اکابرین کے کلامِ بلند کی حقیقت سے ناآشنائی اور بزرگانِ دین

[1]: اِس عبارت پر تبصرہ کرنا ضروری نہیں کیونکہ ''عیاں راچہ بیاں'' البتہ اِس میں جو لمبے عطف ڈالے گئے ہیں اُن کو دیکھ کر ہر سمجھدار قاری بصیر پوری صاحب کی جہالت کا اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے۔(منہ)

کے بُغض کی لت سے مجبور ہو کر حضرت رئیس المکاشفین ابنِ عربیؒ کے کلامِ مُعجز نظام کو سیاق وسباق سے کاٹ کر، خیانتِ معنوی اور عبارتی بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے بصیر پوری صاحب پھر ہرزہ سرائی کرتے ہیں'' قادری حضرات کے شیخِ اکبر حضرت ابنِ عربی قادری فرماتے ہیں، فانّ حکمَ صاحب الحال حکم المجنون ارتفع عنہ القلم'' گویا بصیر پوری نے حضرت غوثِ پاکؒ کو مجنون (دیوانہ) اور پورے سلسلۂ عالیہ قادریہ کو دیوانوں کی دنیا ثابت کرنے کی سعیِ نامُراد کی ہے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے وابستگان کے مابین نفرت کی دیوار کھڑی کرتے ہوئے سلسلۂ چشتیہ کو مکمّل خرد کی آگہی اور سلسلۂ قادریہ کو مکمّل دیوانگی کی بے خبری قرار دے دیا، حالانکہ اِس عقل وخرد سے پیدل جاہلِ مرکّب کو اِتنا بھی پتہ نہیں' وہاں عقل وخرد کے معانی اور تقاضے کچھ اور ہو جاتے ہیں، بقولِ علّامہ اقبال لاہوریؒ ۔

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لَا یحزنوں کر
خرد کی گُتھیاں سُلجھا چُکا میں
مِرے مولا! مُجھے صاحب جنوں کر

احناف کے نزدیک اصولِ فقہ کی معتبر کتاب نُورالانوار میں مذہبِ اہلِ سنت کو مختار اور لفظِ صراطِ مستقیم کا مصداق یوں قرار دیا گیا۔ وعلٰی طریقِ سلوک جامع بین المحبّة والعقل فَلا یکونُ عشقًا محضًا مفضیًا اِلی الجذب ولا عقلًا صِرفًا موصِلًا اِلی الالحادِ والفلسفة نعوذُ باللہ منہٗ یعنی

لفظِ صراطِ مستقیم کا مصداق وہ مذہبِ حق ہے جو عقل اور محبت کا جامع ہے۔ نہ محض عشق اور نہ فقط عقل کا۔ علاوہ ازیں سلطانُ الزّاہدین بابائے چشتیاں حضرت فرید الدّین مسعود گنجِ شکرؒ نے جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی زری زربخش دہلویؒ کو اپنی خلافت سے نوازا تو آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ہمارے مشائخ کے نزدیک خلافت کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے' جو تین کمالات کا جامع ہو۔ اوّل علم' دوم عقل' سوم عشق۔ چوں کہ تم میں یہ تینوں کمالات موجود ہیں اِس لئے تمہیں خلافت دے رہا ہوں۔ حضرت میر خوردؒ کی اپنی تحریر ملاحظہ ہو: از سلطان المشائخ قدّس سرّہٗ سوال کردند کہ کدام اوصاف است کہ آدمی بداں مستوجبِ خلافتِ مشائخ می گردد۔ اُو فرمود کہ اوصافِ ایں کار بسیار اَست۔ فامّا درآں ایّام کہ خواجۂ من مرا بدولتِ خلافتِ خود رسانید۔ روزے مرا گفت: باری تعالیٰ ترا علم و عقل و عشق دادہ است و ہر کہ ازیں سہ صفت موصوف باشد از وخلافتِ مشائخ نیکو آید[1] چنانچہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کو محض خرد کی زنجیر میں پابند کرنا خود اِس سلسلۂ عشق و محبّت کی توہین بھی ہے۔ بقولِ عربی شاعر۔

اذا کانَ الغُرابُ دلیلَ قومٍ　　　سیهدیهم طریقَ الهالکینا[2]

گستاخی نمبر **26.** اِسی صفحۂ مذکور 251 پر مزید گُل کاری ملاحظہ ہو لکھا ہے

''حضرت محبوبِ سبحانی قدّس سرّہٗ ساری زندگی صاحبِ سُکر و حال و ادلال ہی رہے اور عُمر شریف کے آخری چار دن میں عبدیّت و نزول کی طرف کسی قدر رجوع نصیب ہوا

---

[1] ملاحظہ ہو: سیر الاولیاء فارسی' از سیّد محمد بن مبارک علوی کرمانی' المعروف بہ میر خورد' ص355 مطبوعہ مؤسسہ انتشاراتِ اسلامی لاہور۔

[2] ترجمہ: کہ جب کوّا کسی قوم کا راہبر بن جائے تو وہ اُنہیں تباہی اور ہلاکت کے راستہ کی طرف ہی راہنمائی کرے گا۔

مقامِ عبدیّت عبدیّت و نزول تام نہ ہو سکا''۔

اندازہ کیجئے بصیر پوری صاحب کی بے بصیرتی کا اور پھر ان کے مقرّ ظ، مصدِّق اور مؤیّد سیالوی صاحب کی تقلیدِ کورانہ کا کہ جس شخصیّت کی ساری زندگی تعلیم و تدریس، وعظ و نصیحت، ارشاد و سلوک، تصنیف و تالیف اور وادیٔ معرفت کی سیر و سیاحت میں گزری' جس کا فتویٰ پورے عراق میں مسلّم اور حرفِ آخر ہوتا تھا' جس کی مجلسِ وعظ میں محدّثینؒ فقہاءؒ علماء' اولیاء' رجال الغیب' جنّات اور ذی شعور و عقل انسانوں کا ستّر ستّر ہزار کا اجتماع ہوتا تھا' بیک وقت چار چار سو قلم دوات مواعظ و خطبات کو تحریر کرنے کے لئے موجود ہوتے تھے' ہر مجلس میں سینکڑوں کافر مسلمان ہوتے' فُسّاق و فُجّار تائب ہو کر صاحب مقام بنتے' عشقِ الٰہی کی حدّت و تاثیر سے کئی کئی جنازے اُٹھتے' کامل اولیاء اُسی وعظ میں اپنے مدارج سلوک طے کرتے، دُور دراز کے اولیائے وقت حلقے بنا کر بیٹھتے اور باادب ہو کر وعظ سُنتے، کوثر و تسنیم کی تاثیر میں رچی بسی ہوئی جس کی زبان کا نکلا ہوا ہر ہر جملہ کتاب و سنّت کی تائید سے مؤیّد اور صحابہ و تابعین کے اقوال سے مؤثّق ہوتا' جس کی تالیفات آج تک علماء و فقراء میں حجّت سمجھی جاتی ہوں۔ ایسی ذاتِ عالیہ کے متعلّق ایسے گرے ہوئے جملے لکھنا اور پھر اُن جملوں کی تصدیق کرنا کسی پرلے درجے کے پاگل' جاہل' اور بے حمیّت ہی کا کام ہو سکتا ہے' کسی شمس الفقہاء اور شیخ الحدیث سے ایسی جہالت و دنائت کی توقّع ہرگز نہیں کی جا سکتی۔ اور پھر اِن الفاظ پر تو باضمیر انسان چونک اُٹھتا ہے۔ ''آخری چار دن میں عبدیّت و نزول کی طرف کسی قدر رجوع نصیب ہوا'' لفظ ''کسی قدر'' اور ''نصیب ہوا'' پر غور ہو' یعنی غوثِ پاکؒ کے مقدر میں تھوڑی سی سعادتِ عبدیّت

آئی۔ کاش یہ بے لگام اضلّ مِنَ الانعام سعادت ونصیب کے مفہوم سے کچھ واقف ہوتا اگر زیادہ توفیق نہیں تھی تو اِسی ایک شعر پر ہی غور کر لیتا۔

درستُ العلمَ حتّی صِرتُ قُطبًا
ونِلتُ السّعد من مَولَی المَوالی

گستاخی نمبر 27. قارئینِ باتمکین! ذرا انصاف و دیانت کے تقاضے ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل فقرات پر غور فرمائیں' کیا تاریخ اسلام میں کسی ذی عقل و شعور اور صاحب علم وفقر شخص کے قلم سے ایسے فقرات کا ظہور ہوا' یا آج تک کسی سیانے اور سمجھدار بھلے مانس آدمی نے بزرگانِ دین کے مابین موازنہ و مقابلہ کی یوں رسم جاری کرتے ہوئے یہ طریقہ جاہلانہ اختیار کیا' جو حضرت بصیر پوری صاحب نے متعارف کروایا اور اشرف سیالوی صاحب قبلہ نے جس کی تصدیق کر کے سیاہ بختوں میں اپنا نام لکھوایا۔ تحریر ملاحظہ ہو۔

''ہم اپنے شیخ کی سُنّت ادا کرتے ہوئے وہی کچھ آج کے غالی قادری حضرات کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پہ کہتے ہیں علیٰ رؤس الاشہاد کہتے ہیں' ہم اپنے اکابر مشائخ کرام کو سمیت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے کسی بھی سلسلہ کے اکابر مشائخ سے کم نہیں سمجھتے' بلکہ اعلیٰ ترین وافضل ترین سمجھتے ہیں اور یہ صرف اظہارِ عقیدت ہی نہیں' ایک حقیقتِ واقعیہ ہے' جو دلائلِ قاہرہ سے ثابت ہو چکی ہے اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے یہی سارے چشتیوں کا عقیدہ ہے اور بالفرض اگر کسی کا یہ عقیدہ نہ ہے تو وہ اپنے عظیم ترین مشائخ کے فیض سے محروم ہے''۔

کیا یہی سارے چشتیوں کا عقیدہ ہے یا بصیر پوری صاحب کی محض لاف زنی ہے' یہ الگ موضوع ہے اور یہ بے بصیرت ملاّ کون ہوتے ہیں' مشائخ کے فیض سے لوگوں کو محروم کرنے والے' ہم اِس سعادت وبصیرت سے محروم ذاتِ شریف کو صرف آیتِ قرآنی کا ایک حصّہ ہی سُنا کر شرم دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے أھُم یقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بینهم.الآیة (پارہ۲۵) ترجمہ: کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو' ہم نے بانٹ دی ہے۔

گستاخی نمبر 28. ذرا یہ انداز بھی ملاحظہ فرمائیں جو کتاب کے صفحہ 278 پر اختیار کیا گیا۔ ''اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک ایسا شیخ جس کی ساری زندگی فخر وادلال اور سکر وحال میں گزری ہے' اُس کی زندگی کے آخری ایّام میں یک لخت تغیّر وانقلاب کیوں واقع ہو گیا؟ اس کی زندگی کے آخری ایّام میں کس ایسی مقدّس ہستی کا فیض ہوا کہ ساری زندگی کے ادلال و ناز کو چھوڑ کر مقامِ عبدیّت و نیاز کی طرف آ گئے اس تغیّر کی شہادت سب اکابرین دے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسی مقدّس ہستی حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری قدّس سرّہٗ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ آخری دِنوں میں اِنہی سے صحبت اور اِنہی کے فیض کا ذکر ملتا ہے' یہ مشائخِ چشت اہلِ بہشت کی ہی برکت تھی اس لئے کہ عجز و نیاز و عبودیّت سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی فطرت میں شامل ہے''

تبصرہ: بصیر پوری صاحب کی اِس عبارت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کی تحقیق کے مطابق حضرت پیرانِ پیرؒ ' حضرت غریب نوازؒ کی صحبت میں رہ کر فیض یاب ہوئے۔ اگرچہ یہ بات قطعاً غلط ہے' مگر بقولِ بصیر پوری اُن لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ضرور ہے

جوغوثِ پاکؒ اورغریب نوازاجمیریؒ کی ملاقات کے قطعی منکر ہیں کہ اِن ہر دو حضرات کی ملاقات تاریخ سے ثابت ہی نہیں، لیکن حیرت اِس بات پر ہے کہ جب غوثِ پاکؒ کے غریب نواز اجمیریؒ سے فیض یافتہ ہونے کا ذکر آئے تو بصیر پوری صاحب کی طرح اُن کی ملاقات کا ذکر بہ ایں الفاظِ مذکورہ کیا جاتا ہے، مگر جب غریب نوازؒ کے غوثِ پاکؒ سے فیض پانے اور گردن جُھکانے کی بات کی جائے تو اِس بات کا سرے سے انکار ہی کر دیا جاتا ہے، جب کہ ہم بحوالۂ مقابیس المجالس لکھ آئے ہیں کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا کہ اگر غوثِ پاکؒ کے قدمي هذهٖ کے اعلان کے وقت خواجۂ اجمیریؒ ابتدائی مراحل میں ہونے کے سبب اصحابِ رقبہ میں سے نہیں ہو سکتے تو اُن کے شیخ خواجہ عثمان ہرونیؒ یا پھر اُن کے شیخ حضرت حاجی شریف زندنیؒ ضرور اصحابِ رقبہ میں سے ہوں گے۔

چونکہ بصیر پوری صاحب کے نزدیک بھی حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی شخصیت حُجّت کا درجہ رکھتی ہے، اِسی لئے تو موصوف نے اپنی کتاب حکایتِ قدمِ غوث میں آپ کے ارشادات کو بہ طورِ سند پیش کیا ہے، ظاہر ہے کہ بصیرپوری صاحب اور ہمارے نزدیک بھی حضرت خواجہ صاحبؒ ایک ایسے مستند چشتی نظامی اور عارف باللہ شیخِ کامل تھے، جن کا سینۂ بے کینہ عرفان وتقویٰ کے انوار کا تجلّی خانہ ہونے کے سبب کشف وکرامت کا ایک شفّاف آئینہ بھی تھا۔

کیا بصیر پوری صاحب اور اُن جیسا کوئی دوسرا چشتی نظامی یہ کہنے کی جسارت کر سکتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ نے یہ بات بس یونہی کہہ دی تھی، اِس کا حقیقت سے کوئی تعلّق نہیں۔ جب ہم سب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نگاہِ ظاہر کے ساتھ نگاہِ باطن بھی

رکھتے تھے تو پھر ہم یہ بات تسلیم کر لینے میں آخر کیوں ہچکچاتے ہیں کہ خواجہ غلام فریدؒ نے قدمي هذهٖ کے سلسلے میں خواجہ عثمان ہرونیؒ یا پھر حاجی شریف زندنیؒ کے اصحابِ رقبہ میں سے ہونے کا جو تذکرہ ''ضرور ہوں گے'' کے تاکیدی الفاظ میں فرمایا ہے، وہ مبنی بر حقیقت ہے۔ معاذ اللہ اِسے ہم سرِ راہ بیٹھے کسی مخبوط الحواس اور کور باطن ملنگ کا قولِ لغو تو قرار نہیں دے سکتے، بلکہ ہمیں یہ ایک ایسے مستند اور جامع الصّفات شخص کا ایک ایسا مبنی بر حقیقت ارشاد تسلیم کرنا پڑے گا، جو معارف وحقائق، درد وگداز اور علومِ ظاہری و باطنی کے حوالے سے مجمع البحرین حیثیت کا حامل تھا۔ اگر بالفرض حضرت خواجہ صاحبؒ اِس روایت کو بصیر پوری اور سیالوی صاحب کی طرح محض ایک حکایتِ بے سند کا درجہ دے دیتے تو اِن ہر دو حضرات کی طرح اُن کو ایسا کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرّحمہ نے بہ سلسلۂ قدمي هذهٖ جو کچھ فرمایا، اپنے باطنی کشف کی آنکھ سے دیکھ کر فرمایا تھا۔ بصیر پوری اور اُن کے ہم نواؤں کے نزدیک اگر حضرت خواجہ صاحبؒ کے دوسرے اقوال سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ تو قدمي هذهٖ کے سلسلے میں آپ کا محوّلہ بالا ارشاد درجۂ اعتبار وسند سے کیوں کر ساقط قرار دیا جا سکتا ہے، یہ تو أفتؤ منُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ط والی بات ہوئی۔

خلاصۂ بحث یہ کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے محوّلہ ارشاد کے تحت اگر حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ یا اُن کے شیخ حضرت حاجی شریف زندنیؒ ہی کو گردن جُھکانے والوں میں تسلیم کر لیا جائے تو اُردو ضرب المثل ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں کے مطابق بعد کے مشائخ خود بخود اصحابِ رقبہ میں آ جاتے ہیں، اُستادوں کا اُستاد جس کے آگے جُھک

جائے' اُس کے شاگرد مرتبۂ اُستادی پر فائز ہونے کے باوجود جُھکنے والوں کے شمار میں آجاتے ہیں' یہ کیسے ممکن ہے کہ اُستاد تو جُھک جائے' مگر شاگرد اپنے اُستاد کے اتبّاع سے رُوگردانی وانکار کرتے ہوئے خود کو اِس سے خارج تصوّر کریں۔

یہی حال ایک شیخ اور اُس کے خلفاء و مریدین کا ہے کہ اگر شیخ یا اُس کے شیخ کا شیخ کسی کی عظمتِ خداداد کے آگے اپنا سر جُھکا دے تو یوں سمجھئے کہ اُس کے بعد قیامت تک آنے والے تمام خلفاء و مریدین اُسکے سامنے جُھک گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سلسلۂ طریقت کا ایک عظیم سربراہ وشیخ تو جُھک جائے' مگر اُس کے بعد آنے والے اُسی سلسلہ کے خلفاء اُس شخصیّت کے سامنے جُھکنے سے انکار کردیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ سیالوی اور بصیر پوری صاحبان جیسے سعادت مند اور ہونہار شاگرد اپنے دادا یا پردادا اُستاد کے کسی بڑے کے سامنے جُھکنے یا اُس کے آداب بجالانے کا ناقابلِ تردید ثبوت پاکر بھی اپنے کبرِ علم کے ہاتھوں مجبوری کے باعث بدستور اکڑے رہیں کہ ہمارا دادا یا پردادا اُستاد تو ضرور جُھکا ہوگا' مگر آخر ہم کس خوشی میں یہ مفت کی ذلّت گوارا کرلیں۔ بلکہ أنا خَيرٌ مّنه الخ

قارئینِ گرامی! علمائے ظاہر کی دنیا تو محض چند کھوکھلے الفاظ پر اترانے والوں کی بے معنیٰ دنیا ہوتی ہے اور پھر ایسے لوگ تو صرف الفاظ کے آڑھتی ہوا کرتے ہیں' جب کہ اِس کے برعکس دنیائے تصوّف ایک ایسی مستقل دنیائے حقائق ومعانی ہے کہ اِس دنیا کے نکتہ رس باشندے پیکرِ الفاظ میں نگارِ معنیٰ کی مکمّل زیارت کرلیا کرتے ہیں' علّامہ اقبالؒ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اِسی حقیقت یاب نگاہ کے حصول کی التجا کرتے ہوئے کہا تھا۔

ع..................

در باده نشه رانگرم آں نظر بده

دنیائے فقر تو ایسی دُنیا ہے کہ اِس دنیائے خود سپردگی میں رعونت و کبر نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی' بلکہ تصوّف کی اِس ادب گاہ میں جن نُفوسِ قُدسیہ کی نگاہیں جس جلوۂ ذات کی متلاشی رہتی ہیں اور وہ خود جس امرِ غیبی کے منتظر رہتے ہیں' اُنہیں جہاں بھی وہ جھلک نظر آتی ہے وہیں جُھک جاتے ہیں بقولِ کسے ؎

جس جگہ تیری جھلک پائی' وہیں ڈوب گئے
ہم نے قطرے پہ کیا غور' نہ دریا دیکھا

اور پھر اِن کا یہ جُھکنا غیبی امر کے سامنے جُھکنا ہوتا ہے' علاوہ ازیں اِس دنیا کے لوگ تو آناً فاناً عالمِ کشف میں جاکر حقیقتِ حال دریافت کر لینے کا کمال بھی رکھتے ہیں۔ یقیناً یہی وجہ ہے کہ کسی مُستند تاریخی حوالے سے اکابر مشائخِ چشت کے ہاں قدمي هذهٖ کے معاملہ میں صریح انکار کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ہم نے اپنی اِس کتاب میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ' حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت مولٰنا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ اور دیگر حوالوں سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ مشائخِ چشت نے قدمي هذهٖ کے فرمان کا کہیں بھی انکار نہیں فرمایا' اگر پھر بھی بصیر پوری اور سیالوی صاحبان اپنی دیرینہ عادت سے مجبور ہوکر یہ کہیں کہ قدمي هذهٖ کے سلسلے میں اکابر مشائخِ چشت کے اقرار وتسلیم کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا' تو پھر اِن ہر دو حضرات پر لازم ہے کہ وہ کسی مُستند حوالے سے

اکابر مشائخِ چشت کے صریح انکار کا کوئی ٹھوس ثبوت ہی فراہم کر دکھائیں۔ یہاں قابلِ غور امر یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو کئی حوالوں سے اکابر مشائخِ چشت میں سے ایک عظیم شیخ کے گردن جھکانے کا ثبوت مل رہا ہے' کما ذکرناہ آنفاً جب کہ دوسری طرف کسی ایک مستند حوالہ سے بھی یہ ثبوت نہیں ملتا کہ اکابر مشائخِ چشت میں سے کسی ایک عظیم شیخ نے بھی قدمی ھذہٖ کے اپنے اوپر اطلاق سے انکار کیا ہو۔ فیصلہ منصف مزاج قارئین پر ہے کہ اب تاریخی اعتبار سے کس بات کو ترجیح دیئے جانے کا حق ملنا چاہئے آیا اِس بات (یعنی اقرار) کو کہ جس کا ذکر کُتبِ تاریخ میں پایا جاتا ہے' یا اِس بات (یعنی انکار) کو کہ جس کا تذکرہ کسی مستند تاریخی کتاب میں نہیں ملتا؟ میں یہ بحث لکھ رہا تھا کہ اچانک مجھے فارسی کے عظیم صوفی شاعر حضرت مرزا عبدالقادر بیدؔل دہلویؒ کی ایک رباعی یاد آ گئی' جس میں بیدلؒ نے مقتدی کے لئے اپنے مُقتدٰی کے اتباع کو امرِ فطری قرار دیتے ہوئے ایک خوبصورت اور پریکٹیکل مثال سے سمجھایا ہے' فرماتے ہیں۔

در ہر راہے کہ مقتدا می اِستد
پیرو ، بے اختیار وا می اِستد
سیلاب بہر کجا سرش خُورد بہ سنگ
ہر موج کہ باشد بہ قفا ' می اِستد[له]

له : ترجمہ: جس راستے میں راہنما رُک جاتا ہے، مُرید کو اُس کے پیچھے بے اختیار (آٹومیٹک) رکنا پڑتا ہے' سیلاب کے پانی کو پتھر سے ٹکرانے کے سبب جہاں بھی رُکنا پڑے تو اُس کے پیچھے آنے والی موجوں کی قطار کو فطری طور پر رکنا ہی پڑتا ہے (منہ)

گستاخی نمبر 29. کتاب کے صفحہ 280 پر یہ عبارت لکھ ماری' جسے پڑھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ یہ کس شقی کے قلم سے نکلی اور پھر کس ازلی بدبخت نے ایسی کتاب پر تقریظ لکھ کر اپنا نام ہمیشہ کے لئے اشقیاء کے زمرے میں لکھوالیا۔ عبارت ملاحظہ ہو ''حضرت شیخ اپنی شان میں قصیدوں پر قصیدے لکھتے رہے اور ساری زندگی دعاویِ طویلہ وعریضہ وکثیرہ کا اظہار فرماتے رہے' مگر آپ بوجہِ سکر و حال معذور تھے' جب اِس مقام سے آگے گزرے' توبہ واستغفار کی' ورنہ اسے زیادہ سے زیادہ مباح کے درجے میں شمار کروگے جبکہ متقین کا ورع وتقوٰی تو مباحات میں ہی ہوتا ہے' حضرت ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں فالورع ماھو مع المباحِ''

تبصرہ: ہم اِس عبارت کے متعلق یہاں بالاختصار صرف دو باتیں لکھتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ بقولِ شما ساری زندگی جو شخص طویل وعریض دعوے کرتا رہا اور اپنی شان میں قصیدوں پر قصیدے لکھ کر خودستائی کرتا رہا' وہ کب اِس مقام سے گزرا' اور تم یہ بھی زہر اُگل چکے ہو کہ موت سے کچھ دن پہلے عبدیّت کی طرف رجوع ہوا' یعنی بالفاظِ دیگر غوثِ پاکؒ کی پوری زندگی دھوکے اور اندھیرے میں گزری۔ معاذ اللہ ثمّ معاذ اللہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تمہاری دانست میں پیرانِ پیرؒ کے لئے اِن دعاوی کا اظہار اور اپنی شان میں قصیدے لکھنا مباح (جائز) تھا۔ اور متقی اُسی کو کہا جاتا ہے' جو مباح (جائز) کام سے بھی پرہیز کرے' لہٰذا اگر غوثِ پاکؒ متقی ہوتے تو ہرگز ایسے دعوے نہ کرتے تو گویا آپ کو تقوٰی کا مقام بھی حاصل نہ ہو سکا اور پوری زندگی آپؒ متقی بھی نہ بن سکے' غوثیت' قطبیت اور فردیت تو دُور کی بات ہے' آپؒ تو متقی بھی نہ تھے۔ (معاذ اللہ)

لو جناب رہی سہی کسر بھی نکل گئی' اب اِس عبارت پر تبصرہ اور غور و فکر کا حق ہم قارئین کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ ویسے بہ طورِ تناقضِ عبارت یہ یاد رہے کہ پہلے یہی بے بصیر پوری صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 58 پر لکھ آئے ہیں کہ جن کو اظہار کا امر دیا جائے' اُن پر اظہار واجب ہوتا ہے یہاں صرف مباح لکھ دیا۔ جتنا فرق واجب و مباح کے مابین ہے' اُتنا ہی فرق بصیرت و دانائی اور بصیر پوری وسیالوی صاحب کے درمیان بھی ہے........ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تابہ کجا

گستاخی نمبر 30. کتاب کے صفحہ 282 پر پہلے تو لکھا'' بکثرت کرامات کا ظہور (پیرانِ پیرؒ سے) اِس لئے ہوا کہ آپ تامدّتِ حیات صاحب حال رہے' صاحب مقام نہ ہو سکے'' پھر ایک سیڑھی اور چڑھتے ہوئے لکھ دیا'' کامل جس قدر مقام میں بلند ہو جاتا ہے' حال میں اُسی قدر کم ہو جاتا ہے.......... حال اِس دنیا میں نقص ہے.......... حال والے لوگ معرفتِ خُداوندی حاصل نہیں کر سکتے ہیں' پردے میں ہوتے ہیں' یعنی اُن کے اور عرفانِ ذات کے مابین حجاب حائل ہو جاتا ہے.......... اور صاحب حال کا حکم مجنون کی طرح ہوتا ہے۔ اُس سے قلم اُٹھالیا جاتا ہے''

یہاں تک طبیعت سیر نہ ہوئی تو آخر کار یہ بھی لکھ مارا'' لہٰذا بکثرت ظہورِ کرامات دلیلِ افضلیت نہیں' بلکہ اعلیٰ تر مقامِ عبودیّتِ محضہ کی نسبت سے دلیلِ مفضولیّت ہے' نیز آپ سے کسی ایسی عجیب و غریب کرامت کا صدور نہیں ہو سکا' جس کا ظہور کسی اور سے نہ

ہو سکا ہو' اے مرتکبِ توہینِ پیرانِ پیرؒ! ؎

ذہناً مفلس ہے تُو' حسد کرتا ہے
محسود کو پیش' خود کو رد کرتا ہے
جو کچھ وہ کسی کو دے' یہ اُس کی مرضی
خالق پہ بھی اعتراض' حد کرتا ہے

گستاخی نمبر 31. امّت کے حق میں تحدیثِ نعمت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اپنی شان میں قصائد پر قصائد لکھتے رہو اور دوسروں پر اظہارِ فخر و زھو کرتے رہو' یاد رہے کہ غوثِ پاکؒ کے فرموداتِ دالّہ بر شانِ فردیّت و امتیاز کو اما بنعمة ربك فحدّث کا فیضان حضرت گولڑوی پیر سیّد مہر علی شاہؒ نے قرار دیا ہے' جن کی تردید کرتے ہوئے بصیر پوری صاحب بیک وقت غوثِ پاکؒ اور پیر سیّد مہر علی شاہؒ پر برابر برس رہے ہیں۔ مگر ان دل کے اندھوں کو بقولِ علاّمہ سیمابؔ کیا معلوم کہ ؎

بڑے پردے ہیں اے سیمابؔ علم و جہل میں حائل
جو خود ہو بُولَہَب وہ کیا مری پیغمبری سمجھے[1]

---

[1] یاد رہے کہ یہاں پیغمبری کا لفظ اپنے شرعی معنی (نبوّت و رسالت) میں ہرگز مستعمل نہیں بلکہ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ جس طرح ابولھب نے پیغمبرِ اسلام کی لائی ہوئی کتاب برحق کو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود بھی نہ سمجھا اور ہمیشہ انکار ہی کرتا رہا اسی طرح علاّمہ سیمابؒ فرماتے ہیں کہ میرے کلام کو معانی و بلاغت کا شاہکار ہونے کے باوجود میرا مخالف نہیں سمجھ سکتا۔ لہٰذا یہاں علاّمہ سیمابؒ نے اِس لفظ کو اُسی معنیٰ میں استعمال کیا' جس معنیٰ میں فارسی کا یہ لفظ مندرجہ ذیل مشہور قطعہ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

در شعر سہ تن پیمبرانند
ہر چند کہ لَا نَبِیَّ بَعدِی
ابیات و قصیدہ و غزل را
فردوسی و انوری و سعدی

مولوی اشرف سیالوی صاحب کی عبارتِ تقریظ میں موجود گستاخیاں

مولوی اشرف سیالوی صاحب نے مولوی بصیر پوری صاحب کی کتاب پر جو تقریظ لکھی، اُس میں تین قسم کی جسارت کی گئی ہے۔

نمبر 1. شانِ غوثیہ میں گستاخی۔

نمبر 2. حضرت فاضل بریلویؒ کی تحقیق سے اختلاف اور اُن کے نظریہ و تحقیق کا جارحانہ ردّ و ابطال۔

نمبر 3. حضرتِ گولڑوی پیر مہر علی شاہؒ سے اختلاف اور اُن کے دلائل کا استہزاء و ابطال۔

سب سے پہلے شانِ غوثیہ میں کی گئی گستاخیوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

گستاخی نمبر 1: کتاب کے صفحہ نمبر 39 پر لکھا ''نیز اپنے دعوٰی یا لوگوں کے ادّعاء میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس اظہار و اعلام اور ادّعاء و اعلان میں جو فرق ہے، وہ بھی اِس حقیقت کا غماز ہے کہ کسرِ نفسی نے کس بلندی پر فائز کر دیا۔''

تبصرہ: اِس عبارت کا سیاق و سباق کے تناظر میں مفہوم یہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرّہٗ العزیز نے ساری عمر انکسار و تواضع میں گزار دی اور اپنی طرف سے کسی قسم کا کوئی دعوٰی نہیں کیا، لٰہذا اللہ تعالیٰ نے خواجۂ اجمیرؒ کو اس بلند مرتبہ پر پہنچا دیا کہ بوقتِ وصال آپ کی پیشانی مبارک پر قلمِ قدرت کے ساتھ لکھا گیا حبیبُ اللّٰہ ماتَ فی حُبّ اللّٰہ۔ جبکہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے تواضع و انکسار کے بجائے دعاوی و شطحیات سے کام لیا، آپ اپنے آپ کو خود محبوبِ سبحانی اور غوثِ اعظم کہتے

کہلواتے رہے۔ لٰہذا آپ کو عُروج مرتبہ حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ تواضع، محمود اور اُس کی ضد تکبّر، مذموم ہے۔ لٰہذا غوث پاکؒ ایک فعلِ مذموم کے مرتکب ہوئے، جبکہ خواجۂ اجمیریؒ نے فعلِ محمود اختیار فرمایا۔ گویا خواجۂ اجمیریؒ کے مقام و مرتبہ کا اعلان بارگاہِ خداوندی سے کیا گیا، جبکہ پیرانِ پیرؒ نے اِس تمام بزرگی و فضیلت کا دعوٰی خود کیا، بارگاہِ خداوندی سے اُنہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ معاذ اللہ یہ حیثیت ہے غوثِ پاکؒ کی سیالوی صاحب کے نزدیک۔ حالانکہ بقولِ راقم الحروف ؎

وہ مالکِ کُل ہے، اقتدار اُس کا ہے
اجرائے قضا میں اعتبار اُس کا ہے
تُو کون ہے فیصلہ سنانے والا
عزّت، ذلّت پہ اختیار اُس کا ہے

گستاخی نمبر 2: کتابِ مذکور کے صفحہ 41 پر حضرت ابنِ عربیؒ کی عبارت کو بغیر سمجھے اور بغیر غور کیے، بلکہ مؤلف کی اندھی تقلید کی رَو میں بہہ کر حضرت غوثِ پاکؒ کے متعلق یہاں تک لکھ دیا، ملاحظہ ہو ''جیسے کہ شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ، پس وہ اپنے ہم مرتبہ اور ہم منصب لوگوں پر برتری اور فضیلت ظاہر کرتے ہیں اور اپنے سے بلند مرتبت حضرات پر بھی اور یہ اہل اللہ کے نزدیک اِس طریق میں سوءِ ادب ہے، بہ نسبت محفوظ اللّسان حضرات کے ....اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اُن حضرات میں سے تھے، جنہوں نے اولیاء اور انبیاء پر اپنے حال کے مطابق حق کی صورت میں شطح سے کام لیا، پس محفوظ اور معصوم زبان والے نہ تھے۔''

تبصرہ: اگر چہ اپنے خُبثِ باطنی اور دیرینہ تعصّب کو چُھپانے کے لئے اِن حضرات نے حضرت ابنِ عربیؒ کی عبارت کا سہارا لیا' مگر اندر کا چور کہاں چُھپا رہ سکتا ہے؟ لہٰذا ایک تو اُنہوں نے عبارت کو اپنے سیاق وسباق سے توڑ کر توجیه القول بِمالا یرضٰی به القائل کے مصداق حضرت پیرانِ پیرؒ کی ہتکِ شان میں ناروا استعمال کیا۔ دوسرا یہ کہ ترجمہ میں بھی زبردست خیانت کا مظاہرہ کیا۔ بقول اِن کے حضرت ابنِ عربیؒ نے حضرت پیرانِ پیرؒ کے متعلق یہ لکھا فکان غیر معصوم اللّسان یعنی آپ معصوم زبان والے نہ تھے' زیادہ سے زیادہ اِس کا معنٰی یہی کر سکتے ہیں کہ مقامِ معصومیّت چونکہ انبیائے کرام کے علاوہ اولیائے عظام کو حاصل نہیں ہوتا' لہٰذا پیرانِ پیرؒ معصوم اللّسان نہ تھے۔ لیکن اِن حضرات نے ساتھ یہ حاشیہ بھی چڑھا دیا ''پس محفوظ و معصوم زبان والے نہ تھے'' جبکہ اولیائے عظام محفوظ ضرور ہوتے ہیں' اِن کے بقول پیرانِ پیرؒ محفوظ بھی نہ تھے تو گویا آپؒ ولی بھی نہ رہے۔ اللہ اللہ خیر سلّا۔ سیالوی صاحب کا مُحوّلہ بالا اندازِ تحریر آپ نے ملاحظہ فرما لیا' مجھے تو بقول اُن کے اردو بھی نہیں آتی' اِس کے باوجود بادلِ ناخواستہ وہ میری درج ذیل اُردو رباعی اپنی نگاہِ کیف اثر سے ضرور گزار لیں ؎

پہلے لفظوں میں رنگ بھرنا سیکھو — پھر بحرِ معانی میں اُترنا سیکھو
معلوم ہے' جس قدر ہو تم پانی میں — باتیں نہ چباؤ! بات کرنا سیکھو

یہ ہے سیالوی صاحب کی حضرت پیرانِ پیرؒ سے حقیقی عقیدت' جبکہ میرے خلاف کتاب لکھتے ہوئے اپنے آپ کو پیرانِ پیرؒ کا نیازمند ظاہر کرنے کے لئے اپنی کتاب کا

انتساب حضرت پیرانِ پیرؒ کی طرف کر دیا .... ع

ذیابٌ فی ثیابٍ لب پہ کلمہ دِل میں گستاخی

مزید برآں جب صاحب موصوف نے حضرت ابنِ عربیؒ کی مظلوم، مجروح اور مُخان (خیانت کردہ) عبارت سے طبع پسند مطلب نکالنا چاہا تو اُس کی تشریح یوں فرمائی۔

گستاخی نمبر 3: ''صاحبِ فتوحات قادری سلسلہ کے بزرگ سمجھے جاتے ہیں اور اربابِ مکاشفات میں سے بھی ہیں' مگر اُنہوں نے مقامِ ہُویّت والے سب حضرات کو دوسری قسم سے افضل گردانا اور دوسری قسم والوں میں سے محفوظ اللّسان حضرات کو افضل قرار دیا اور بطورِ تمثیل حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید اور فیض یافتہ ابوالسّعود بن شبل کو اور حضرت بایزید بسطامیؒ کو بھی افضل قرار دے دیا اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر ان کے مُرید و تلمیذ کو بھی فضیلت دے ڈالی[1]''۔

قارئینِ باتمکین! لِلّٰہ! ذرا دامنِ انصاف ہاتھ میں تھامتے ہوئے اِس عبارت کو غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ کیا یہ عبارت کسی نیازمندِ بارگاہِ غوثیہ کی ہے یا کسی خالص گستاخ وصریح دُشمن کی ہے، بلکہ مندرجہ ذیل جملوں پر ایک بار نظر ڈال کر فرمائیں یہ طنز کس پر ہے؟ یہ حقارت آمیز اندازِ بیاں کس کے لئے اور یہ تعریضاً چوٹ کس کی ذات پر؟ ''صاحبِ فتوحات قادری سلسلہ کے بزرگ سمجھے جاتے ہیں (یعنی ایسا ہے نہیں' بلکہ خوش فہمی کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے)'' اور ''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر اُن کے مرید و تلمیذ کو بھی فضیلت دے ڈالی''۔ لفظ ''دے ڈالی'' میں جو تحقیر بھرا انداز ہے وہ کسی سے چھپا نہیں۔

لہ: حکایتِ قدم غوث ' ص42

بقولِ راقم ؎

دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
جو بات ہے شریر کی' اِک شر کے ساتھ ہے

گستاخی نمبر 4: کتابِ مذکور کے صفحہ 44 پر دل ہلا دینے والی درجِ ذیل عبارت لکھ کر مولوی اشرف سیالوی صاحب نے تا قیامت نیازمندانِ حضرت پیرانِ پیرؒ پر قیامت ڈھائی ہے اور اپنے قلم سے ایسی گندگی ظاہر کی ہے' جس کو تمام دنیا کے سمندر مل کر بھی نہیں دھو سکتے۔ عقیدت مندانِ بارگاہِ غوثیہ اگر اِس عبارت پر ماتم کو جائز قرار دیں تو بے جا اور ناروا نہ ہوگا۔ تحریر کے تیور تو دیکھیں، بیان کی شوخی اور قلم کی خیرہ چشمی ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

میری ایک ایسی عبارت کو بہانہ بناتے ہوئے کہ جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی نہیں' آسمان سَر پہ اُٹھانے والے مولوی صاحب ذرا دِل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ بروزِ قیامت سرکار غوثیت مآب کے رُو برو کس مُنہ سے جائیں گے' حالانکہ حاشا وکلّا میں نے اُس عبارت میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ مصلوب ومغضوب شخص سے مُراد خاصانِ خُدا ہیں اور نہ یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ مولیٰ کو مصلوب ومغضوب سمجھا جائے، بلکہ مَیں نے صرف ایک اقتباس حضرت پیرانِ پیرؒ کے خطبات میں سے بغیر کسی قسم کے تبصرہ کے نقل کیا اور اُس اقتباس سے ماقبل میری تحریر میں ایک ایسا حصّہ بھی موجود ہے' جو واضح قرینہ ہے اِس بات کا کہ میری مُراد انبیائے کرام یا دیگر برگزیدہ شخصیّات ہرگز نہ تھیں' بلکہ اِس قطعۂ عبارت میں صرف رجاء کو ذاتِ باری تعالیٰ کی بارگاہِ عالی شان سے وابستہ کرنے کے لئے ایک نشان دہی تھی۔ (اِس قطعۂ عبارت پر مکمّل تحقیق اِس کتاب میں الگ سے کردی گئی ہے)

بہرحال اب ذرا سیالوی صاحب کی بنائے ایمان ہلا دینے والی وہ عبارت ملاحظہ کریں۔

بُنیادِ ایمان ہلا دینے والی سیالوی صاحب کی عبارت

''نیز یہ توجیہہ بھی ممکن ہے کہ ہر ایک صاحب کمال نے اپنے زعم اور اپنے خیال میں اپنے عطا کردہ مرتبہ ومقام کو بے مثال اور منفرد وممتاز سمجھا ہو' جیسے آخری آخری شخص جو دوزخ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنّت میں داخل ہوگا' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشرّف ہو کر پکار اُٹھے گا'' ما أعطی احدٌ مِثلَ ما اُعطیتُ احدًا من الاوّلین و الآخرین'' حالانکہ اُس کا مرتبہ فی الواقع سب سے کم ترین ہوگا[1] ''

ہاں قارئینِ گرامی قدر! سمجھ آیا کہ یہاں دوزخی شخص کی مثال کس شخصیّت پر منطبق کی جارہی ہے؟ اور سب سے کم ترین مرتبہ والا کسے کہا جارہا ہے؟ اور خیالی وزعمی دنیا میں خوش ہو کر دعوے کرنے والا کس ہستی کو ثابت کیا جا رہا ہے؟ اور دنیائے علم و دانش میں شیخ الحدیث و مناظر الاسلام کا بلند بانگ دعویٰ رکھنے والے مولوی صاحب نے ایک فاسق وفاجر اور دوزخی مسلمان سے مُراد کس ہستی کو لیا ہے؟ کیا حضرت پیرانِ پیرؒ پر یہ مثال منطبق نہیں کی گئی؟ کیا ذخیرۂ احادیث میں اور کوئی حدیث شریف شیخ الحدیث صاحب کو نہیں ملی، جس کے ذریعے فرمانِ غوثیہ قدمی هذه کی تشریح وتوضیح کی جاسکتی۔

میری کتاب پر واویلا کرنے والے مولوی سیالوی صاحب خود کس پانی میں ہیں اور اُن کا عقیدہ کس کھاتے میں ہے' یہ فیصلہ تو قارئین کرہی لیں گے مگر..........ع

چور مچائے شور ، ''چور ، چور''

[1] ملاحظہ ہو: حکایتِ قدمِ غوث ' ص44

کے مصداق مولوی صاحب کو مَیں یہ ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری عبارت اور آپ کی عبارت کم از کم ایک سو 100 ممتاز وجیّد علمائے کرام کی مجلس میں رکھ دی جائے اور اُنہیں یہ اختیار دیا جائے جو شخص گستاخ ثابت ہو اُس کو برسرِ محفل تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح پر مجبور کیا جائے تو یقیناً آپ خسر الدّنیا و الآخرة کی عملی تفسیر بن کر اُٹھیں گے۔

خُدا کی مار اِن کافر بُتوں کی اِس ڈھٹائی پر
ارے توبہ ارے توبہ' خدا بن بن کے بیٹھے ہیں

خُدا کی شانِ بے نیازی دیکھیں کہ مولوی صاحب چلے تھے مجھے خارج از اہلِ سنّت اور گستاخ وبدعقیدہ ثابت کرنے' مگر تدبیر اُلٹی پڑی اور فی قلوبھم مَرَض کے تحت میرتقی میرؔ کے درج ذیل شعر کا خود مصداق بن گئے۔

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اِس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کیا

گستاخی نمبر 5: کتابِ مذکور کے اِسی صفحہ 44 پر حضرت پیرانِ پیرؒ کے اِسی فرمان کی توجیہہ مذکور کو مکمّل کرتے ہوئے لکھا ''تو اِن حضرات نے اپنے متعلّق یا اپنے مشائخ کے متعلّق جو کچھ کہا ہے' وہ بھی اُس کریم کے فضل وکرم پر اپنے زعم اور خیال کے مطابق خوشی ومسرّت کا اظہار ہے اور اُس میں کمال وارفتگی اور غایتِ محویّت اور حدِ درجہ کی استغراقی حالت پائی گئی ہے' لہٰذا اِن کا مقام کلّ حزبٍ بما لدیھم فرحون ہے اور ہمارے لئے اِنّا بِکُلٍّ مُوقِنُون کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

تبصرہ: ....ع

مِری دُہائی ہے اللہ مِری دُہائی ہے

مولوی اشرف سیالوی صاحب کے علم نے خوب گُل کھلائے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ اُن کے معتقدین ومُریدین' بلکہ جملہ مشائخِ اُمّت وعلمائے اہلِ اسلام کا ذکر کر کے آخر میں فرمایا کہ اِن کا مقام کلّ حزبٍ بما لدیھم فرحون ہے' جبکہ یہ آیت یقیناً یقیناً یہودیوں کے مختلف فرقوں کے بارے نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور جس فرقے کے پاس جو دلائل ومعلومات اور مفروضے تھے اُن پر خوش ہو گئے۔ لہٰذا آیتِ محوّلہ بالا کا ترجمہ کنزالایمان اور حاشیہ نورالعرفان بالتّرتیب ملاحظہ کریں۔ فتقطّعوآ امرَھُم بینَھُم زُبُرًا کلّ حزبٍ بما لدیھم فرِحُون

ترجمہ: تو اُن کی امّتوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا' ہر گروہ جو اُس کے پاس ہے اُس پر خوش ہے[1]۔

حاشیہ نمبر 5. اِس طرح کہ عیسائی اور یہودی مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے' ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے۔

حاشیہ نمبر 6. یعنی اُنہوں نے رائے کو دین بنا لیا اور اُس پر خوش ہو گئے' جیسا کہ لدیھم سے معلوم ہوا[2]۔

اِسی آیتِ محوّلہ بالا کی تفسیر علاّمہ علی الدین علی بن محمد خازنؒ کی تحقیق کے تناظر میں دیکھیں

---

[1]: پارہ 18' سورۃ المومنون آیت 54 کنزالایمان از فاضل بریلویؒ

[2]: نورالعرفان از مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی

آپ فرماتے ہیں (فتقطّعوا) أی تفرّقوا فصاروا فرقًا یهودا و نصارٰی و مجوسا وغیره ذٰلك من الادیانِ المختلفة (أمرهُم) أی دینهم (بینهُم زبرًا) أی فرقًا و قطعًا مختلفةً و قیل معنی زبرًا أی کتبًا والمعنی تمسك کل قوم بکتاب فآمنُوا به و کفروا بما سواه من الکتب (کلّ حِزبٍ بما لَدَیهم فَرِحُونَ) أی مسرُورونَ مُعجبونَ بما عندهُم من الدّین [له] ۔

اِسی آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر مدارک میں موجود ہے (فتقطّعوا امرهُم بینهم) تقطع بمعنٰی قطع أی قطعوا امردینهم (زبرًا) جمع زبور أی کتبا مختلفة یعنی جعلُوا دینهم أدیانًا وقیل تفرّقوا فی دینهم فرقًا کلّ فرقة تنتحل کتابًا وعن الحسن قطعوا کتاب اللّٰه قطعًا و حرّفوه وقرئ زبرا جمع زبرة أی قطعًا (کلّ حزبٍ) کلّ فرقة من فرق هٰؤلاء المختلفین المقطّعین دینهم (بما لدیهم) من الکتاب أوالدّین أو من الهوٰی والرّأی (فرحونَ) مسرُورون معتقدونَ انّهم علی الحق۔

تفسیر جلالین میں اِسی آیتِ مبارکہ کے تحت مذکور ہے۔ (فتقطّعوا) ای الاتباع (أمرهم) بینهم (بینهم زُبرًا) حال من فاعل تقطّعوا أی احزابًا متخالفین کالیهودِ وَ النّصرٰی وغیرهما (کلّ حزبٍ بما لدیهم) أی عندهُم من الدّین (فَرِحُون) مسرُورُون ۔ اِن تمام کتبِ تفسیر سے معلوم

له : تفسیر خازن‘ جلد ثالث ‘ ص 327 ‘ زیرِ آیتِ مذکورہ سورۃ المومنون پارہ 18

ہوا کہ اِس آیتِ کُلُّ حِزبٍ بما لَدَیهم فَرِحُونَ سے مُراد یہود و نصاریٰ اور ایسے گمراہ لوگ ہیں‘ جنہوں نے اپنے اپنے رسولوں پر نازل ہونے والی کتابوں اور شریعتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور اپنی رائے اور خواہش کو دین و شریعت ٹھہراتے ہوئے اِس پر خوش ہوگئے، کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے‘ یا جو کچھ ہم نے سمجھا ہے‘ فقط یہی حق ہے اور اِس کے سوا جو لوگ ہیں‘ وہ سب گمراہ اور دوزخی ہیں۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ میں اُن کی مذمّت فرمائی‘ جیسا کہ بڑی مفصّل عبارت کے بعد آخر میں صاحبِ تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں (کلّ حِزبٍ) من اُولٰئك المتحزّبینَ (بما لَدَیهم) من الامرِ الّذی اختاروه (فَرِحُونَ) مسرورُون منشرحُو الصدر، والمراد انّهم مُعجبُونَ به معتقدُونَ أنّهُ الحق، وفی هذا من ذمّ اولٰئك المتحزّبین ما فیه

لہٰذا مولوی اشرف سیالوی صاحب نے یہ ظلمِ عظیم کیا کہ فِرَقِ باطلہ یہود و نصاریٰ کی مذمّت میں نازل ہونے والی آیت کو حضرت پیرانِ پیرؒ و جُملہ قادری بزرگانِ دین‘ بلکہ جُملہ مشائخِ اسلام پر منطبق کر دیا اور خوش ہوگئے کہ مَیں نے بہت بڑی خدمتِ اسلام کر دی ہے۔ یہ حضرت اگر کفّار و مشرکین کے بارے نازل ہونے والی آیت اولیاء و کاملین پر چسپاں کریں تو کوئی بات نہیں یہ اُسی طرح سُنّی بھی ٹھہرے رہیں بلکہ اہلِ سنّت کے ٹھیکیدار اور سرمایۂ علمائے اخیار بھی قرار پائیں اور ہم ردِّ شرک میں نازل ہونے والی آیات کو دورِ حاضر کے شرک و بدعت میں مبتلا عوام کالانعام کی اصلاح کیلئے بہ طورِ زجر و ترہیب استعمال کریں تو فوراً فتویٰ لگ جائے کہ لو جی! نصیر الدّین اپنے آباء و اجداد کے عقائد سے ہٹ گیا۔ اہلِ سنّت سے خارج ہوگیا، وہابی ہوگیا، بلکہ شاہ اسماعیل دہلوی سے بھی دو قدم

آگے نکل گیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہم قرآنِ مجید کی اُن آیات کو جو بُتوں کے بارے نازل ہوئیں بزرگانِ دین پر منطبق کرنے کی جسارت سے محفوظ ہیں۔ البتہ جو آیات ردِّ شرک میں آئیں اُن کو مشرکین کے خلاف ضرور استعمال کرتے ہیں چاہے وہ مشرکینِ عرب ہوں یا دَورِ حاضر کے مُبتلایانِ شرک۔ لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ مسئلہٴ اِستعانت میں ہم ایّاکَ نستعین پر سختی سے عمل پیرا ہیں اور ہم اِستعانت ذاتِ باری تعالیٰ ہی سے کرتے ہیں اِس کی پوری تفصیل ہماری کتاب ''اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جہاں تک اسماعیل دہلوی سے میری سبقت کا تعلّق ہے تو اِس کے متعلّق میں صِرف اِتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ میں نے آج تک کبھی تحریراً' تقریراً اسماعیل دہلوی صاحب کی تعریف میں کوئی ایک لفظ نہیں کہا اور نہ اُنہیں اِس قابل سمجھا کہ میں اُن کا ذکر کروں۔ البتہ وابستگانِ سلسلہٴ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری وسیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مُستند وحجّت کتاب مقابیس المجالس کا مندرجہ ذیل اقتباس مطالعہ کر لیں وہ آپ کے لئے سُودمند رہے گا۔ ''شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہید جو حضرت شاہ عبدالعزیز کے مرید وخلیفہ حضرت سیّد احمد شہید کے مرید وخلیفہ ہیں نے بھی اپنی کتاب عبقات میں شیخ اکبر محی الدّین ابنِ عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہٴ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق ثابت کی ہے''...... ''آگے چل کر شاہ اسماعیل شہید مختلف بزرگوں کے اقوال نقل کرتے ہیں[لہ]''

قبلہ سیالوی صاحب آپ کی ذہنیّت پر آفرین ہو کہ سرتاجِ اولیاء کو ایک فاسق وفاجر دوزخی سے تشبیہ دے کر بھی آج تک آپ چند فاتر العقل اور نام نہاد اہلِ سنّت کا سرمایہ بھی ہیں

لہ: مقدمہ مقابیس المجالس ' ص 228,227

لطمة الغیب علیٰ ازالة الرّیب

شاید اِسی موقع کے لئے مولٰنا اصغر گونڈویؒ نے کہا تھا۔

چمن میں چھیڑتی ہے کِس مزے سے لالہ وگل کو
مگر بادِ صبا کی پاک دامانی نہیں جاتی

یہ دوہرا معیارِ تحقیق خودساختہ، وضعی اور جعلی نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر میرے ہزاروں اشعار پر مشتمل مجموعہ ہائے نعت ومناقب جن کا ایک ایک شعر محبّت واُلفت اور عقیدت و نیازمندی کا ایک جہان اپنے اندر لئے ہوئے ہے' میرے سُنّی اور نیازمندِ اہل اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہیں؟ تو سیالوی صاحب کے سُنّی اور عاشقِ رسول ہونے کی کون سی سند آسمان سے اُتری ہے' کس آیت وحدیث کے تحت یہ حضرت عقائدِ اہلِ سنّت کے واحد ٹھیکیدار ٹھہرتے ہیں؟ اور اگر سیالوی صاحب یہاں یہ فرمائیں کہ میں نے محوّلہ بالا آیت فقط اِسی مقصد کے لئے ذکر کی ہے کہ مَـا لـدیھم فَرِحُون قدرِ مشترک ہے کہ بزرگانِ دین اور اُن کے معتقدین کے پاس جو فضلِ ربّانی ہے' وہ اُس پر خوش ہیں' اِسی طرح یہود ونصاریٰ کے پاس دین، شریعت اور رائے کا جو حصّہ تھا' وہ اُس پر خوش تھے۔ لہٰذا اِن کا اشتراک فقط اِتنی بات میں ہے' نہ کہ من کُلّ الوجوہ لہٰذا یہ کوئی گستاخی نہیں۔ اگر سیالوی صاحب اِتنی بڑی جسارت کے باوجود بھی بے گناہ ہیں تو میں اِجعلِ الخلیقة أجمعکر جُلِ لِح پیرانِ پیرؒ کے مواعظِ عالیہ کا ایک اقتباس درج کر کے کیوں گستاخ اور گناہ گار ٹھہرا؟ وہاں بھی وجہِ شِبہ جُملہ مخلوق کا ارادہ واختیارِ خداوندی کے سامنے مجبور ومحکوم ہونا ہے' نہ کہ من کُلِّ الوجوہ' اور پھر پیرانِ پیرؒ کے اِسی اقتباس کو کلامِ باطل نظام کہہ کر بھی سیالوی صاحب اُسی طرح محترم ومکرم رہیں' بقولِ سیّد اکبرالہٰ آبادی

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کبرِ علمی میں مبتلا سیالوی صاحب کی حضرت غوثِ پاکؓ پر جرأتِ بے جا

مجھے مشاغلِ متکاثرہ ومتنوّعہ پر طعن دینے کے بعد سیالوی صاحب اپنے کبرِ علمی و وُسعتِ مطالعہ کے زعم میں ایسے مبتلا ہوئے کہ اپنے پورے رسالہ میں جس کتاب سے استدلال دراستدلال کرتے رہے۔ بالآخر اُسی کو غیر وقیع، مشکوک اور باطل قرار دے کر ایک بہت بڑا معرکہ سَر کر لیا۔ میری مُراد ہے کتاب ''فتوح الغیب'' اُس کے متعلق پہلے آپ سیالوی صاحب کے ریمارکس ملاحظہ فرمالیں' بعد میں ہم کچھ گزارش کرتے ہیں۔ سیالوی صاحب نے ''طلوعِ مہر'' کے ایک جملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ''فتوح الغیب آپ کے مواعظِ حسنہ کا وہ مجموعہ ہے' جسے آپ کے خدّام کاتب دورانِ وعظ نوٹ کرتے رہتے تھے'' اور ظاہر ہے کہ بیک وقت سننا اور لکھنا کامل توجّہ کے ساتھ بہت مشکل ہوتا ہے۔ بالخصوص کلامِ غوث رضی اللہ عنہ کو جو کہ فصاحت و بلاغتِ نبوی اور مرتضوی کا مظہر تھا اور جملوں کے باہمی ربط اور تعلّق کا پورا خیال رکھنا بہت بعید ہوتا ہے۔ خواہ لکھنے والا جتنا جو ہر قابل کیوں نہ ہو تو اُس کو حضور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دینا ہی غلط ٹھہرا یہ تو ملفوظات کی کتابوں کی طرح کی ایک کتاب ٹھہری۔ جس طرح کی حدیث کی کتاب میں منقول روایت سے کسی نبی کی عظمت پر حرف آتا ہو تو اُس کو راوی کی غلط فہمی اور نا سمجھی پر محمول کرنا ہی لازم اور ضروری ہے (اگر دوسری مناسب تاویل ممکن نہ ہو) اِسی طرح اِس عبارت میں تاویل لازم ہے یا پھر کاتب کی غلط فہمی ہے یا باہمی

ربط و تعلّق کا پورا پورا لحاظ نہیں رہ سکا جس سے فہمِ مراد میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ بعض مقالات ڈیڑھ دوسطر کے بھی ہیں تو ظاہر ہے آپ نے مجلسِ وعظ میں صرف دو تین جملے بول کر تو وعظ ختم نہیں فرمادیا ہوگا۔ لہٰذا حضرت شیخ پر اِس کلام باطل نظام واجب التاویل اوالمراد کی ذمّہ داری عائد نہیں کی جاسکتی۔ انتھٰی کلام السّیالویؒ [1]۔

قارئینِ کرام! سیالوی صاحب نے فتوح الغیب کو مشکوک، محلِّ غلطی اور جائے خیانت قرار دینے کے علاوہ کلامِ باطل نظام بھی لکھ ڈالا اور اُن کے خامۂ بے لگام نے یہ نہ سوچا کہ جس شاہ عبدالحق محدّثِ دہلویؒ نے اِس کتاب کی شرح تحریر فرمائی' جن کو سیالوی صاحب محقق علی الاطلاق بھی مانتے ہیں اور جگہ جگہ اُن کے کلام و تحریر کو بہ طورِ حجّت بھی لاتے ہیں۔ کیا اُنہوں نے شرح لکھتے وقت اِس کتاب ''فتوح الغیب'' کی عدمِ ثقاہت اور مشکوکیّتِ انتساب پر نظر نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ وہ تو شرح فتوح کے آغاز میں فرماتے ہیں

''ھٰذا کتابُ فتوح الغیب لسیّدنا و مولٰنا العلّامہ الاوحد الشیخ الامام العارف الکامل امام آئمۃ الطریق و شیخ شیوخ الاسلام علی التحقیق زینۃ الوجود ومرآۃ الشھود الباز الاشھب والطّراز المذھب قطب الاقطاب و فردالاحباب القطب الاکمل الاشرف والغوث الاعظم الارفع غوث الثقلین امام الفریقین العالم الرّبانی القطب الفردانی والغوث الصمدانی محی الدّین ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی قدّس سرّہٗ ونوّر روحہٗ وَ اوصل الینا برکاتہٗ

[1] ازالۃ الرّیب ' ص 70

وفتوحهٔ و رضی اللّٰه عنه وارضاه عنّا وجامعهٔ ولده الشیخ الامام الاوحدشرف الدّین ابو محمد ویکنی بابی عبدالرّحمٰن عیسٰی شرف الاسلام وجلال العلماء سراج العراق و مصر ذواللسانین والبیانین لسان المتکلّمین وترجمان العارفین رحمة الله علیه وعلٰی ولدہٖ واولادہٖ واخوانہٖ وسائر الصّالحین ۔یہاں تک شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے یہ بیان فرمایا کہ فتوح الغیب باوثوق، معتمد اور نہایت پختہ واسطے سے حضرت پیرانِ پیر غوثِ پاکؒ کی طرف منسوب آپ کے ارشاداتِ عالیہ کا مستند مجموعہ ہے، جنہیں غوثِ پاکؒ کے فرزندِ ارجمند راسخ فی علم الشّریعة والطّریقة ابوعبدالرّحمٰن شرف الدّین ابومحمّد عیسٰی شرف الاسلام علیہ الرّحمہ نے جمع کیا اور ترتیب دیا۔ آگے شیخ محقّقؒ فرماتے ہیں کہ غوثِ پاکؒ کے فرزندِ ارجمند کا اِن مواعظ وخطبات کو اپنے والد ماجدؒ کی طرف نسبت کرنے کا طریقہ یہ ہے۔

قال ' قال والدی الشیخ الامام العلّامه الفرد القطب الغوث ابومحمّد عبدالقادر الجیلانی نفعناالله بهٖ وامدنا بمددهٖ فی الدّنیا والآخرة آمین آمین وفی بعض النسخ قال والدی الامام الاوحد المؤیّد امام الآئمّة محی الدّین سیّدالطوائف ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح بن عبداللّٰه الجیلی قدّس اللّٰه رُوحَهٗ ونوّرَ ضریحهٗ ....

اب اِتنے قریبی اور مُستند ہاتھوں سے یہ مجموعۂ مبارکہ مرتّب وجمع ہو کر اہلِ حق تک

پہنچا' صدیوں سے اربابِ شریعت وطریقت اہل اللہ اِس سے استفادہ واستفاضہ کرتے آرہے ہیں' آج تک اِس کتاب کے مندرجات کو کسی نے مشکوک وضعیف قرار نہیں دیا جبکہ دورِ حاضر کے ایک نام نہاد شیخ الحدیث اور مناظرِ اسلام نے اپنی عاقبت برباد کرنے کے لئے اِس کو کلامِ باطل نظام قرار دے کر اپنے بدمذہب' کور باطن اور گستاخ ہونے پر اپنے ہاتھوں مہر ثبت کردی' جبکہ آپ کے قصائد وکلام کو وہ پہلے بھی ''حکایت قدمِ غوث'' میں بالواسطہ تفاخر، تعلّی، خودستائی، شطحیّات، مجنونانہ کلام اور آخری دوزخی شخص کا اظہارِ مباہات لکھ چکے ہیں۔ سچ ہے کہ۔

چوں خدا خواہد کہ پردهٔ کس درّد
میلش اندر طعنهٔ پاکاں نہد

حالانکہ شاہ عبدالحق محدّث ہلویؒ نے شرح لکھتے ہوئے کسی ایسے شک کا اظہار تک نہیں فرمایا' بلکہ اُن کے شرح لکھنے کے پروگرام کو میرے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے کیا۔

ملفوظ نمبر 142: فرمایا کہ ''سُبحان اللہ سیّدنا قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ مبارک کا کیا کہنا حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ جوجیّد عالم بھی تھے' جب اُنہوں نے کتاب ''فتوح الغیب'' تالیفِ محبوب سبحانی کی شرح لکھنے کا مصمّم ارادہ کیا تو اُن کے دل میں ایسی دہشت پیدا ہوئی کہ قلم اُٹھانے کی جراٴت نہ رہی۔ تاآنکہ پاپیادہ لاہور حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اِس غرض کے لئے حاضر ہوئے کہ وہ برزخی طور پر جناب سُلطانِ اولیاء وجانِ اصفیاء سے شرح لکھنے کی اجازت طلب فرما کر

اُنہیں سرفراز فرماویں۔ چونکہ شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبّت اور تعلّقِ برزخی میں یگانہ اور وحیدالدّہر گزرے ہیں' اُنہوں نے اجازت حاصل کر کے محدّثِ دہلویؒ کو مشرّف فرمایا[1]''

اب دیکھئے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے تو ''فتوح الغیب'' کو حضرت غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف (عُرفاً) قرار دیتے ہوئے اُس کی عظمت وثقاہت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی اور پھر حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ فتوح الغیب کی شرح کرتے ہوئے آپ کے کلام کی بلاغت ونُدرت پر اظہارِ عقیدت کرتے ہوئے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

تنبیہہ: ازیں کلام حقیقت انتظام معلوم شُد[2] کہ الخ

قارئینِ گرامی قدر! یہ کس قدر ظُلمِ عظیم ہے کہ حضرت غوثِ پاکؒ کے ارشاداتِ عالیہ کے متعلّق شاہ عبدالحق محدّثِ دہلویؒ تو ''کلامِ حقیقت انتظام'' کے الفاظ لکھّیں اور سیالوی صاحب اُنہیں ''کلامِ باطل نظام'' قرار دیں' زیادہ معتبر اور ثقہ قلم محدّثِ دہلویؒ کا ہے یا شیخ الحدیث سیالوی صاحب کا؟ اور پھر بطورِ خاص یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے جس مقالے کو بے ربط قرار دیتے ہوئے سیالوی صاحب نے اُس کے متعلّق ''کلامِ باطل نظام'' کی گُل کاری فرمائی ہے۔ شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ نے تو اُس پر کسی تردُّد اور شک کا اظہار نہیں فرمایا۔ آخر کیوں؟

---

[1]: ملفوظاتِ مہریہ ' ص105' مطبوعہ گولڑہ شریف سن طباعت 1986ء
[2]: شرح فتوح الغیب ' ص133

کہاں ہیں وہ نیاز مندانِ غوثِ پاکؒ اور خطیبِ بے ترتیب جو فتاوٰی مہریہ کی کسی ایک عبارت کو جامعینِ فتاوٰی کی غفلت کہنے والوں پر تو مجسّم قہر وغضب بن جاتے ہیں' اُنہیں بے ادب گُستاخ اور مردود تک کہہ جاتے ہیں' بلکہ مجمعِ عام میں سٹیج پر بیٹھ کر اُنہیں بُرا بھلا کہنا عینِ عبادت سمجھتے ہیں' مگر حضرت پیرانِ پیرؒ جن کی شخصیّت' تصانیف اور خطبات ومواعظ کا مقام حضرت گولڑویؒ اور دیگر اولیاء کی ذوات اور اُن کی تصانیف سے کہیں بلند وبرتر ہے اور جن کے نامِ نامی سے ہماری دنیائے معاشیات کا بازار گرم ہے اور سرتاپا نااہل ہونے کے باوجود آج ہم سب جس کی نسبت سے مرجعِ خلائق بنے بیٹھے ہیں۔ اُسی کے کلامِ عالی مقام کو ''کلامِ باطل نظام'' لکھنے والے سیالوی صاحب کے ساتھ بدستور راہ ورسم بڑھانے' اُن کے ساتھ محافل میں شریک ہونے' اُنہیں تحسین ومرحبا کہہ کر اُن کی کتابیں خود بھی شوق سے پڑھنے' اپنے کتب خانوں اور دکانوں کی زینت بنانے اندرون وبیرونِ ملک مفت بھجوانے اور اُن کی تشہیر کروانے کو مسلکِ غوثیہ مہریہ کے تحفّظ میں ایک عظیم خدمت قرار دیتے ہیں مگر یہ لوگ کل حضرت پیرانِ پیرؒ کے سامنے کس مُنہ سے جائیں گے ؏

اِس بُری عادت پہ لعنت کیجئے

یا پھر بقولِ راقم الحروف ؎

جو لوگ تیرگی کے طرف دار ہیں نصیرؔ
کس منہ سے آئیں گے وہ اُجالوں کے سامنے

جبکہ سیالوی صاحب اُس میں تردّد وارتیاب کی راہ نکالتے ہوئے اُسے کلامِ باطل نظام کے الفاظ سے نواز رہے ہیں۔ جو شخص حضرت پیرانِ رحمۃ اللہ علیہ کے کلامِ عالی مقام کو

اپنے خامۂ بے لگام سے باطل نظام لکھ کر پھر بھی غوث پاکؒ کا غلام کہلائے‘ کیا وہ خالص نمک حرام اور اضلّ مِنَ الانعام نہیں ہے؟ یہ فیصلہ تو قارئینِ کرام کریں گے یا پھر سرگودھا کے غلامِ دستگیر کہلانے والے رؤسا واُمرائے ذی اہتمام کریں گے کہ اُن کے ٹکڑوں پر کیسے کیسے لوگ پل رہے ہیں۔ جو لوگ غلامانِ پیر دستگیر کے مطبخ سے غذا بھی کھائیں اور پھر اُن کے آقا کے متعلّق یوں بے باکی کا مظاہرہ بھی کریں، غیرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اُنہیں فاضل بریلویؒ کا درجِ ذیل شعر سُنا کر وہاں سے چلتا کرتے۔ ؎

میرے سیّاف کے خنجر سے تُجھے باک نہیں
چیر کر دیکھے کوئی آہ! کلیجا تیرا

سیالوی صاحب کو کُھلا چیلنج: سیالوی صاحب نے اپنی کتاب ''ازالۃ الرّیب'' میں تقریبًا پندرہ مقامات پر یہ بات دہرائی کہ نصیرالدین نے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو مصلوب، مغلوب، مغضوب اور معذّب قرار دیا ہے۔ حالانکہ میں اپنے جواباتِ اربعہ مذکورہ کے ذریعے یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ مَیں نے ایسا نہیں کیا اور نہ مَیں ایسا تصوّر کر سکتا ہوں، نعوذ باللہ من ذٰلک۔ لیکن اگر اب بھی سیالوی صاحب اس بات پر مُصر ہیں تو بسم اللہ! اِسی بات پر کسی مجلس میں علمائے کرام کے رُوبرُو مجھ سے بات کر لیں۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اہلِ سنّت کو پتہ چل سکے کہ خرابی کہاں ہے، گستاخ کون ہے؟ حضرت پیرانِ پیرؒ کو بالواسطہ خود بیں، خودنگر، دعاویِ طویلہ کرنے والا، شطحیّات وادلال میں رُکا ہوا، روحانیّت وکمال میں ناقص‘ محض صاحب حال‘ نہ کہ صاحب مقام،

غیر محفوظ زبان والا‘ بلکہ مرفوع القلم، مجنون تک کہنے والے سیالوی صاحب ہیں‘ یا یہ ناچیز۔ بلاواسطہ اپنے قلم سے پیرانِ پیرؒ کو آخری دوزخی شخص کے مشابہ و مُماثل اور آپؓ کے کلام کو کلامِ باطل نظام لکھنے والے، اگر گستاخ نہیں ہیں تو پیرانِ پیرؒ کا ایک فرمودہ بغیر کسی تبصرہ کے نقل کرنے والا نصیرالدین کیسے گستاخ ہوسکتا ہے۔ کیا کسی ایک ولی کی گستاخی بربادیٔ ایمان کے لئے کافی نہیں ہے؟ من عادی لی ولیًّا میں لفظِ ولی ہے‘ اولیاء نہیں ہے۔ جبکہ سیالوی صاحب اور اُن کے ممدوح بصیر پوری صاحب نے تو پورے قادریہ سلسلہ کے بزرگان کو ہٹ دھرم‘ متعصّب، جارح، غالی، تشدّد پسند اور گستاخ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے‘ وہ پھر بھی اُسی طرح سُنّی‘ اولیاء کے عشّاق اور اُن کی عزّتوں کے محافظ ٹھہرے اور ہم سینکڑوں اولیاء کی شان میں ہزاروں اشعار کہہ کر بھی گستاخ اور تارکِ مسلکِ صوفیاء ٹھہرے۔ ؎

لُوں کس سے داد اِس سِتمِ روزگار کی
دوشِ خزاں پہ لاش ہے فصلِ بہار کی

(راقم)

اِسے بھی پڑھیئے: میرے متعلّق سیالوی صاحب اور اُن کے چیلے پورے مُلک میں یہ شور مچا رہے ہیں کہ یہ وہابی ہوگیا، بدمذہب ہوگیا۔ میری تمام کتبِ منظومہ ومنثورہ میری شہادت کے لئے بطورِ حجّت موجود ہیں۔ اگر میں وہابیوں کو کسی ایک پہلو سے اچھّا کہہ دوں کہ وہ توحید بیان کرتے ہیں اور یہ اچھّا کام ہے تو پوری مشینری چیخ وپُکار

شروع کر دیتی ہے۔ ذرا سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ اور سرائیکی کے جامیِ وقت حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والوں کا یہ ملفوظ عالمِ بیداری میں پڑھیں' جن کی کتاب ''مقابیس المجالس'' سے ''حکایتِ قدمِ غوث'' میں سیالوی صاحب کے ممدوح بصیر پوری نے استدلال کی کوشش کی اور سیالوی صاحب قبلہ نے تقریظ لکھ کر اُس پر اپنی شیخ الحدیثی اور علاّمگی کی مہرِ تصدیق ثبت بھی فرمائی تھی۔

خواجہ صاحبؒ کا ملفوظ ملاحظہ ہو، آپؒ نے فرمایا ''بے شک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابۂ کرام کو بُرا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں' اِس کے برعکس شیعہ لوگ ولایت کے بھی مُنکر ہیں' اِس کے بعد فرمایا ''توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیائے کرام سے ملتے جلتے ہیں' وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بیشک غیرِ خُدا سے امداد مانگنا شرک ہے، توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے' چنانچہ ایّاك نعبُد وایّاك نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے[1]''

مگر میں یہ بات بھی پُوری استقامت ومکمّل حوصلے کے ساتھ کرتا چلوں کہ میں وہابی، دیوبندی ہرگز نہیں' بلکہ میں سُنّی حنفی ہُوں۔ انبیاء واولیاء کے متعلّق بالعموم اور حضور علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام کے متعلّق جو شخص بھی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے' وہ میرے نزدیک مُسلمان نہیں اور نہ میں اُسے اچھا سمجھتا ہوں' بلکہ وہی شخص معاشرے کی بربادی اور دین کی

۱: مقابیس المجالس ' ص797،796

بدنامی کا سبب ہے۔

جو ہے نبیؐ کے رُتبۂ عالی سے بے خبر
فتنہ وہی ہے، دیں میں وہی رخنہ ساز ہے

لیکن ذرا تھوڑی فرصت نکال کر علمائے دیوبند کے متعلّق مقابیس المجالس کے یہ کلمات بھی ضرور پڑھ لیں ''مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرھم............ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرّہٗ کے حکم پر جاری ہوا[1]'' نیز اس کا حاشیہ بھی ملاحظہ ہو' ''حضرت خواجہ صاحبؒ کے اِس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی' مولٰنا محمد قاسم نانوتوی وغیرھم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہلِ طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی اُن کو غلط فہمی سے وہابی کہتے ہیں[2]''۔

قارئین! آپ خود انصاف کریں کہ سیالوی صاحب کے فتوے کی زد میں کون کون آرہے ہیں۔

۱: مقابیس المجالس ' ص352

۲: مقابیس المجالس ' ص352

حضرت گولڑویؒ کے نظریات اور سیالوی صاحب

سیالوی صاحب نے اپنے رسالہ ''ازالۃ الرّیب'' کا انتساب میرے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑویؒ کی طرف کر کے ایک طرف تو اپنے مُربّی و مُنعم، بانیِ مدرسہ غوثیہ مہریہ مُنیر الاسلام کو مطمئن اور خوش کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب میں تو صرف نصیر الدین نصیرؔ کی مخالفت کر رہا ہوں اور وہ بھی اُس کے غلط عقائد و نظریات کی وجہ سے' نہ یہ کہ میں گولڑہ شریف سے عقیدت نہیں رکھتا' میں تو اِس رسالہ کا انتساب بھی حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی طرف کر رہا ہوں' بلکہ اُنہیں قبلۂ عالم اور تاجدارِ گولڑہ کے بلند القاب سے یاد کر رہا ہوں۔ دوسری طرف گولڑہ شریف کے مریدین و متوسّلین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے کہ دیکھو تمہارے مشائخِ گولڑہ شریف کے عقائد و نظریات کا ترجمان و محافظ تو میں ہوں، نصیر الدّین نصیرؔ تو اپنے آباؤ اجداد کے عقائد و نظریات کو خیر باد کہہ کر وہابیوں کی بولی بول رہا ہے۔ اِس پر بیچارے سیدھے سادے گولڑوی حضرات خوش ہو کر سیالوی صاحب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں' اُنہیں جلسوں میں بُلا کر اُن کی جیب گرم کرتے ہیں' نیز کچھ گولڑوی مقررین[1] حضرات جن کا دین و مذہب صرف روٹی کا ٹکڑا ہے وہ بغلیں بجاتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیالوی صاحب کا وجودِ مسعود مغتنماتِ روزگار سے ہے کہ آپ نے یہ رسالہ لکھ کر ہمارے مذہب و مسلک کی لاج رکھ لی اور نصیر الدّین نصیرؔ کی تحریر و تقریر کی صورت میں جو وہابیّت کا طوفان آ رہا تھا' اُس کے آگے بند باندھ دیا ہے' بلکہ اہلِ سنّت کو بتا دیا ہے کہ مشائخِ گولڑہ شریف کا وہ عقیدہ ہرگز نہیں' جو

[1]: ع اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں (منہ)

نصیر الدّین نصیرؔ گولڑوی اپنی کتابوں اور تقریروں میں بیان کرتا ہے' اُن کا اصل عقیدہ تو وہ ہے' جسے سیالوی صاحب متعارف کرا رہے ہیں اور سیالوی صاحب باوجود گولڑہ شریف کے مُرید نہ ہونے کے بھی حضرت گولڑوی کی علمی و رُوحانی شخصیّت سے کس قدر متاثر اور آپ سے کس قدر عقیدت و نیاز رکھتے ہیں۔

قارئینِ باتمکین! یہ سب کچھ محض سراب ہے اور بے چارے سادہ لوح گولڑویوں کو دھوکہ میں رکھنے کی یہ مکروہ منصوبہ بندی اور ابلیسی سازش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیالوی صاحب کبھی بھی گولڑہ شریف کے خیر خواہ نہیں رہے' اُنہیں مشائخِ گولڑہ سے کوئی عقیدت و اُلفت نہیں' بلکہ اُن کے قریبی ذرائع، یارانِ محفل اور ہم رازِ حقیقت احباب کی گواہی کے مطابق وہ حضرت گولڑویؒ کے علم کو اپنے علم کے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھتے' سرگودھا کے مدرسے میں آنے سے پہلے کسی تقریر یا تحریر میں اُنہوں نے کبھی اہتمامًا حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے علمی کارناموں اور تحقیقی نادرہ کاریوں پر کوئی عقیدت مندانہ تبصرہ نہیں کیا، بلکہ اُن کے متعلق ''ازالۃ الرّیب'' سے پہلے اپنی کتاب میں کبھی کوئی مہتم بالشان لقب بھی استعمال نہیں کیا اور نہ اُن کی کسی تحقیق کو حجّت سمجھتے ہوئے اپنا عقیدہ قرار دیا۔ اگر اِن حقائق کو آپ آئینۂ تحریر میں دیکھنا چاہیں تو مولوی محمد احمد بصیر پوری کی کتاب ''حکایتِ قدمِ غوثؓ کا تحقیقی جائزہ'' اور اُس پر سیالوی صاحب کی تقریظ کو غور سے پڑھ لیں، آپ سب کچھ جان جائیں گے۔ ذیل میں ہم اِسی حقیقت سے پردہ اُٹھانے لگے ہیں آپ بھی...... ع

هشیار نظر والو! اُٹھتا ہے نقاب اُن کا

کے مصداق ذرا بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری تحریر کا مطالعہ فرمائیں' تا کہ آپ

پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ سیالوی صاحب نے کس طرح گولڑہ شریف اور حضرت گولڑویؒ کا نام استعمال کرتے ہوئے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی ہے۔

اختلاف نمبر 1. بصیر پوری مُوذیِ غوثِ پاکؒ کی کتاب پر رسوائے زمانہ تقریظ لکھتے ہوئے سیالوی صاحب نے لکھا ''صاحبِ فتوحات قادری سلسلہ کے بزرگ سمجھے جاتے ہیں اور اربابِ مکاشفات سے بھی ہیں' مگر اُنہوں نے مقامِ ہُویّت والے سب حضرات کو دوسری قسم سے افضل گردانا اور دوسری قسم والوں میں سے محفوظ اللّسان حضرات کو افضل قرار دیا اور بطورِ تمثیل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید اور فیض یافتہ ابوالسّعود بن شبل اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اُفضل قرار دے دیا اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانی پر اُن کے مرید وتلمیذ کو بھی فضیلت دے ڈالی[1] ''۔

اِس عبارت کا ایک ایک لفظ پکار پکار کہہ رہا ہے کہ سیالوی صاحب حضرت پیرانِ پیرؒ کو کسی کھاتے میں نہیں گنتے اور اُن کی مفضولیّت کے اثبات کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دینے پر تُلے ہوئے ہیں، بلکہ حضرت محی الدّین ابنِ عربیؒ کو غوثِ پاکؒ کا پرلے درجے کا مخالف ثابت کرنے کے لئے سیالوی صاحب نے پوری قوّتِ علمی صرف کر دی ہے اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ابنِ عربیؒ نے دلائل کے ساتھ حضرت پیرانِ پیرؒ کی قلّتِ شان ثابت کی ہے' خصوصاً یہ آخری الفاظ تو کسی تبصرہ کے محتاج ہی نہیں ''اور حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پر اُن کے مرید وتلمیذ کو بھی ابنِ عربیؒ نے فضیلت دے ڈالی'' خُدا کے لئے انصاف کیجئے! یہ ''دے ڈالی'' میں جو تحقیر آمیز اندازِ بیان ہے یہ ایک طرف رکھیں

لہ: ملاحظہ ہو: حکایتِ قدمِ غوث کا تحقیقی جائزہ ' ص42

اور ملفوظاتِ مہریہ کا درج ذیل اقتباس دُوسری طرف، پھر خود فیصلہ کرلیں کہ سیالوی صاحب کا نظریہ اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کا نظریہ کس حد تک باہم متّفق ہے۔ ملفوظِ مہریہ ملاحظہ ہو:

محی الدّین ابنِ عربیؒ کے بارے حضرت گولڑویؒ کا نظریہ

''پھر حضور انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا کشف اِس قسم کا تھا کہ جب کسی شخص پر تین بار نظر ڈالتے تھے' اُس کا مفصّل حال میثاق سے حشر تک مشاہدہ فرما لیتے تھے' جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ گویا حکمی فرزند حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، کیونکہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد علی عرب کی کوئی اولاد نہ تھی' وہ ہر ولی اللہ کے پاس جا کر اولاد کے لئے استدعا کرتے تھے اور یہی جواب ملتا تھا کہ تمھاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ آخر الامر حضرت غوثِ پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی عرض کیا۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مَیں نے لوحِ محفوظ پر نظر کی' مگر تمہارے نصیب میں اولاد نہیں ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر تقدیر ہی میں نہیں ہے تو پھر حضور میں حاضر ہونے سے کیا فائدہ حاصل ہوا۔ حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے مہربانی سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ اور اپنی پشت میری پشت سے ملاؤ' میری صُلب میں ایک فرزند باقی ہے' وہ میں نے تم کو بخشا۔ اِس ذریعہ سے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علی عرب صاحب کے گھر تولّد ہوا[1] ''۔

گویا حضرت ابنِ عربیؒ کے تمام مقاماتِ رُوحانی وبیاناتِ عرفانی حضرت پیرانِ پیرؒ

لہ: ملفوظاتِ مہریہ ' ص9 ' مقام اشاعت گولڑہ شریف ' سنِ طباعت 1986ء

کا فیض ہیں' اِسی لئے فاضل بریلویؒ نے فرمایا تھا[1]۔

فتوحُ الغیب اگر روشن نہ فرمائے
فتوحات و فصوص آفِل ہے یا غوثؒ

اختلاف نمبر 2۔ سیالوی صاحب نے اپنے زعم میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے مشائخ واکابر کے ساتھ حقِ عقیدت مندی ادا کرتے ہوئے قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے مشائخِ سلسلہ کسی پہلو بھی پیرانِ پیرؒ سے کم نہیں ہیں۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی تکلیف گوارا کرتے اور بصیر پوری کی ہر بات کو اندھے مقلّد بن کر ماننے اور آمنّا وصدّقنا کہتے ہوئے سر ہلانے کے بجائے اِس موضوع پر مشائخِ چشت کی مشہور، معتبر اور وقیع تصانیف' ملفوظات ومکتوبات کا مطالعہ کر لیتے تو اُنہیں یوں بادیۂ بُغض وضلالت میں نہ بھٹکنا پڑتا' چنانچہ ہم اُنہیں مشورہ دیتے ہیں کہ خود سَری، کبر، انا پرستی، تفوّقِ علمی اور مناظر الاسلامی کا دعوٰی ایک طرف رکھتے ہوئے جستجوئے حق کی کیفیّت میں ڈوب کر مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

(مرأۃ الاسرار، سیر الاقطاب، اقتباس الانوار، مرأۃ العاشقین، تکملہ، سیر الاولیاء، مقابیس المجالس اور تحفۃ الابرار' خزینۃ الاصفیاء وغیرھم)۔

ہمارا کام ہے اچھی بُری ہر بات سمجھانا
یہ اُن کا اپنا ذمّہ ہے نہ سمجھیں وہ اگر پھر بھی
(راقم)

[1]: حدائقِ بخشش ' ص 137' مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

بہر حال سیالوی صاحب نے مندرجہ ذیل اقتباس میں خواجۂ اجمیریؒ کی مدح سرائی کرتے ہوئے پیرانِ پیرؒ کا مرتبہ کم سے کم تر دکھلانے کی یوں سعیِ نامُراد کی ہے۔

''قلمِ قدرت کے ساتھ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الحق والملّۃ والدّین رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانیِ مقدّسہ پر لکھا جانا حبیبُ اللّٰہ ماتَ فی حبِّ اللّٰہ شاہدِ عدل اور دلیلِ صدق ہے' کیونکہ حبیب اللہ نبیِ اکرم ﷺ کا امتیازی مرتبہ ہے اور اِس کا عالمِ غیب سے آپ کے لئے عطا کیا جانا مظہریّتِ کاملہ اور فنا فی الرّسول اور بقا بالرّسول کی واضح دلیل وبُرہان ہے۔ علاوہ ازیں حبیب میں حُبِّ الٰہی کا دوام واستمرار جس قدر ثابت ہوتا ہے' محبوبِ سبحانی یا محبوبِ الٰہی کے القابات میں وہ دوام واستمرار ثابت نہیں ہوتا' جیسے کہ قواعدِ عربیّت سے واقف لوگوں پر مخفی نہیں۔ نیز اپنے دعوٰی یا لوگوں کے ادّعا میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس اظہار واعلام اور ادّعاء واعلان میں جو فرق ہے' وہ بھی اِس حقیقت کا غمّاز ہے کہ کسرِ نفسی نے کس بلندی پر فائز کر دیا''۔

اِس عبارتِ محوّلہ بالا میں سیالوی صاحب نے متعدّد دعوے کیے' اگر اِس سے خواجۂ اجمیریؒ کی عظمتِ مقام ہی مراد ہوتی تو صد بسم اللہ ہمارے سر آنکھوں پر، مگر ستم یہ ہے کہ مقابلے میں استعارات واشارات کی زبان میں پیرانِ پیرؒ کا مقام گھٹانے کی سعیِ پیہم بھی کی جا رہی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اب اِنہی خطوط پر شانِ غوثیہ بزبانِ مہریہ برملا بیان کی جائے۔

شانِ غوثیہ بزبانِ مہریہ اور سیالوی صاحب کا نقطۂ نظر

حضرت گولڑویؒ کا ملفوظ ملاحظہ ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ آپ (غوثِ پاکؒ) کی ولادت باسعادت 471ھ میں اور وفات 562ھ میں ہوئی، کیونکہ آپ کا مادۂ ولادت **عاشق** ہے اور مادۂ وفات **معشوقِ الٰہی**۔ پھر حضورؒ نے شعر ذیل پڑھا ؎

سنینش کامل (91) و عاشق (471) تولّد
وصالش داں ز معشوقِ الٰہی (562)

یعنی آپؒ کی عمر مبارک 91 سال ہے' جو لفظِ ''کامل'' کے عدد ہیں اور سنِ ولادت لفظِ ''عاشق'' سے ظاہر ہوتا ہے' جس کے عدد 471 ہیں اور سنِ وصال لفظِ ''معشوقِ الٰہی'' سے مفہوم ہوتا ہے' جس کے عدد 562 ہیں[1]۔

گویا حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی اس وضاحت کے مطابق حضرت پیرانِ پیرؒ کی ابتداء بطورِ عاشق اور انتہا بطورِ معشوقِ الٰہی یوں ہوئی کہ عشق کا کمال حاصل کر کے آپ کاملِ فی عشقِ اللہ ایسے ہوئے کہ آپ کو ذاتِ الٰہ نے اپنا معشوق بنا لیا۔
بقولِ عارفِ جامی قدّس سرّہٗ السّامی ؎

بصدق آں کس کہ زد در عاشقی گام
بمعشوقی برآید آخرش نام

(یوسف زلیخا)

---

[1] ملفوظاتِ مہریہ ' ص10

ایک طرف یہ عقیدت بھرا عقیدۂ صحیحہ اور دُوسری طرف سیالوی صاحب کا بُغض بھرا مُحوّلہ عقیدۂ فضیحہ' کیا ان کا آپس میں کوئی جوڑ ہے۔ ع

کجا رام رام ' کجا ٹیں ٹیں

مزید برآں پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ نے از ابتداء تا انتہا حضرت پیرانِ پیرؒ کی سب شانیں از طرفِ مُوھبِ حقیقی بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں ''حضرت غوثِ پاکؒ کا حال اور معاملہ بھی عجیب و غریب ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شبِ ولادتِ باسعادت میں دو سو بیس مولود تولّد ہوئے اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے سب کے سب اولیاء ہوئے[1]'' جب کہ سیالوی صاحب کے بقول یہ سب کچھ پیرانِ پیرؒ کے اپنے دعووں پر مبنی محض ایک کہانی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ''نیز اپنے دعوٰی یا لوگوں کے ادّعاء میں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے اِس اظہار و اعلام اور ادّعاء و اعلان میں جو فرق ہے' وہ بھی اس حقیقت کا غمّاز ہے کہ کسرِ نفسی نے کس بُلندی پر فائز کر دیا۔''

اختلاف نمبر 3. سیالوی صاحب افضلیتِ غوثِ پاکؒ کی حد درجہ نفی کرتے ہوئے یوں گوہر فشاں ہیں ''لہٰذا افضلیتِ مطلقہ کے دعوے کرنا قطعاً زیبا نہیں ہے' بلکہ بعض حضرات ایک پہلو سے افضل ہیں تو دوسرے حضرات دُوسرے پہلو سے، کوئی مشاہدۂ ذات میں اکمل ترین تجلّی سے بہرہ ور ہوئے اور کوئی افادۂ خلق اور تدبیرِ کائنات پر مأمور اور متعدّی منفعت کا سرچشمہ' کوئی خداداد مرتبہ و مقام کا علانیہ اظہار کرتا ہے اور کوئی تواضع اور عبدیّت کا اظہار کرتا ہے''۔ (انتہیٰ کلامہٗ)

جب کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ افضلیتِ غوثِ پاکؒ کے بیانِ ذیشان

---

[1] ملفوظاتِ مہریہ ' ص9 ' مطبوعہ گولڑہ شریف

کے لئے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے یوں گوہر ہائے آبدار لٹاتے ہیں۔

ملفوظِ حضرت گولڑویؒ: سیّدنا حضرت غوث الاعظم قدّس سرّہٗ العزیز کی شانِ بے پایاں میں سخن شروع ہوا۔ فرمایا'' جو لطافت دُوسرے اولیاء اللہ کی رُوحوں کو حاصل ہے' وہ حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بدن مبارک کو حاصل ہے گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بدن مبارک دوسروں کی رُوحوں کے مرتبہ میں ہے۔ حضرت کے عہدِ بابرکات میں ایک سوداگر نے ایک دن حضرتؒ کے خادم کو آپؒ کے لئے نہایت قیمتی لباس خریدتے دیکھ کر خیال کیا کہ اِس درویش کا مرتبہ کہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ ایسا بیش قیمت کپڑا جو اُس درویش کے خادم نے طلب کیا ہے، شاہانِ وقت بھی اُس تک نہیں پہنچتے۔ اِس خیال کے دِل میں آتے ہی اُس شخص کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ جو کسی علاج سے اچھا نہ ہوتا تھا۔ بالآخر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؒ نے متبسّم ہو کر فرمایا کہ جو شخص عبدالقادرؒ سے غیرت برتتے وہ ایسی ہی سزا کا مستحق ہے[1]۔''

اِس ملفوظ میں حضرت پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ نے ''دُوسرے اولیاء اللہ'' کے الفاظ میں کوئی استثنائے لفظی نہیں فرمایا اور نہ ہی کوئی تخصیصِ زمانی فرمائی، لامحالہ سیالوی صاحب اور اُن کے پیش رو بصیر پوری یہی کہے جائیں گے کہ یہ تو ہٹ دھرمی، جارحیّت، تشدّد، تعصّب، دھاندلی، غنڈہ گردی، جھوٹ، گستاخی اور بے ادبی ہے[2] اور ایسا کہنے' لکھنے والا

1: ملفوظاتِ مہریہ ' ص76
2: حکایتِ قدمِ غوث ' ص27

کوئی غالی قادری ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ میرے جدِّ اعلیٰ علیہ الرّحمہ محض قادری نہیں' بلکہ سلسلۂ چشتیہ کے ایسے نامور اور جگت شیخ ہیں' جن کا اسمِ گرامی ہی سلسلۂ چشتیہ کے تعارف کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے مشائخ کے نظریۂ وحدت الوجود کی جو تشریح اپنے دور میں آپ نے کی' نیز مختلف مخالفینِ نظریۂ وحدت الوجود کو جس مدلّل و مبرہن انداز میں آپ نے یہ نظریہ تسلیم کرایا' وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ مگر آپؒ اِس کے باوجود غوثِ پاکؒ کی تعریف میں یوں رطب اللّسان ہیں کہ آپؒ کے بدن کی لطافت کو دوسرے اولیاء اللہ کے ارواح کی لطافت کے ہم مرتبہ قرار دے رہے ہیں۔

اے دل کے اندھے بصیر پوری! اور اُس کے پیچھے غیر دانشمندانہ چال میں گردن لٹکائے ہوئے چلنے والے سیالوی صاحب! آپ نے تو اِس بات پر زور دیتے ہوئے سر سفید کر لیا کہ معاذ اللہ '' غوثِ پاکؒ کی زندگی نے اِس قدر وفا نہ کی کہ آپ اِس منصب و مقام کی تکمیل کر پاتے' یعنی آپ کا نزول فقط مقامِ روح تک ہو سکا'' (کتابِ مذکور صفحہ 316) اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ فرماتے ہیں کہ غوثِ پاکؒ کے بدن کو وہ لطافت حاصل ہے' جو دُوسرے اولیاء اللہ کی رُوح کو حاصل ہے تو آپ کی رُوحِ مُعلّٰی کا کیا مقام ہوگا؟ وہ خود سوچ لیں۔ ع

یہی ہے ابتدا تو انتہا اِس کی کہاں تک ہے

پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہ العزیز تو فرما رہے ہیں کہ غوثِ پاکؒ نے مرضِ لا علاج میں مبتلا ہونے والے شخص کے بارے فرمایا'' جو شخص عبدالقادر سے غیرت برتتے وہ ایسی

ہی سزا کا مستحق ہے۔'' جو شخص پیرانِ پیرؒ کے بیش قیمت لباس کے بارے غیرت برتے وہ تو ایسی سزا کا مستحق ہے اور جو غوثِ پاکؒ کے مرتبۂ خُداداد کے بارے غیرت برتے آپ کو مغلوب العقل، مجنون، شطحیات و ادلال میں پھنسا ہوُا، اپنی شان میں قصائد پر قصائد لکھنے والا اور بلند بانگ دعاوی کر کے غیر محفوظ زبان والا کہئے' وہ کم بخت کیسی سزا کا مستحق ہوگا' یہ فیصلہ عبدالقادرؒ کا ربِّ قادر کرے گا۔ بقولِ فاضل بریلویؒ ؎

اُسے اِدبار جو مُدبر ہے تجھ سے
وہ ذی اقبال جو مُقبِل ہے یا غوثؒ
خُدا کے در سے ہے مطرود و مخذول
جو تیرا تارک و خاذِل ہے یا غوثؒ

(حدائقِ بخشش صفحہ 139)

اختلاف نمبر 4. سیالوی صاحب نے بذریعۂ تقریظ اور بصیر پوری نے بذریعۂ تصنیف یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے کہ حضرت غوثِ پاکؒ کے فرمودہ '' قدمی ھذہٖ علٰی رقبۃِ کلّ ولیّ اللّٰہ '' کے صدور کے وقت عطائے مصطفٰےؐ فی الھند حضرت خواجہ معین الدّین اجمیریؒ کا سر جھکانا نہ تو کہیں ثابت ہے اور نہ کسی محقق نے اِسے تسلیم کیا ہے، یہ فقط افراط کے شکار قادری حضرات کا من گھڑت فسانہ ہے[1]۔

جبکہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے دوٹوک الفاظ میں باحوالہ فرمایا کہ '' بعض سجّادہ نشین حضرات کو آنجنابؒ (حضرت غوثِ پاکؒ) کا ارشاد قدمی ھذہٖ علٰی رقبۃ

ل‍ہ: حکایتِ قدمِ غوث ، ص30

کلّ ولیّ اللّٰہ (میرا قدم اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) اپنے سلسلہ کے اکابرین مشائخ مثلِ خواجہ بزرگ معین الحق والدّین رضی اللہ عنہ اور مجدّد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ وغیرھُم کے متعلّق گراں گزرتا ہے' اِس لئے وہ حضرت محبوبؒ سُبحانی کے اِس قول مبارک کے متعلّق مختلف تاویلیں پیش کرتے ہیں ۔ اِس سے اُن کا مَنشاء اپنے مشائخِ سلسلہ کی تعظیم اور کمالِ محبت ہے' لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ انصاف کرنا چاہیئے، یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے کہ جب یہ کلمۂ عالیہ حضورؒ سے صادر ہوا تھا' اُس وقتِ سعید میں حضرت خواجۂ اجمیریؒ ایک پہاڑ پر یادِ الٰہی میں مشغول تھے' آپؒ نے جب غیب سے یہ کلمہ اپنے گوشِ ہوش سے سُنا تو بہ ادبِ تمام آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا'' علٰی رأسی وعینی (میرے سَر آنکھوں پر[1])۔'' اگر کسی محقّق نے گردن جُھکانے والوں میں سے حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری قدّس سرّہٗ کی ذات کو مستثنٰی کیا بھی ہے تو ساتھ ہی اُس کا سبب تحریر کر دیا ہے' ہم ذیل میں ایک ایسی شخصیّت کا حوالہ دیتے ہیں' جن کو بصیر پوری نے اپنی کتاب میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا مُستند بزرگ سمجھتے ہوئے اُن کے ارشادات کو بہ طورِ حُجّت و سند پیش کیا ہے۔

اصحابِ رقبہ کے دو گروہ: اِس کے بعد فرمایا کہ اولیائے اصحابِ رقبہ (جنھوں نے گردن جھکائی) کے دو گروہ ہیں ایک اولیائے حاضرین، دوسرا اولیائے غائبین اور شیخ

ل‍ہ: ملفوظاتِ مہریہ ، ص104

کا قدم حاضرین کی گردن پر تھا۔ بطریقِ ظاہر جو ہر خاص و عام کے سامنے تھا اور غائبین کا زیرِ قدم ہونا بطریق باطن تھا۔ کیونکہ وہاں ولیِ مطیع کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابومدین مغربی قدس سرہٗ نے جو حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کے پیر ہیں جو اُس وقت اپنے گھر پر ملکِ مغرب (مراکش) میں بیٹھے تھے۔ اپنے اصحاب کے سامنے اچانک اپنی گردن جھکالی اور فرمایا سَمِعْنا و اطعنا امر اللہ (ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور قبول کیا)۔ یارانِ مجلس نے خلوت میں وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ سے یہ حکم ہوا ہے اور یہ کہنے پر آپ مأمور ہوئے ہیں کہ قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبة کل ولی اللہ۔ یہ سن کر اُس زمانہ کے تمام اولیاء اللہ نے کمالِ عجز و انکسار سے گردنیں جھکالی ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی حق تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے اور آنحضرت کے زیرِ قدم ہونے کے لیے گردن جھکالی ہے[1]۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا اصحابِ رقبہ ہونا: اِس اثناء میں ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ رقبہ ہیں یا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اُس وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ 18 سال ہوگی اور یہ عُمر اُن کے ابتدائے سلوک کی ہے' ہاں اگر آپ کے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ اصحابِ رقبہ ہوں تو عجب نہیں۔ اگر آپ بھی نہ ہوں تو آپ کے شیخ حضرت حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ ضرور اصحابِ رقبہ ہوں گے[2]۔

---

[1]: مقابیس المجالس ' مقبوس نمبر 10' ص 279
[2]: مقابیس المجالس ' مقبوس نمبر 10 ' ص 279

اختلاف نمبر 5. سیالوی صاحب نے حضرت پیرانِ پیرؒ کے اظہارِ مرتبہ و عظمت کو آپ کا ذاتی دعوٰی و ادّعاء قرار دیتے ہوئے لکھا "نیز اپنے دعوٰی یا لوگوں کے ادّعاء میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس اظہار و اعلام میں جو فرق ہے' وہ بھی اِس حقیقت کا غماز ہے کہ کسرِ نفسی نے کس بلندی پر فائز کر دیا۔"

یعنی حضرت خواجہ معین الدّین اجمیری قدّس سرّہ العزیز کی پیشانی پر حبیبُ اللہ مات فی حبّ اللہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہار و اعلامِ مرتبہ ہے، مگر پیرانِ پیر حضرت غوثِ اعظم جیلانی قدّس سرّہ النّورانی کا اعلان و اعلام محض اپنا دعوٰی ہے۔ جبکہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے کس عقیدت و حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "حضرتؒ (غوثِ پاکؒ) کے ایک قصیدہ میں اِس مضمون کا بیان ہے کہ ہم کوئی چیز ازقسمِ مأکولات و ملبوسات ہرگز استعمال نہیں کرتے' تا آنکہ عالمِ غیب سے اُس کے استعمال کا ارشاد نہیں ہوتا، یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے۔

وَمَا قُلْتُ حتّی قیلَ لِی قُل وَ لَا تخف
فَانتَ ولیّ فی مقامِ الولَایۃِ

یعنی میں نے کوئی بات نہیں کہی' مگر اُس وقت جب کہ ارشاد ہُوا' کہہ اور خوف نہ کر کیونکہ تو مقامِ ولایت میں میرا مخصوص ولی ہے[1]۔"

سیالوی صاحب اور مجدّدِ ملّت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے افکار و نظریّات میں بُعد المشرقین کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ حضرتِ غوث پاکؒ سے

---

[1]: ملفوظاتِ مہریہ ' ص 77

غیرت برتنے والے تاجر کو سزا کا مستحق قرار دیتے ہیں، جبکہ سیالوی صاحب گستاخِ غوثِ پاکؒ کو علاّمہ، محقق العصر اور ملک وقوم کا مُحسن قرار دے رہے ہیں ....ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کُجا

اختلاف نمبر 6. میرے جدِّ امجد حضرت گولڑویؒ نے کتاب ''انوارِ قادریہ'' پر تقریظ کے ضمن میں حضرت غوثِ پاکؒ کی امتیازی شان کا بیانِ ذیشان بہ صدق و اذعان دراسلوبِ علم وعرفان فرماتے ہوئے آپ کے فرمان واعلان ''قدمی ھذہٖ علٰی رقبۃِ کُلِّ ولیّ اللّٰہ '' کی وسعت وآفاقیت کا مفہومِ عالمگیر بھی بہ اندازِ پُر تاثیر تحریر فرمایا' نیز دفعِ دخلِ مقدّر کرتے ہوئے کچھ سوالات اور اُن کے جوابات بھی افادۂ خواص وعوام کے لئے بالاہتمام بہ طورِ اتمامِ حجّت وکلام ارقام فرمائے۔ جن کی علمی وتحقیقی جامعیّت، کلمات کا برجستہ استعمال، فقرات کی دروبست خود بخود اعلان کرتی ہے کہ اِس ترقیم کے راقم کا سلسلۂ فیض یقیناً بابِ مدینۃُ العلم منبع الجودِ والحکم مخزن الفصاحۃ والبلاغۃ مولائے کائنات علی المرتضٰی کرّم اللّٰہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ ایسا لکھنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے کہ بوقتِ تحریر جس کی پُشت پر مولا علیؓ وغوثِ جلیؒ کا ہاتھ ہو۔ مگر بغض وعناد کا کیا کیا جائے کہ بصیر پوری اور سیالوی صاحب نے مِل جُل کر زور لگا دیا کہ نہیں نہیں یہ تحریر غلط ہے' جاہلانہ ہے' خلافِ تحقیق اور مخالفِ عقائدِ اہلِ سنّت ہے۔ لیکن کیونکہ اُس ہرزہ سرائی ولغو بیانی کو شاملِ کتاب کرنے اور اُس پر تقریظ لکھنے میں بصیر پوری و سیالوی صاحب کو خطرہ محسوس ہوتا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں موجود لاکھوں

غلامانِ مہر علی شاہؒ نفرت سے ہماری تواضع کریں گے اِسی لیے اُنہوں نے یہ چال چلی کہ ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

کے مصداق سرے سے انکار ہی کر دو کہ یہ تحریر حضرت پیر صاحب گولڑویؒ کی ہے ہی نہیں اور دلیل میں امام المناطقہ اُستاذ العلماء علاّمہ حافظ عطا محمد بندیالویؒ کی کتاب ''سیف العطاء'' میں مندرج بحث بر فتویٰ نکاحِ سیّدہ کو پیش کر دیا۔ جبکہ یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ اِس موضوع پر مولٰنا بندیالویؒ نے حضرتؒ کے اِس فتوٰی مبارکہ کے انتساب کو اِس لیے مشکوک قرار دیا تھا کہ آپ کی دیگر تصانیف کا علمی وتحقیقی پایہ، متقدّمین ومتأخرین فقہائے اعلام کا اس مسئلہ میں موقف اِس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اتنے بڑے عالمِ ربّانی کے قلم سے ایسی تحریر نہیں نکل سکتی یا پھر بعد میں جامعینِ فتاوٰی نے اس میں دخل اندازی کرتے ہوئے اپنی قلمی کرامت دکھائی[1] ۔

---

[1] : مولٰنا عطا محمد بندیالویؒ کا یہ اپنا نقطۂ نظر تھا کہ نکاحِ سیّدہ سے متعلّق وہ فتوٰی آپؒ کا نہیں' یا اِس میں جامعینِ فتاوٰی نے کوئی کمی بیشی کی ہے۔ یہاں اِس موضوع پر بحث کرنا ہمارا مقصود نہیں۔ لہٰذا جو لوگ اِس معاملہ کو سمجھنا چاہیں' وہ مولٰنا عطا محمد بندیالویؒ کی کتاب سیف العطاء کا براہِ راست مطالعہ فرمائیں' تاکہ اُن پر واضح ہو سکے کہ مولٰنا بندیالویؒ نے اِس فتوٰی پر کون کون سے فقہی اعتراضات وارد کیے اور اُن کا کیا جواب دیا۔ بہرحال مولٰنا مرحوم کی اِس کاوش کو گستاخیِ شیخ پر محمول نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ اگر حضرت گولڑویؒ خود بقیدِ حیاتِ ظاہری ہوتے تو آپ ایک شرعی مسئلہ ہونے کے ناتے اپنے فتوٰی پر واردشدہ اعتراضات کا جوابِ شافی خود مرحمت فرماتے' نہ یہ کہ آپؒ اپنے حق میں اِسے گستاخی قرار دیتے چنانچہ آپ کے معاصر ناقدین کے آپ کی تحریرات پر وارد کردہ بعض اعتراضات کے جواب میں آپ کا اندازِ تحریر اور آپؒ کی وسعتِ ظرفی آپ کی جلالتِ شان کی غمّازی کرتی ہے۔ بہرحال اِس سلسلے میں میرا یہ موقف ہرگز نہیں کہ یہ فتوٰی حضرتِ گولڑوی سے غلط منسوب ہے' یا اِس میں جامعینِ فتاوٰی نے تحریف کی ہے' البتہ اِتنا ہے کہ استفتاء میں ایک لفظ ڈُھونڈ رہ گیا تھا' جو عبّاسی خاندان پر بولا جاتا ہے' چوں کہ فتاوٰی مہریہ حضرت گولڑویؒ کے بعد از وصال طبع ہوا جامعِ فتاوٰی سے ڈھونڈ کا لفظ نقل کرنا رہ گیا' جسے جی اے حق چشتی صاحب نے اپنے رسالے ''مسئلہ: سیّدہ کا نکاح غیر سیّد کے ساتھ جائز نہیں'' میں کچھ عرصہ قبل اصل متن سے دیکھ کر نقل کیا اُن کے رسالۂ مذکورہ کے صفحہ نمبر 36 پر یہ استفتاء لفظِ ڈُھونڈ سمیت موجود ہے حالانکہ یہ لفظ آج تک طبع ہونے والے کسی مجموعۂ فتاوٰی میں موجود نہیں' (باقی اگلے صفحے پر)

جبکہ کتاب ''انوارِقادریہ'' پر آپؒ نے جو تقریظ لکھی وہ آپؒ کی حیاتِ طیّبہ میں شائع ہوئی وہ کتاب مع تقریظ طبع ہو کر آپؒ کے پاس پہنچی، آپؒ نے مطالعہ کیا اور تحسین و مرحبا فرماتے ہوئے اُس کتاب کو شرفِ قبولیّت عطا فرمایا۔ بہر حال حضرت صاحبؒ کی تقریظی تحریر کے خلاف سیالوی صاحب اور اِن کے چیلے بصیر پوری نے جو ہرزہ سرائی کی' اُس کا کچھ جواب تو آچکا اور کچھ مزید الگ تحریر کیا جائے گا۔ یہاں سرِ دست یہ دیکھیں کہ سیالوی صاحب حضرت گولڑویؒ کے اِتنے نیاز مند ہوتے ہوئے کہ اپنی کتاب ''ازالۃ الرّیب'' کا انتساب آپؒ کی طرف کر رہے ہیں، اُنہیں قبلۂ عالم تاجدارِ گولڑہ تسلیم کر رہے ہیں

بقیہ حاشیہ: چوں کہ موجودہ مجموعۂ فتاوٰی میں آج بھی یہ لفظ (یعنی ڈُھونڈ) موجود نہیں' ہمارے پاس فتاوٰی مہریہ مطبوعہ گولڑہ شریف سنِ طباعت 1988ء موجود ہے' جس کے صفحہ نمبر 133 پر یہ استفتاء اور فتوٰی مندرج ہے' اُس میں بھی لفظِ ڈُھونڈ نہیں لکھا گیا۔ یہی اعتراض مولٰنا بندیالویؒ نے وارد کیا تھا کہ استفتاء میں نکاح کنندہ کی جب قومیّت ہی درج نہیں تو یہ کیسے جانا جائے کہ یہ نکاح اکفاء میں تھا یا غیر اکفاء میں۔ اِسی بناء پر اُنہوں نے حضرتِ گولڑویؒ کی طرف فتوٰی ہٰذا کے انتساب کو مشکوک' بلکہ غلط قرار دے دیا' جس پر اُنہیں گولڑہ شریف میں برسرِ محفل بے عزت بھی کروایا گیا تھا۔ یہ تو خیر مولٰنا بندیالویؒ کا اپنا نقطۂ نظر اور اندازِ تحقیق تھا' بہر حال مولٰنا بندیالوی سے انتہائی محبت و خلوص کے باوجود مجھے بسلسلۂ انتساب اُن سے اختلاف ہے' چنانچہ میں نے اپنی کسی کتاب یا خطاب میں یہ نہیں کہا کہ یہ فتوٰی مشکوک ہے' یا اِس کا حضرت گولڑویؒ سے انتساب قطعاً غلط ہے' چنانچہ میں نے اپنی کتاب ''نام ونسب'' میں آپ کے اِسی فتوٰی پر بحث ضرور کی ہے' مگر اِس کے انتساب یا جامعینِ فتاوٰی پر کسی قسم کا کوئی اظہارِ شک نہیں کیا' گویا مولٰنا بندیالویؒ کی کتاب ''سیف العطا'' کے ساتھ میرا اتّفاق اِسی مسئلہ کے حوالے سے ہے اور ہمارے مابین قدرِ مشترک یہی ہے کہ نہ تو بندیالوی صاحبؒ سیّدہ کے غیر سیّد کے ساتھ نکاح کی حُرمتِ مطلقہ کے قائل تھے اور نہ ہی میں اِس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ باقی ''سیف العطاء'' کے تمام مندرجات کے ساتھ میرا مِن کُلِّ الوجوہ اتّفاق ضروری نہیں' لہٰذا میں کل کی طرح آج بھی اِسی بات کا قائل ہوں کہ یہ فتوٰی آپؒ نے ہی تحریر کیا تھا' لیکن اِس فتوٰی سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ سیّدہ کا غیر اکفاء میں نکاح ازروئے شریعت مطلق حرام ہے' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہ کیسے گوارا کر لیا کہ کوئی بد باطن اور کور بخت بصیر پوری حضرت صاحب علیہ الرّحمہ کی تحریر کو متعصّبانہ، جاہلانہ اور غیر دانشمندانہ کہے اور اُس پر سیالوی صاحب تقریظ لکھ کر اُس گستاخ بصیر پوری کو محقّق، علاّمہ، فاضل اور دین وملّت کا محسنِ اعظم قرار دے ڈالیں۔ کیا یہ سیالوی صاحب کی چال بازی اور دھوکہ دہی نہیں ہے؟

یہ بہت طویل موضوع ہے' ہم یہاں صرف وہی ایک اقتباس درج کرتے ہیں' جس میں سیالوی صاحب نے براہِ راست حضرت گولڑویؒ کے دلائل ونظریّات کا ردّ کرتے ہوئے اپنی شیخ الحدیثی ومناظر الاسلامی کا مظاہرہ فرمایا ہے چنانچہ کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث'' کے صفحہ 291 پر بصیر پوری نے یہ گُل کھلایا ''حاشیہ: حضرت علاّمہ محمد اشرف سیالوی شیخ الحدیث دارالعلوم سیال شریف سائل کے استدلال پر اعتراض قائم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ: جیسا کہ بعد والوں نے اِسے زنا وغیرہ سے بھی تعبیر کرایا۔ یہ عمل یا یہ اندازِ فکر دین میں دخل دینے کے مترادف ہے۔ جو روایت ودرایت کی رُو سے قطعاً ممنوع ہے' لہٰذا جو لوگ آج بھی حضرت گولڑویؒ کے اِس فتوٰی کو حرمتِ مطلقہ پر بطورِ ثبوت پیش کرتے ہیں' وہ صریح غلطی پر ہیں' میرا آج بھی نکاحِ سیّدہ با غیر سیّد کے سلسلے میں یہی موقف ہے کہ سادات کے لئے اپنے اکفاء میں رشتوں کا لین دین کرنا بہتر اور اولیٰ ہے' لیکن اگر سیّدہ کا رشتہ اکفاء میں نہ ملنے یا کسی اور مجبوری کے تحت غیر اکفاء میں کر دیا جائے تو وہ شرعاً جائز اور حلال ہے۔ جو لوگ آج بھی بضد ہیں کہ حضرت گولڑویؒ کے محولہ فتوٰی کی رُو سے سیّدہ کا غیر کفو میں نکاح شرعاً حرام ہے تو میں اِسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا' کیوں کہ حضرت گولڑویؒ کا یہ فتوٰی استفتاء میں مندرج سوال کی روشنی میں ہے اور اُس کے مطابق تو کسی بھی خاندان کی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں نہیں ہو سکتا' کیوں کہ وہ ایک مُغویہ کا کیس تھا۔ لہٰذا آپؒ کے اِس فتوٰی کو نکاحِ سیّدہ با غیر سیّد کے مُطلقاً عدمِ انعقاد پر بطورِ سند پیش کرنا' بلاشُبہ شریعت میں جسارتِ تصرُّف کے مترادف ہے۔ بہر حال مستقبلِ قریب میں ان شاءاللہ اِس موضوع پر میری ایک اور تصنیف منصّۂ شُہود پر آ رہی ہے' جس میں اِس مسئلے کے باقی ماندہ جُزئیات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اِس کے ساتھ ساتھ اِسی مسئلہ میں ایک ایسے عظیم سیّد زادے کے موقف اور اُس کے ذاتی عمل کو بطورِ ثبوت پیش کیا گیا ہے' جو ساداتِ گولڑہ شریف کے نزدیک بھی ایک نہایت مُعتمد ومُستند حیثیت کا حامل ہے۔ نیز اگر ضرورت پڑی تو اُس حَسنی حُسینی سیّد زادے کی عطا فرمودہ اور دستخط شدہ تحریر کا عکس بھی شاملِ کتاب کیا جائے گا۔ (منہ)

اقولُ هذا محل تأمل لانّ جبرئيل عليه السّلام كان رسُولًا قبلَ ذٰلِكَ والنبی ﷺ نبیٌّ بعد ذلك مِن الضَّم والتصرف فی الباطن واعطی الرّسالة بعد ذلك والمصرح فی كتب القوم ان رُسل البشر افضل من رُسل الملائكة والظّاهر انّ هذا بعد تقريرهم علیٰ منصب الرّسالة لا بعد الولادة فتفكّر حق التفكّر لانّ الكلام ههنا فی احكام هذه النشأة لاالنّشأة النّورانية السابقة على المخلوقات[1] ۔

تبصرہ : یہ بحث تو الگ تفصیل طلب ہے کہ فاضل پر مفضول کا تصرّف کَتصرّفِ جبرئیل علیٰ سیّدالانبیاء علیہم السّلام ہے اور حضرت اعلیٰ گولڑویؒ نے ابتدائے وحی کے وقت غارِحراء میں فغطّنی کے لفظ والا تصرّف مُراد لیا ہے' یا کوئی اور تصرّف ۔ پھر آیا حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر لفظِ رسول کا اطلاق بعداز وحیِ اوّل ہوا یا آپ ﷺ کو وقتِ ولادت ہی سے' بلکہ اِس سے بھی پہلے عالمِ ارواح میں رسول کے لقب سے ملقّب کیا گیا کما فی القرآن المجید ثمّ جآءَکُم رسولٌ مصدِّقٌ لّما معکم۔ جبکہ ''ازالۃ الرّیب'' میں خود سیالوی صاحب اِس بات کی تردید کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔

''بلکہ انبیاء بھی اکمل ہونے کے باوجود اکمل ترین بننے کے لئے اُنؐ کے محتاج ہیں اور اُن کی نگاہِ لطف وکرم کے منتظر' اِسی لئے دنیا میں اُن کو اُمّتی بننے کا پابند کیا گیا ثُمّ جاءکُم رسُول مصدق لما معکم لتوٴمنّن بہٖ (الآیۃ) انتھیٰ کلامہٗ[2]''۔

---

[1]: حکایتِ قدمِ غوث ' ص 291

[2]: ازالۃ الرّیب ' ص 64

جب روزِ میثاق جملہ انبیاء ومُرسلینؑ کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّتی بننے کا پابند بنادیا گیا تو کیا آپؐ کو مرتبۂ رسالت عطا نہیں کردیا گیا تھا؟ آیتِ قرآنی میں النّبیّن اور رسُول کا لفظ کیا واضح کررہا ہے' نیز سیالوی صاحب نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ اعلانِ نبوّت اور نزولِ وحی سے پہلے حضور علیہ السّلام مفضول تھے اور حضرتِ جبرئیلؑ فاضل' جبکہ بعد میں حضرت جبرئیلؑ مفضول ہوگئے اور آپؐ فاضل بن گئے' ماشاءاللہ کیا شانِ تحقیق ہے۔

مزید برآں یہ بات بھی خالی از لُطف نہیں کہ سیالوی صاحب اِس عبارت میں کہنا کیا چاہتے ہیں' کیا جبرئیلؑ کے غارِحرا میں حضور علیہ السّلام کو بھینچنے اور تصرّف کرنے سے پہلے آپؐ کی نبوّت کی نفی کررہے ہیں' یا رسالت کی؟ اُن کی عبارت سے تو دونوں باتیں مترشّح ہوتی ہیں۔

نفیِ نبوّت کے الفاظ: لِانّ جبرائیل علیه السّلام كان رسُولًا قبل ذٰلِك وَالنبّی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ۔ نبیّ بعد ذٰلِك الضمِ والتصرّفِ فی الباطن۔

یعنی سیالوی صاحب فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ جب غارِحرا میں حضرت جبرئیلِ امینؑ نے حضور علیہ السّلام کو آکر بھینچا اور آپؐ پر وحی پہنچائی تو جبرئیلؑ اِس سے پہلے بھی رسول تھے' جبکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُس کے بعد نبوّت سے نوازے گئے۔ دیکھئے قارئینِ کرام! سیالوی صاحب نے عجیب گُل کھلایا ہے کہ غارِحرا میں وحیِ اوّل سے پہلے حضور علیہ السّلام کو نبوّت ہی نہیں ملی تھی' جبکہ ذخیرۂ حدیث میں متعدّد احادیث اِس بات پر شاہدِ عادل ہیں کہ جب صحابۂ کرام علیہم الرّضوان نے آپؐ سے پوچھا:

یا رسول اللہ علیک السّلام! آپؐ کو نبوّت کب عطا کی گئی تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا:
كُنتُ نبیاً وّ آدمُ بینَ الرّوحِ وَالجسَدِ یا پھر کُنتُ نبیاً وّ آدمُ بینَ الماء وَالطّینِ یا پھر کُنتُ نبیاً وّانّ آدمَ لمنجدلٌ فی طینتہٖ اَو کما قالَ علیہ السّلام۔ فی مقاماتٍ متعدّدۃٍ۔

اب تک تو اِنہی احادیثِ مبارکہ سے تمسّک کرتے ہوئے مُسلم علمائے کرام نصارٰی کا ردّ کیا کرتے تھے اور نصارٰی کے اِس اعتراض کا جواب دیا کرتے تھے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ مریم سلام اللہ علیہا کی گود میں فرما دیا تھا اِنّی عبد اللّٰہِ اٰتٰنی الکتٰبَ وَجَعَلَنی نبیّاً جب کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو چالیس سال کے بعد نبوّت دی گئی۔ اب وہی نصارٰی والی بولی سیالوی صاحب بھی بولنے لگے۔ بلکہ بدعقیدہ لوگوں کی اِس بات کا کہ ''آپؐ کو چالیس سال تک پتہ بھی نہیں تھا کہ میں نبی ہوں'' خود سیالوی صاحب بھی اِنہی احادیثِ طیّبہ کے سہارے جواب دیا کرتے تھے اور اب خود کہہ رہے ہیں کہ آپؐ چالیس سال کے بعد نبوّت سے نوازے گئے۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

نکتہ: سیالوی صاحب کی جس عبارت کو بصیر پوری صاحب نے اپنی کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث'' کے صفحہ 291 پر درج کیا اُس میں لفظِ نبی کو یوں لکھا ''نبیٔ ء'' شاید ایسا لکھنے میں بھی کوئی علمی مُوشگافی مقصود ہو کہ اِس لفظ میں دونوں طرح تلفّظ جائز ہے۔ نبیّ بھی اور نبیٔ بھی اگرچہ مادۂ اشتقاق کے اعتبار سے یہ دونوں جائز ہیں۔

نمبر1: النّباوۃ معتل اللّام وھو العلوّ والا رتفاع

نمبر2: مشتق من النبأ بسکون الباء وھو بمعنی الاخبار او الظّھورِ معنی انّہ مھموز اللّام۔

لیکن اِس کا استعمال اکثر نبیّ ہوتا ہے' بیک وقت دونوں طرح لکھا ہونا یہ خاصہ ہے بصیر پوری صاحب اور سیالوی صاحب کا۔ یا تو یوں لکھ دیتے نبیّ اَو نبیٔ۔ بہرحال یہ تو تھے سیالوی صاحب کے الفاظ نفیِ نبوّت کے لئے۔ اب دُوسرا پہلو ملاحظہ ہو۔

نفیِ رسالت کے الفاظ: وَاُعطی الرّسالۃ بعدَ ذٰلِکَ۔ یعنی حضور علیہ السّلام کو غارِ حرا میں پہلی وحی اور جبرئیلِ امینؑ کے بھیجنے کے بعد رسالت سے نوازا گیا۔ جبکہ روزِ میثاق جب سارے نبیوں سے وعدہ لیا گیا تو فرمایا گیا ثمّ جاءکُم رسُولٌ مصدّقٌ لما معکُم (الآیۃ) یہاں بھی آپؐ پر لفظِ رسول کا اطلاق کیا گیا۔

اگر بالفرض آپؐ پر قبلِ وحی لفظِ نبی کا اطلاق کیا جائے اور لفظِ رسول کا اطلاق نہ کیا جائے تب بھی آپؐ حضرتِ جبرئیلؑ سے افضل وفاضل ہیں: کما قالَ الامام فخر الدّین الرّازیؒ فی التفسیر الکبیر انعقد الاجماع علیٰ اَنّ نبیّنا محمّداً صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم افضل من الملٰئکۃ۔ الخ اور اگر آپؐ پر قبلِ وحی نہ لفظِ نبی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ لفظِ رسول کا تو پھر پیچھے بچ کیا جاتا ہے۔ نیز تصرّف سے مُراد صرف پہلی بار بھیجنا اور وحی کرنا ہی نہیں بلکہ تا دمِ وصالِ مصطفٰیؐ جبرئیلِ امینؑ ایسا تصرّف کرتے رہے ہیں علّامۂ شدید القویٰ پر بھی بعض مفسّرین نے یہی تحقیق فرمائی ہے اور اوقاتِ صلوٰۃ کیلئے جبرئیل کا آکر بتانا' شبِ معراج مختلف سوالات اور اُن کا جواب بزبانِ جبرئیلؑ' بوقتِ نزولِ وحی آنحضرتؐ پر مخصوص کیفیّت و حالت

لہ: نبراس حاشیہ شرح عقائد اختتامِ کتاب' صفحہ آخر

کا طاری ہونا' یہ سب تصرّف کے زُمرے ہی میں آتا ہے۔ع

دیکھے نہ کور چشم تو اُس کا قصور ہے

یہ تو ہم نے لگے ہاتھوں سیالوی صاحب کی تحریر پر مختصر تبصرہ ھدیۂ قارئین کیا ہے اگر سیالوی صاحب نے میرے جدّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ کے دلائل کا جس طرح ردّ کیا ہے' اُسی طرح جواب دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سیالوی صاحب نے کچھ مفاداتِ مخصوصہ کی وجہ سے حضرت گولڑویؒ کا نام لے کر اُن کی تردید نہیں کی' بلکہ اشارات و کنایات کی زبان میں اُن کے دلائل کے خلاف زہر اُگلا۔ اگر وہ مفادات اُن کے پیشِ نظر نہ ہوتے تو اُنہیں حضرت گولڑویؒ کا نام لے کر اُن کے خلاف گند گھولنے میں کچھ باک نہ ہوتا' کیونکہ جو شخص حضرت پیرانِ پیرؒ کو دوزخی شخص کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہے' آپؒ کے خطبات و ارشادات کو کلامِ باطل نظام لکھ سکتا ہے اُس کے نزدیک حضرت گولڑویؒ کس شمار میں ہیں۔ لیکن سیالوی صاحب اور اُن کے ممدوح بصیر پوری صاحب یہ بات کان کھول کر سُن لیں کہ ابھی میں نے صرف آپ حضرات کی اُن گُستاخیوں کی مختصر فہرست قارئین کے سامنے رکھی ہے' جو آپ دونوں نے حضرت پیرانِ پیرؒ کی ذات کے بارے روا رکھی ہیں' اگر زندگی نے وفا کی تو میں ان شاء اللہ العزیز ''حکایتِ قدمِ غوث'' کا پورا پوسٹ مارٹم کروں گا اور اُس میں مندرج دلائلِ رکیکہ کا تفصیلی جواب دوں گا اور پُوری دُنیا کو بتا دوں گا کہ سارے بیٹے ہی چُوری کھانے والے نہیں ہوا کرتے' بلکہ کچھ اُن کی طرف بڑھنے والے ہر طوفانِ بے ادبی کا مُنہ موڑ دینے والے بھی ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ میں غوثِ پاکؒ کے نام پر روٹی کھانے' اُن

کی گیارھویں شریف کی آڑ میں اپنی جیب گرم کرنے اور اُن کی اولاد کہلوا کر اُن کے گستاخوں کو گلے لگانے والا ہرگز نہیں' بلکہ اُن کی دُعاء و توجّہ کے صدقے اُن کے مُخالفین و معاندین کو دندان شکن جواب دینے کی صلاحیّت بھی رکھتا ہوں۔ اگرچہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے غیرت مند سچّے غلام' میرے جدّ امجد حضرت بابو جیؒ کے مخلص مرید اور اِس ناچیز کے استاد بھائی محترم مولٰنا ممتاز احمد چشتی سلّمہٗ ربّہ، نے اپنی تصنیف اقوال الاولیاءِ الاکابر فی قدمِ الشّیخ عبدالقادرؒ میں کسی حد تک یہ فریضہ ادا کر دیا ہے' لیکن ابھی علاج بالمثل ہونا باقی ہے' جو ان شاء اللہ مَیں کروں گا۔ بقولِ فاضل بریلویؒ ؂

دلِ اعدا کو رضؔا تیز نمک کی دُھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

ہم اِس بحث کو دُوسری کتاب کے لئے چھوڑتے ہوئے سیالوی صاحب کے اِس اعتراض کی بات کر رہے ہیں' جو اُنہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے موقف و استدلال پر کیا ہے' اُنہیں مرکزِ علم و عرفان، قبلۂ عالم اور تاجدارِ گولڑہ لکھ کر اُن کی طرف اپنے رسالے ''ازالۃ الرّیب'' کا انتساب بھی کیا ہے' بقولِ شاعر.........؂

تھا کچھ ابھی بیان' ابھی کچھ بیان ہے
گویا تری زبان کے نیچے زبان ہے

اختلاف نمبر 7. سیالوی صاحب نے بایں الفاظ ''ولایت کے دروازے بند نہیں

اور نہ اِس کے مدارج و مراتب کسی خاص خاندان اور فرد کے ساتھ مختص ہیں[1] ''.....الخ۔ یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ کسی خاص خاندان کے لئے عطائے ولایت کا کوئی امتیازی دروازہ نہیں اور نہ ہی قطب الاقطاب کا منصب اہلِ بیت کے ساتھ مخصوص ہے (جس کو مجدّد الفِ ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ اور فاضل بریلویؒ نے تحقیقاً ثابت کیا ہے) اِس کی وجہ شاید یہ ہو کہ خود سیالوی صاحب کسی قابلِ فخر یا قابلِ ذکر خاندان کے فرد نہ ہوں۔ جبکہ درجِ ذیل ملفوظ میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کا نقطۂ نظر ملاحظہ کریں۔

ملفوظ نمبر 78: ''فضائلِ اہلِ بیتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوا، فرمایا ''ائمۂ اہلِ بیتِ کرام کی نعمتیں موہوبی ہیں اور باقی لوگوں کی کسبی، کارخانۂ کسبی کبھی موہوبی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اب بھی اگر اِس پاکیزہ نسل کا کوئی فرد اشغال و اذکارِ الٰہیہ میں مشغول ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دُوسرے لوگوں کی نسبت بہت جلد اور زیادہ فائز المرام ہوگا[2] .....الخ''۔ اِسی طرح آپؒ نے ایک اور مقام پر یہی بات فرمائی۔

ملفوظ نمبر 163: ''ائمۂ مجتہدین کے فیوض و برکات بھی اِسی خاندانِ عالی شان سے ہیں' چنانچہ امامِ دارالھجرۃ حضرت مالکؒ اور امامِ عظیم الشّان ابو حنیفہؒ دونوں امام جعفر صادق علیہ السّلام کے شاگردوں سے ہیں۔ امام شافعیؒ امام موسیٰ کاظمؒ سے سند رکھتے ہیں، ہر فیض جو امّت کو ملا ہے اِن امجادِ خیر العباد علیہم السّلام سے ملا ہے' نہ اپنے آباء و اجداد سے۔ یہ حدیث شریف مثل اھلِ بیتی کسفینة نوح من رکبھا نجا

[1]: حکایتِ قدمِ غوث ' ص 39

[2]: ملفوظاتِ مہریہ ' ص 73

(میرے اہلِ بیتؓ کی مثال کشتیٔ نوح کی طرح ہے اِس میں جو سوار ہوا نجات پائی) اِسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اہلِ حق کا اِسی کشتی میں سوار ہونا اُن کے لئے مُوجبِ نجات ہے۔''

اِس اثناء میں ایک شخص نے عرض کیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے ہمعات اور عقیدۃ الوفیّہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ ائمّۂ عترت نسبتی قطب ہیں۔ قدرے تبسّم کر کے فرمایا کہ شاہ صاحبؒ نے واقعی کیا ہی اچھا فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ ذُریّتِ اہلِ بیتؓ کے حق میں بھی ادب اور خوش اعتقادی رکھنی چاہیئے[1] .....الخ''

ہماری تحریر محض تفوّقِ نسبی کے جذبے کا نتیجہ نہیں

قارئینِ کرام: ہم نے یہ تحریر محض نسبی تفوّق کے جذبے سے درج نہیں کی' بلکہ سیالوی صاحب اور بصیر پوری نے جو کوشش خاندانِ اہلِ بیت کے فضل و مجدِ خاص کی نفی کے لئے کی اُسی کے جواب کے لئے ہم نے عنانِ قلم اِدھر پھیرا ہے۔ ہمارے بیان کی تصدیق کے لئے دیکھیں کتاب (حکایتِ قدمِ غوث) کا صفحہ 184,166,151,39 اور 188 بلکہ قطبیّتِ کبریٰ کے منصبِ جلیلہ کا مفوّض بہ خاندانِ اہلِ بیتؓ ہونا اُنہوں نے روافض کا عقیدہ ثابت کرنے پر زور دیا ہے۔

اختلاف نمبر 8. حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے حضرت پیرانِ پیرؒ کے خداداد فضائل و کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپؒ کے کچھ ارشادات کی تشریح بھی فرمائی۔ چنانچہ ہم بطورِ مشتے از خروارے حضرت پیرانِ پیرؒ کے ایک فرمان کی تشریح

[1]: ملفوظاتِ مہریہ ' ص123 ' مطبوعہ گولڑہ شریف

بہ قلمِ حضرت پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ نقل کرتے ہیں اور پھر اُس کے متعلق سیالوی صاحب اور اُن کے ممدوح بصیر پوری صاحب کے تأثرات بھی قلم بند کرتے ہیں۔

تشریحِ فرمانِ غوثیہؓ از قلمِ مہریہؒ: ''چنانچہ عالیجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ خُضنا بحرًا لَم یقف علی ساحلہٖ الانبیاء یعنی ہم ایسے دریا میں ڈوبے ہیں کہ جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السّلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ بحر و دریا سے مُراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ یعنی ہم کو بوجہِ کمالِ اتّباعِ ظاہری و باطنی شریعت وطریقت ذاتِ پاک محمّدی میں کامل فنا حاصل ہے۔ بخلاف سائرِ انبیاء علیہم السّلام کے وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنائے کامل سے عاری ہیں۔

سوال: عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام حسبِ احادیثِ صحیحہ بعد النّزول شرعِ محمدی کے پابند ہوں گے۔ لہٰذا کامل فناء کے مستحق ہوئے اور عالیجناب کے فرمانِ مذکور لَم یقف علیٰ ساحلہ الانبیاء سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کو ذاتِ محمّدی میں فنا ظاہری و باطنی نہ ہوگی؟

جواب: فرمانِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قولِ ہذا سے پہلے کسی نبی کو بحر و ذاتِ محمّدی میں فنائے کامل و اتّباعِ شرعِ محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لَم یقف میں کلمۂ لَم مضارع پر ماضی منفی کا معنٰی دیتا ہے۔ بنا بریں اگر بعد اِس فرمان کے قربِ قیامت میں عیسیٰ علیہ السّلام کو اتّباعِ شرعِ محمّدی میں فنائے کامل حاصل ہو تو مخالفِ قولِ مذکور نہ ہوگا[1]۔''

---

[1]: مکتوباتِ مہریہ ' ص109 اور ملفوظاتِ مہریہ ' ص106، 107

بصیر پوری نے بلاواسطہ اور سیالوی صاحب نے بالواسطہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے اِس فرمانِ عالی شان کو بہ تغیرّ الفاظ صاحبِ نبراس علاّمہ عبدالعزیز پرھارویؒ کے حوالے سے درج کر کے اُس کے خلاف جو تأثر دینے کی کوشش کی ہے' وہ ایک بھونڈی حرکت ہے۔ اگر سیالوی صاحب حضرت قبلۂ عالم پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے اِس قدر نیاز مند اور اُن کے مقامِ علم وعرفان کے معتقد تھے تو اُنہیں چاہیے تھا کہ وہ بصیر پوری صاحب کو اِس چوری' بلکہ سینہ زوری پر ٹوکتے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کا فرمان یُوں نہیں ہے بلکہ آپؒ کا فرمان وہ ہے جس کو حضرت گولڑویؒ نے نقل کر کے اُس پر وارد ہونے والے ایک سوال کا جواب بھی صرفی قاعدہ کی رُو سے دے کر تشکیک کی گرد صاف فرما دی' لیکن سیالوی صاحب نے ایسا کرنے کے بجائے بصیر پوری صاحب کی پیٹھ پر تھپکی دی، اُنہیں تحسین ومرحبا کہا، اُنہیں مُحسنِ اسلام قرار دیتے ہوئے اُن کے لئے دعائے جزائے خیر کی۔ شاید اِس لیے کہ اُس وقت سیالوی صاحب کہیں اور مُلازم تھے' جہاں رہتے ہوئے اُنہیں نہ تو حضرت پیرانِ پیرؒ کو دوزخی شخص کے ساتھ مثال دیتے ہوئے کوئی جھجک محسوس ہوئی اور نہ حضرت پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ کی تحقیقات کو تعصّب، ہٹ دھرمی، غلوّ اور جہالت کہتے ہوئے اُن کے ضمیر پر کوئی بوجھ پڑا۔ اب چوں کہ وہ مدرسہ مہریہ غوثیہ میں پل رہے ہیں اِسی لئے اب اُن کے مزاج میں یا انداز میں یہ تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے۔

غنیمت ہے جو ہم ایماں بچا لیں
بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں

فاضل بریلوی حضرت مولٰنا احمد رضا خانؒ کے ساتھ مولوی اشرف سیالوی صاحب کا شدید اختلاف اور ذُو معنٰی عقیدت مندی کا پول

ناظرینِ کرام! ہم اپنی اِس کتاب میں پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں کہ مولوی اشرف سیالوی صاحب آج کل اپنے آپ کو امامِ وقت اور اہلِ سنّت کا ٹھیکیدار گمان کیۓ بیٹھے ہیں لٰہذا وہ اپنی ہر بات جملہ اہلِ سنّت سے تسلیم کرانے پر مُصِرّ نظر آتے ہیں' بلکہ اُن کے خیال میں پکّا سنّی وہی ہے' جو اُن کا ہر ارشاد بے چون و چرا تسلیم کر لے' چاہے وُہ اوجھری کی حُرمت ہو یا گستاخیِ غوثِ پاکؒ۔ مگر کچھ مفاداتِ مخصوصہ کے مستقل حصول کے لئے اکابرِ اہلِ سنّت کے ساتھ نیاز مندی رکھنا بھی اُن کے لئے ایک ناگزیر امر ہے' لٰہذا وہ فاضل بریلویؒ اور دیگر بزرگوں کا نام بھی اپنے دھندے کے لئے استعمال فرماتے رہتے ہیں' بلکہ فاضل بریلویؒ کے اشعار سے استنباطِ مسائل کرنا اور اُن کے اشعار، معتقدات میں بہ طورِ دلیلِ قطعی پیش کرنا بھی ضروری خیال فرماتے ہیں۔ چنانچہ ''ازالۃ الرّیب'' میں ایک مقام پر یوں سُرخی لگائی ولنعم ما قال الامام احمد رضا قدّس سرّہٗ العزیز - اور پھر نیچے یہ شعر تحریر فرمایا ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

گویا بارگاہِ ربّ العزّت میں حضور و وصول کے لئے سب مخلوق کا بہ شمولِ انبیاء و مُرسلین

صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین' حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف محتاج ہونا ثابت کرتے ہیں اور آپ کے اختیاراتِ عظیمہ کا اثبات فرماتے ہوئے مولوی صاحب نے فاضل بریلویؒ کا یہ شعر بطورِ سند وحجّت پیش کیا۔ بسم اللہ ہمارے سر آنکھوں پر، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ مولوی اشرف صاحب کیا واقعی فاضل بریلویؒ کو امام مان کر اُن کی تحقیق اور اُن کے کلام کو حجّت سمجھتے ہیں یا صرف وقتی مطلب برآری کے لئے اُن کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم بالتّفصیل وہ اشعار نقل کرتے ہیں' جن پر فاضل بریلویؒ کی بارگاہِ غوثیہ میں نیاز مندی اور نسبت کی عمارت قائم ہے اور فاضل بریلویؒ نے پیرانِ پیرؒ کی فضیلت و عظمت کا بیان کس انداز میں کیا ہے اور مولوی اشرف صاحب نے خود اور بزبانِ بصیر پوری کس طرح اُن فضائل و مراتبِ غوثیہ کی دھجّیاں بکھیرنے کی سعیِ نامُراد کی ہے۔ کیونکہ سیالوی صاحب اکابر کے اشعار کو بہ طورِ حجّت عقائد میں استعمال کرتے ہیں' اِس لئے ہم فاضل بریلویؒ کے اشعار اُن کے سامنے رکھنے لگے ہیں۔ اور اُن کے اِس دوہرے طرزِ عمل کو ہم دوغلہ پن کا عنوان دے کر نمبر وار لکھیں گے۔

دوغلہ پن نمبر 1: مولوی اشرف صاحب نے کتاب حکایتِ قدمِ غوث پر تقریظ لکھّی اور مؤلّف کے بارے لکھّا ''اللہ تعالٰی علاّمہ صاحب کو جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے کہ اُنہوں نے صحیح مفہوم اور حقیقی محمل بیان فرما کر عوام کو غلط فہمی کے دلدل سے نکالا ہے اور خواص کے لئے تحقیق و تدقیق کا عظیم خزانہ بہم پہنچایا ہے[1] .... الخ''

تبصرہ: وہ تحقیق کا عظیم خزانہ یہ ہے کہ مؤلّف نے ثابت کیا کہ غوثِ پاکؒ تامدّتِ حیات صاحبِ سُکر رہے اور حالتِ سُکر میں آپؒ سے یہ فرمان صادر رہا' جب کہ

[1]: حکایتِ قدمِ غوث ' ص38

فاضل بریلویؒ اِس فرمان کو سُکر پر محمول کرنے والوں پر یوں برس رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضرؑ کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا
آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشّے والوں نے بھلا سُکر نکالا تیرا

دوغلہ پن نمبر2: سیالوی صاحب اور بصیر پوری نے غوثِ پاکؓ کا مرتبہ جس طرح گھٹاتے گھٹاتے اُنہیں اپنے تلامذہ و مُریدین سے بھی مفضول' بلکہ مجنون اور مرفوع القلم (پاگل) قرار دے دیا ہے' ایسے لوگوں کو فاضل بریلویؒ یوں تازیانۂ عبرت کا نشانہ بناتے ہیں۔

وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حضیض
اور ہر اَوج سے اونچا ہے ستارا تیرا
اِس پہ یہ قہر کہ اب چند مخالف تیرے
چاہتے ہیں کہ گھٹا دیں کہیں پایہ تیرا
عقل ہوتی تو خُدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں' اُسے منظور بڑھانا تیرا

خُدا سے لڑائی لینے کا استعارہ فاضل بریلویؒ نے اِس حدیثِ قدسی سے لیا ہے من عادیٰ لی ولیًّا فقد آذنتهٗ بالحرب یہی حدیثِ قدسی مولوی اشرف صاحب نے نیاز مندانِ بارگاہِ غوثیہ اور قائلینِ وسعتِ مفہومِ ارشادِ غوثیہ کے خلاف تحریر فرما کر

کتابِ مذکور کے صفحہ نمبر 45 پر اپنی شیخ الحدیثی کا مظاہرہ فرمایا ہے' جبکہ فاضل بریلویؒ شانِ غوثِ پاکؓ گھٹانے والوں اور بغضِ پیرانِ پیرؓ میں مبتلا سُنّی نُما خارجیوں کے متعلق اِسی حدیثِ قدسی کا استعارہ (تلمیح) استعمال فرما رہے ہیں' حدیث شریف تو ایک ہے مگر ہر دو شخصیتوں نے اپنے ایمان و عمل کے درجے کی روشنی میں اِس حدیث شریف کا مصداق' الگ الگ متعیّن فرمایا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ فاضل بریلوی کا تعیّن کردہ مصداق اقرب بصواب ہے یا سیالوی صاحب کا۔ یہ انصاف ہم قارئینِ عظام پر چھوڑتے ہیں۔ اور پھر یہ حضرات (سیالوی اور بصیر پوری صاحبان) پیرانِ پیرؓ کے ساتھ کتنی عداوت اور کس قدر بغض رکھتے ہیں' اِس پر یہ پوری کتاب ''حکایتِ قدمِ غوثؓ'' (مؤلّفہ بصیر پوری صاحب و مقرّظہ اشرف سیالوی صاحب) گواہ ہے' جس کے ایک ایک لفظ سے بُغضِ غوثِ پاکؓ پھُوٹا پڑتا ہے۔ لہٰذا اِس حدیثِ قدسی کا من گھڑت مفہوم لے کر اشرف سیالوی صاحب کا مریدینِ سلسلۂ عالیہ قادریہ پر منطبق کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ نے اِن الحکمُ اِلاّ لِلّٰہ کہنے والے خارجیوں کے متعلق فرمایا تھا۔ کلمةُ حقٍ أریدَ بها الباطل: آیت برحق ہے' مگر اِس سے جو معنٰی کشید کیا گیا ہے' وہ باطل اور ناحق ہے۔ فاضل بریلویؒ شانِ غوثیہ گھٹانے والوں کو مزید یوں جھنجھوڑتے ہیں' بلکہ غوثِ پاک کا مرتبہ گھٹانے والے دشمن کے لئے حضرت مولانا احمد رضاؒ یوں بددُعا کرتے ہیں۔

خواہی' کاہی عُلُوِّ عبدُ القادر
نامی سامی سُمُوِّ عبدُ القادر
ہُشدار کہ باخدائے خود می جنگی
مُستغیظا اے عدوِّ عبدُ القادر

حدائقِ بخشش صفحہ 63

اِسی طرح ایک اور مقام پر حضرت غوثِ پاکؒ کی عظمت وفضیلت بیان کرتے ہوئے فاضل بریلویؒ یوں گوہر ہائے آبدار لٹاتے ہیں ۔

ورفعنا لك ذِكرك کا ہے سایہ تُجھ پر
بول بالا ہے ترا ' ذکر ہے اُونچا تیرا
مٹ گئے' مٹتے ہیں' مِٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے ' نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

ایک اور مقام پر اشرف سیالوی وبصیر پوری جیسے معاندین ومنکرین کوخبردار کرتے ہوئے فاضل بریلویؒ بول اُٹھتے ہیں ۔

بازِ اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتیں
دیکھ ! اُڑ جائے نہ ایمان کا طوطا تیرا

دوغلہ پن نمبر 3: سیالوی صاحب نے حبیب اللہ اورمحبوبِ سبحانی کا معنوی فرق بیان کرتے ہوئے خواجۂ اجمیریؒ کا مقام غوثِ پاکؒ سے بلند کرتے ہوئے ہرزہ سرائی کی تو بصیر پوری نے صراحۃً غوثِ پاکؒ کا استفادہ خواجۂ اجمیریؒ سے ثابت کر ڈالا' جبکہ فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں ۔

مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

دوغلہ پن نمبر 4: یہ لوگ غوثِ پاکؒ کے قدم مبارک کی فضیلت کو گھٹاتے گھٹاتے صرف آپ کے زمانۂ ظاہری کے کچھ اولیاء تک مخصوص کر کے لے آئے' جبکہ فاضل بریلویؒ نے یہ وسعت یہاں تک بیان فرمائی ۔

ہزاروں تابعی سے تُو فزوں ' ہاں!
وہ طبقہ مُجملاً فاضل ہے یا غوثؒ
مشائخ میں کسی کی تجھ پہ تفضیل
بحکم اولیاء باطل ہے یا غوثؒ
کوئی سالک ہے یا واصل ہے یا غوث
وہ کچھ بھی ہو ترا سائل ہے یا غوثؒ
تُو اپنے وقت کا صدّیقِ اکبرؓ
غنیؓ و حیدرؓ و عادلؓ ہے یا غوثؒ

اور پھر یوں اظہارِ عقیدت فرماتے ہیں ۔

واہ کیا مرتبہ اے غوثؒ ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

ناظرینِ کرام! حضرت غوثِ پاکؒ کے قدم کی فضیلت کی نفی وتنگی کے لئے آپ ایک طرف بصیر پوری صاحب کی مؤلّفہ اور اشرف سیالوی صاحب کی مقرّظہ کتاب اوّل سے آخر تک پڑھ لیں پھر فاضل بریلویؒ کا مندرجہ ذیل منظومہ فتوٰی بھی پڑھ لیں۔

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

قدمِ غوثِ پاکؒ کے بارے فاضل بریلویؒ کا فتویٰ

آنکہ پایش بر رقابِ اولیائے عالم است
وانکہ حق فرمود و حق فرمود باللہ آں توئی
اندریں قول آنچہ تخصیصاتِ بیجا کردہ اند
از زُلل یا از ضلالت' پاک ازاں بہتاں تُوئی

جبکہ مولوی اشرف صاحب نے زور دے کر کہا ہے "بلکہ ضروری ہے کہ اس (فرمانِ غوثیہ) میں تخصیص کا قول کیا جائے[1]" اور فاضل بریلوی ایسی تخصیصِ بے جا کرنے والوں کو گمراہ فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو محوّلہ بالا شعرِ ثانی) سیالوی صاحب نے مُجھے گمراہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور فاضل بریلویؒ کے اشعار سے استناد کرتے ہوئے میری گمراہی پر مُہر ثبت فرما دی لیکن اللہ کی شانِ بے نیازی دیکھئے کہ اُنہی فاضل بریلویؒ کے اشعار سے خود سیالوی صاحب گمراہ ثابت ہو گئے۔ بقولِ راقم ۔

تیرے صدقے ! وہ اُسی رنگ میں خود ہی ڈوبا
جس نے جس رنگ میں چاہا مُجھے رُسوا کرنا

دوغلہ پن نمبر 5: بصیر پوری صاحب نے پورا زورِ قلم اِس بات پہ صرف کر ڈالا کہ غوثِ پاکؒ کے فرمان قدمی ھذہٖ کے صدور کے وقت خواجہ اجمیریؒ کا سر جھکانا اور بل علی رأسی وعینی فرمانا بالکل جھوٹ اور خلافِ حقیقت ہے۔ بلکہ تاریخ اور عمر کے ہیر پھیر سے اُنہوں نے اپنے جھوٹ کے مُنہ پر خود غازہ ملا ہے۔ جس پر اشرف سیالوی صاحب نے اُنہیں محقّق و فاضل علامہ اور مرحبا کہا ہے' جبکہ فاضل بریلویؒ اِسی واقعہ اور اِسی

1: حکایتِ قدمِ غوث ' ص43

حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ایسے لوگوں کے منہ پر یوں تھپڑ جڑتے ہیں۔

بہرِ پایت خواجۂ ہندؒ آں شہِ کیواں جناب
بل علی رأسی و عینی گوید آں خاقاں تُوئی[1]

دوغلہ پن نمبر 6: کتاب "حکایتِ قدمِ غوثؒ" کے صفحہ 43، 44 پر مولوی اشرف صاحب رقم طراز ہیں "اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرّہٗ نے غایتِ عقیدت پر فائز ہونے کے باوجود غوثیتِ کبریٰ کو خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں بالترتیب ثابت کرنے کے بعد ائمۂ اہلِ بیت (امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، امام موسیٰ کاظمؒ امام علی رضاؒ، امام محمد تقیؒ، امام علی نقیؒ، امام حسن عسکریؒ) میں اِس کو ثابت فرمایا' پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور میں اِس منصب پر فائز تسلیم کیا اور حضرت مہدی علیہ السّلام کے ظہور کے بعد اِس منصب کے اُن کی طرف منتقل ہو جانے کا دعویٰ فرمایا (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت) لہٰذا آپ جیسے انتہائی عقیدت مند اِس عموم واطلاق کے قائل نہیں تو اِس پر اصرار کرنا ٹھیک نہیں[2]"۔

یہاں مولوی اشرف صاحب نے زبردست علمی خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلویؒ کے ملفوظ میں لفظی ومعنوی تحریف کی ہے جو شاید یُحرّفون الکَلِم عن مَواضِعِہٖ کے تحت اُنہیں یہود سے ورثہ میں ملی ہو کہ کعب بن اشرف یہودی مُحرّفینِ تورات کا سرخیل اور یہ حضرت کلامِ خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کتبِ اکابر میں خیانت

1: ملاحظہ ہو: حدائقِ بخشش ' ص69' حصہ دوم ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔
2: حکایتِ قدمِ غوث ' ص44

کے ماہر۔ ہم آپ کے سامنے پورا ملفوظِ فاضلِ بریلویؒ رکھ دیتے ہیں۔ آپ خود اندازہ فرما لیں۔ ''ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیرِ دستِ راست عبدالرّب اور وزیرِ دستِ چپ عبدالملک۔ اِس سلطنت میں وزیرِ دستِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے' بخلاف سلطنت دنیا کے اِس لئے کہ یہ سلطنتِ قلب اور دِل جانبِ چپ۔ غوثِ اکبر و غوثِ ہر غوث حضور سیّدِ عالم ﷺ ہیں۔ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیرِ دستِ چپ تھے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ وزیرِ دستِ راست۔ پھر اُمّت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیّت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت فاروقِ اعظم و عثمانِ غنی رضی اللہ عنھم کو عطا ہوئی اِس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیّت مرحمت ہوئی اور عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ و مولا علی کرم اللہ وجہہ و امامِ حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے' پھر مولا علی کو اور امامین محترمین رضی اللہ عنھما وزیر ہوئے' پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکریؓ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تک' جتنے حضرات ہوئے سب انکے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیّدنا غوثِ اعظم مستقل غوث' حضور تنہا غوثیّتِ کُبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث الاعظم بھی ہیں اور سیّد الافراد بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدیؓ تک سب نائب حضورِ غوثِ اعظمؓ ہوں گے' پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیّتِ کُبریٰ عطا ہو گی[1]''۔

فاضل بریلویؒ کے اِس ملفوظ میں مولوی اشرف صاحب نے متعدّد طُرق سے خیانتیں کیں ملاحظہ ہوں۔

---

[1]: ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ' ص115 ' حصۂ اوّل

خیانت نمبر 1: ''پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اپنے دور میں اِس منصب پر فائز تسلیم کیا'' یہ خیانت ہے' فاضل بریلویؒ نے تا ظہورِ امام مہدی رضی اللہ عنہ یہ منصب حضرت غوثِ پاکؒ کے پاس رہنے کا عقیدہ ظاہر کیا' یہ حضرت ''اپنے دور میں'' کے الفاظ کہہ کر فاضل بریلوی کی روح کو تڑپا رہے ہیں۔

خیانت نمبر 2: فاضل بریلویؒ نے یہ ثابت کیا کہ ہر دور میں بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیھم اجمعین یہ منصبِ غوثیّتِ کُبریٰ اہلِ بیتِؓ نبوّت کے مقدّس افراد کے پاس رہا اور دیگر اولیائے کرام اُن کے نائب کی حیثیت سے غوث کہلاتے رہے۔ جبکہ مولوی اشرف صاحب تقریظ کے صفحہ نمبر 39 پر یوں گوہرفشانی فرماتے ہیں ''لہٰذا ولایت کے دروازے بند نہیں اور نہ اِس کے مدارج و مراتب کسی خاندان کے ساتھ مختص ہیں''۔

خیانت نمبر 3: اگر لفظ ''اپنے دور میں'' سے مُراد وہی مفہوم ہو' جو فاضل بریلویؒ کے نزدیک ہے کہ ظہورِ امام مہدیؓ تک آپؒ ہی کا زمانہ ہے تو آپ اِس کتاب میں جابجا اِس کا رد کر چکے ہیں' بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر آپ برستے ہی رہے۔ اور اگر دَور سے مُراد وہ زمانہ ہے' جو آپ حضرات نے سمجھا ہے تو فاضلِ بریلویؒ کا اِس مفہوم سے کوئی تعلّق نہیں' آپ ناحق اِس عقیدہ و نظریہ کو فاضل بریلویؒ کے سر تھوپ رہے ہیں۔

قارئینِ گرامی قدر! حقیقت تو یہ ہے کہ سیالوی صاحب اپنے سِوا کسی کو محقّق و عالم سمجھتے ہی نہیں' صرف ظاہری رکھ رکھاؤ کے لئے وہ اکابر کا حوالہ اور نام استعمال فرما لیتے ہیں۔ شیخ القرآن علاّمہ عبدالغفور ہزارویؒ کے علمی مقام سے کون سُنّی آگاہ نہیں۔

لیکن سیالوی صاحب بار ہا اپنی نجی محافل میں یہ بات فرما چکے ہیں کہ جب میں ہزاروی صاحب مرحوم کے پاس دورۂ تفسیر القرآن پڑھنے گیا' میں نے اُنہیں فلاں مسئلے پر بند کر دیا' وہ لا جواب ہو گئے۔ جب سیالوی صاحب اپنے اساتذہ پر اپنی برتری اور رُعب ثابت کرنے سے نہیں چُوکتے' تو وہ اور کس کو خاطر میں لائیں گے؟ چاہے وہ فاضل بریلویؒ ہوں یا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ ہوں۔ بقولِ راقم ؎

ایک ہیں اُن کو اپنے بیگانے
جو ملا اُس پہ ہاتھ صاف کیا

دوغلہ پن نمبر 7: مولوی اشرف صاحب اور اُن کے مؤلفِ محقق و فاضل نے پوری کتاب میں سارا زورِ قلم اِس بات پر صرف کیا ہے کہ حضرت غوثِ پاکؓ کے ارشاداتِ دالّہ برفضائلِ مخصوصہ سُکر کی حالت میں سرزد ہوئے' جبکہ فاضل بریلویؒ کا نظریہ و عقیدہ اُن کے درج ذیل ملفوظ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فاضل بریلویؒ کی خدمت میں عرض کی گئی، آپؒ نے جواب دیا' دونوں ملاحظہ ہوں۔

عرض: کیا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ پر اپنی تفضیل بھی لکھی ہے؟

ارشاد: تلكَ اُمّةٌ قد خَلَتْ لَهَا ما كسبَت وَلَكُم مَا كسبتُم وَلَا تُسئلُونَ عمّا كانُوا يعملُونَ ۔ پھر فرمایا مکتوبات کی اوّل دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے

جن میں حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی تو کیا گنتی، تیسری جلد میں فرماتے ہیں، جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکارِ غوثیّت سے ملے ہیں۔ نُورُ القَمَرِ مُستفادٌ مِن نُورِ الشّمس اِسی میں لکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحو سے کہا نہیں' بلکہ زیادہ سُکر ہے۔ اب اگر کوئی مجدّدی اُن کے قول سے استدلال کرے اِس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا تعالیٰ کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہانوں کے شیوخ نے جو زبانی دعوٰی کیے ہیں ظاہر کر دیا کہ ہمارا سُکر ہے۔[1]

دوغلہ پن نمبر 8: مولوی اشرف صاحب نے بصیر پوری صاحب کو داد و تحسین اِسی لئے دی ہے کہ بقولِ اشرف سیالوی صاحب ''حضرت علّامہ مدّ ظلہٗ نے دلائلِ وافرہ اور براھینِ متکاثرہ سے فرمانِ غوثیّت کی حقیقت واضح فرما دی ہے' جسے نظرِ انصاف کے ساتھ پڑھنے والا دادِ تحقیق دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا اور حقیقتِ واقعیّہ کی طرف راہنمائی کی بدولت آپ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے اور ہمیں حق و حقیقت کے اقرار و اعتراف اور تسلیم و اذعان کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔[2]''

---

[1] ملفوظاتِ اعلیٰ حضرتؒ ' ص 323, 324 ' حصہ سوم

[2] حکایتِ قدمِ غوث ' ص 40

یعنی بصیر پوری صاحب نے شانِ غوثیہ گھٹا کر اُمّت پر احسان کیا ہے اور علاّمہ سیالوی صاحب نے اُنہیں شاباش دے کر پوری سُنّی قوم کے ساتھ بھلا کیا ہے۔

جب کہ فاضل بریلویؒ ایسے بھلا کرنے والوں کو یوُں خبردار کرتے ہیں ؎

شاخ[1] پہ بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا
حق سے بد ہو کے زمانے کا بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معمّا تیرا
سگِ در قہر سے دیکھے تو بکھرتا ہے ابھی
بند بندِ بدن اے رُوبہِ دنیا ! تیرا

(حدائقِ بخشش)

سیالوی صاحب کا بزرگانِ دین سے اپنی عقیدت کا اظہار

سیالوی صاحب قبلہ نے بزرگانِ دین سے اپنی عقیدت کے اظہار میں یہاں تک تحریر فرمادیا کہ یہ طبقہ امورِ مشیّت میں بھی تدبیر وتصرّف کرسکتا ہے اور ایسے خیالات کو ثابت کرنے کے لئے وہ نہ جانے کہاں کہاں سے اُلٹے سیدھے دلائل جمع کرتے رہے، موصوف نے صوفیاء کے ذاتی وجدانیات اور کیفیّاتِ باطنیہ کو شرعی حیثیت دیکر باور کرانے کی سعی فرمائی کہ اِن سب اُمور کو قرآن وسنّت کی طرح نہ صرف تسلیم کیا جائے' بلکہ اِن پر ایمان بھی لایا جائے' چنانچہ اُنہوں نے حضرت پیرانِ پیرؒ سے اپنی عقیدت اور آپ کی

[1] : فاضل بریلویؒ کی تحقیق کے مطابق اِس شعر میں شاخ سے مُراد دیگر سلاسلِ طریقت ہیں جب کہ جڑ سے مُراد سلسلۂ عالیہ قادریہ یا پھر دیگر اولیائے امّت شاخیں ہیں اور حضرت پیرانِ پیرؒ اس شجرِ ولایت ومعرفت کی جڑ ہیں۔ (منہ)

شانِ تصرّف وتدبیر کو ثابت کرتے ہوئے قصیدۂ غوثیہ کے چند اشعار بطورِ ثبوت پیش فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو قصیدہ میں بیان شدہ حقائق پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ سیالوی صاحب پر واضح ہو کہ یہ فقیر کراماتِ اولیاء کا ہرگز منکر نہیں، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ صوفیاء کے وجدانیات اور باطنی کیفیّات کو شرعی درجہ دینے کے حق میں بھی نہیں ہے اور نہ اُن کو اُمورِ مشیّتِ باری تعالیٰ میں متصرّف ومدبّر سمجھتا ہے[1]۔ بلکہ اِسے خلافِ تعلیماتِ قرآن وسنّت کہتا ہے۔ سیالوی صاحب مجھے اِس بات کا جواب دیں کہ ایک طرف تو وہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے متعلّق یہ لکھ رہے ہیں کہ امورِ کائنات میں تدبیر وتصرّف کے منصب پر فائز تھے۔ ظاہر ہے کہ اُن کو ولایتِ عظمٰی کا یہ مرتبۂ اعلیٰ اس لئے حاصل ہوا کہ وہ مومنِ کامل تھے۔ پیرانِ پیرؒ کے کلام کو بطورِ سند پیش کرنے میں سیالوی صاحب نے بڑی ہی عجلت سے کام لیا' مگر یہ خیال نہ رہا کہ قصیدۂ غوثیہ کے اِس متکلّم کے لیے وہ اور کیا کیا گُل کھلا چکے ہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں ''نیز یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ ہر ایک صاحب کمال نے اپنے زعم اور اپنے خیال میں اپنے عطا کردہ مرتبہ ومقام کو بے مثال اور منفرد وممتاز سمجھا ہو، جیسے آخری آخری شخص جو دوزخ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنّت میں داخل ہوگا' وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مشرّف ہوکر پکار اُٹھے گا۔ ما اعطی احدٌ مثل ما اعطیتُ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے کسی کو نہیں دیا گیا' حالانکہ اُس کا مرتبہ فی الواقع سب سے کم ترین ہوگا۔''

قارئینِ کرام! سیالوی صاحب کی محوّلہ بالا عبارت کو آپ سمجھے ہیں یا نہیں کیوں کہ میرے متعلّق تو اُنہوں نے تحریر فرمادیا تھا کہ مجھے تو اُردو عبارت بھی لکھنا پڑھنا نہیں آتی۔ اِس عبارت میں اُسی پیرانِ پیرؒ کو جسے وہ اُمورِ کائنات میں مدبّر ومتصرّف لکھ

[1] : حضرت گولڑویؒ کی بھی یہی تحقیق ہے' تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تصفیہ مابینِ سُنّی وشیعہ' ص 91' طبعِ اوّل' 1979ء' مطبوعہ لاہور